فرزندِ حرم

امام شافعیؒ کے علمی سفر

www.KitaboSunnat.com



ڈاکٹر اختر حسین عزمی

منشورات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

کتاب نمبر
مکتبہ دار العلوم المحمدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

www.KitaboSunnat.com

فرزندِ حرم

امام شافعیؒ کے علمی سفر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرزندِ حرم

امام شافعیؒ کے علمی سفر

ڈاکٹر اختر حسین عزمی

منشورات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق محفوظ

فرزندِ حرم: امام شافعی رحمہ اللہ کے علمی سفر از ڈاکٹر اختر حسین عزمی

ایڈیشن اول تا پنجم _ فروری ۲۰۰۹ء تا مارچ ۲۰۱۵ء

ایڈیشن ششم _ اپریل ۲۰۱۵ء _ تعداد: ۱۱۰۰

سرورق و لے آؤٹ _ راشد الیاس مہر

ناشر : منشورات، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ ۵۴۷۹۰

فون : 042-3525 2211، فیکس: 042-3525 2210

موبائل : 0332-003 4909, 0320-543 4909

ای میل : manshurat@gmail.com

مطبع : عرفان افضل پریس، بند روڈ، لاہور۔

کوڈ : 04145

ISBN : 978-969-633-104-9

قیمت : ۲۳۰ روپے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرفِ چند

خشک واقعات کو دلچسپ پیرایے میں بیان کرنا بھی ایک فن ہے۔ ماضی میں ہماری یہ روایت نہایت مضبوط رہی ہے کہ اسلامی تاریخ کو کہانیوں اور ناولوں کی صورتوں میں بیان کر کے ذہن نشین کر دیا جائے۔ جدید نسل نسیم حجازی سے خوب واقف ہے جن کے ناولوں کا میں خود ہر برس تعطیلات کے آغاز پر آموختہ کر لیا کرتا تھا۔ ماضی کے لکھنے والوں میں عبدالحلیم شرر کو سبھی جانتے ہیں۔ ذہن سازی اور تعمیر سیرت میں اس ادب کا اپنا حصہ تھا، خواہ یہ مستند نہ ہو۔

اب جدید ذرائع ابلاغ نے دنیا ہی بدل دی ہے۔ بچے کارٹون سے شروع ہوتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے جوان ہو جاتے ہیں۔ ہر طرح کی کہانیاں فلموں کی صورت میں بھی موجود ہیں۔ اس کے باوجود کتابوں کی اہمیت کم نہیں ہوئی بڑھی ہے۔ اب زیادہ پرکشش کی طلب ہے، ظاہری حسن بھی ہو اور باطنی بھی ہو۔

جناب اختر عزمی نے رجالِ دین کو موضوع بنایا ہے [ان کی فلم بنانے کے مسائل ایک الگ موضوع ہے] اور ان کے حالات درسی کتاب کے سے انداز کے بجائے قصہ کہانی کے انداز میں بیان کر کے پڑھنے والوں کو لبھانے کی کوشش کی ہے۔ یہ اس میں کتنے کامیاب ہیں، یہ تو قاری ہی بتائے گا۔ ہم نے امام حسن البنا شہید رحمۃ اللہ علیہ پر **نیل کا مسافر** پیش کی اور اب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر **فرزند حرم** پیش کر رہے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ نگار کی گاڑھی اردو میرے لیے بھی مشکل کا باعث بنی، تاہم میں ان کے اور قاری کے درمیان نہیں آنا چاہتا۔اس لیے کتاب حاضر ہے۔

مسلم سجاد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقدیم

اردو ادب کے بعض اساطینِ اظہار و بیان نے اصلاح رسوم اور تعمیر اخلاق کے لیے کہانی کو ذریعہ ابلاغ بنایا تھا۔ معاشرتی اصلاح اور خاندانی نظام کو مہبطِ الفت وایثار بنانے کے لیے ڈپٹی نذیر احمد نے اپنی کتب پیش کیں۔ راشد الخیری نے مصورِ غم کے لقب سے شہرت پائی، ایم اسلم مصورِ فطرت مشہور ہوئے، عبدالحلیم شرر نے مسلمانوں کی تاریخ کے ایک دور کا اس طرح نقشہ کھینچا کہ ملت کے اصحابِ بصیرت کو مکر و فریب کے لبادے میں آنے والے گروہوں کی چالوں سے آگاہی ہوئی۔ جس زمانہ میں برصغیر میں ملت مسلمہ کو ہندو اور انگریز کی متحدہ سازش سے بچانے کے لیے بیداری کی تحریک پیدا ہوئی، نسیم حجازی نے اپنے ناولوں کے ذریعے مسلم نوجوان کو وحدت ملت، جہاد، امید اور ہمت وعزم کا پیغام دیا۔ اس طرح ہندی مسلمان ایک بار پھر انگڑائی لے کر بیدار ہوئے۔

قیام پاکستان کے بعد حکمرانوں کی خود غرضی اور جاہ و منصب کے عوض قومی مفادات کی خرید و فروخت نے پھر سے اللہ کے عطیہ وطن کی ناقدری کا ایسا سماں باندھ دیا کہ آدھا ملک کھو دینے پر بھی ان کی آنکھوں سے دولت اور جاہ و منصب کی حرص کی پٹی نہ اتاری جا سکی۔ ایسے سے کوئی حساس قلب کا مالک شخص حالات کے دھارے سے آنکھیں بند نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر اختر حسین عزمی نے پہلے "نیل کا مسافر" لکھ کر عالم اسلام میں احیائے دین کی تحریک کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظیم بانی وقائد شیخ حسن البنا کو اردو زبان کے قارئین سے متعارف کرایا، اب وہ اسلامی علوم وقانون کے ایک مجتہد امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ اور احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی سیرت کو ناول کے انداز میں پیش کر کے نہ صرف نوجوان طلبا اور حقیقت جُو قارئین کے ذوق مطالعہ کو مہمیز لگاتے ہیں بلکہ مسند دین اور منبر رسول پر متمکن علما اور خطیبوں کو بھی جھنجھوڑتے ہیں۔ اس طرح وہ قافلۂ اُمت کے ایسے حُدی خواں ہیں جو ذوقِ سفر میں کمی دیکھ کر درد بھری لَے کو مزید بلند کرتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر اختر عزمی اردو ادب کی ایک مستحسن روایت کو نئی زندگی دے رہے ہیں۔ ''فرزندِ حرم'' میں انہوں نے ایسا آسان، قابل فہم اور پرلطف اندازِ تحریر اختیار کیا ہے کہ مکہ و مدینہ، بغداد و مصر کی کٹھن منازل اور کوہ و صحرا کے دشوار گزار راستوں کی صبر آزما صعوبتوں کو حریر و پرنیاں بنا دیا ہے۔ کتاب کے قاری کے لیے کہیں حیرت کی وادی دامن پھیلائے اسے اپنے حسن میں گم کرتی ہے، کہیں انسانی جذبات کا متلاطم بحر اسے اپنے ماحول سے اُچک کر قرنِ اول میں لے جاتا ہے۔

دورانِ مطالعہ قاری دیکھتا ہے کہ ایک رجل رشید، اخلاق حسنہ اور علم کا گراں بہا سرمایہ لیے طالبانِ علم و عرفاں پر وسیع حقائق کا بے مزد انکشاف کرتا ہے لیکن کسی متعلم سے جزا کا ایک حصہ بھی حاصل کرنے کا خیال تک دل میں نہیں آنے دیتا۔ اس طرح آج کی تعلیمی منڈی کے برو کر ایک آئینہ دیکھ سکتے ہیں کہ آدمی کو جوہر انسانیت سے آشنا کر کے بندگیِ حق کی شعوری خوراک دینے والے اپنا اجر ہمیشہ رب کائنات سے لیتے ہیں اور اپنا علم اور مال بنی آدم کے لیے سرعام پیش کرتے ہیں۔

اب تک تاریخ کے اوراق گیلان کی بستی کی اس ماں کو یاد کرتے ہیں جس نے چھے سات سال کے ایک معصوم کو چند اشرفیاں دے کر ایک قافلے کے ہمراہ کر دیا تھا کہ وہ بچہ علم حاصل کرے یہی بچہ بڑا ہو کر سید عبدالقادر جیلانی کے نام سے آسمان بغداد پر آفتاب ہدایت بن کر چمکا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقدیم

اختر عزمی نے اب ہمیں مکہ کی اُس ایثار پیشہ ماں سے متعارف کروایا ہے جس نے اپنے مسائل ومشکلات کے باوجود اپنے بیٹے کو دین کا روشن دماغ، عالی ظرف، سیر چشم، ذہین وفطین طالب علم بنانے کے لیے ساری عمر عزیمت واستقامت کی بے مثال داستاں رقم کی۔
مائیں بچوں کو آج بھی لمبے اسفار پر بھیجتی ہیں، اس لیے کہ وہ دولت کے انبار جمع کریں لیکن امام شافعی کی ماں کو صرف ایک ہی فکر رہی کہ اس کا نورِ نظر، نبی رحمت ﷺ کی لائی ہوئی کتاب اور ان کی سنتوں کا علم حاصل کرے اور دُنیا بھر کے انسانوں کو اس مزرع آخرت میں ایسی فصل بونے کے قابل بنادے جس کا پھل انہیں آخرت میں جنت کی شکل میں عطا ہو جائے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی غریب الوطنی میں امام مالک رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ نے جس طرح ان کا ساتھ دیا، مہربان ومربی اساتذہ کے لیے یہ بھی ایک عمدہ مثال ہے۔ اساتذہ کا طلبہ سے شفقت وسرپرستی کا یہ اسوہ اتنے موثر انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ دوران مطالعہ کئی جگہ تو آنسو روکے نہیں جاسکتے۔ راقم نے ان آنسوؤں کو درد دل کا درماں بنتے خود محسوس کیا ہے۔
اُمید ہے کہ مصنف اپنے توسنِ قلم کو رواں رکھیں گے اور آئندہ بھی ان کی فکر کے انجم نئے آفاق پر جلوہ افروز ہو کر سالکانِ راہِ ہدایت کے لیے روشنی پھیلاتے رہیں گے۔

دانش یار

۳۴۷۔ایچ ون،

جوہر ٹاؤن لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیدہ ور

''اس بارے میں اب دو رائے نہیں ہو سکتیں کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علوی تحریک کے سرغنہ نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ کی خفیہ امداد کی تھی۔'' خلیفہ منصور ایوان خاص میں اپنے مصاحبین سے محو گفتگو تھا۔ ''لیکن رب العزت کی تائید سے ہمارے آبا نے اس بغاوت کو کچل کر رکھ دیا۔''

''خدا امیر المومنین کا اقبال بلند کرے۔ اب لوگ علویوں کا ساتھ دینے کا تصور بھی نہیں کریں گے''۔ دربار کے حاجب ربیع بن یونس نے کہا۔

''لیکن خاص و عام میں اس تحریک کے مؤید ابو حنیفہ کی علمی آرا ابھی تک ہم سے موافقت نہیں کر رہیں۔ ان کا قلبی میلان خلافت بغداد کے دشمن علویوں کی جانب ہے اور وہ اپنے حلقہ درس میں اپنے تلامذہ کے سامنے اس کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں۔'' خلیفہ بات کرتے کرتے کچھ دیر کے لیے رکا، اپنے مصاحبین پر ایک گہری نظر ڈالی اور پھر گویا ہوا: ''ہمارے کارندے جب بھی ان سے کوئی شرعی فتویٰ طلب کرنے کے لیے بھیجے گئے تو ان فتاویٰ میں بھی انھوں نے ہمارے عزائم و مقاصد کی کھل کر مخالفت کی ہے۔ ہم نے بار بار انھیں ایسے خیالات کے اظہار سے روکا ہے کہ جن سے ہمارے مخالفین کو حکومت پر تنقید کا موقع ملے لیکن وہ پھر بھی اس سے باز نہیں آتے۔''

''امیر المومنین! ابو حنیفہ میرے صادر کردہ اکثر احکام پر کڑی تنقید کرتے ہیں۔'' کوفہ کا قاضی ابن ابی لیلیٰ کہنے لگا۔ ''وہ اس بات کا لحاظ بھی نہیں کرتے کہ برسرعام جرح و تنقید نامناسب ہے۔ ابو حنیفہ کی یہ تنقید حکومت کی سبکی کا باعث بن رہی ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''امیر المومنین! اگر ابوحنیفہ کے بارے میں کوئی سخت فیصلہ نہ کیا گیا تو وہ عوام جو ابراہیم بن عبداللہ کے انجام کے باعث سہمے ہوئے ہیں، پھر سے دلیر ہو جائیں گے۔'' منصور کے حاجب ربیع نے رائے دی۔

''کسی قسم کا بھی کوئی سخت فیصلہ کرنے سے پہلے یہ بات ضرور مدنظر رکھنا کہ تمھاری معمولی سی بے تدبیری سے ایک لاکھ تلواریں ابوحنیفہ کی حمایت میں اٹھ سکتی ہیں۔'' خلیفہ منصور کے چچا ضحاک نے بات کرتے ہوئے کہا۔ ''تمھارے لیے یہی بات بہتر ہے کہ تم تحائف وعطیات اور عہدہ ومنصب کی پیشکش کے ذریعے انھیں اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کرتے رہو۔''

''عم محترم! یہ عبدالملک بن حمید گواہ ہیں۔'' خلیفہ منصور نے اپنے وزیر عبدالملک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''ان کی بھی یہی رائے تھی، اس لیے ہم نے انھیں دس ہزار درہم اور ایک لونڈی دے کر ابوحنیفہ کی طرف بھیجا لیکن انھوں نے ہمارا ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔''

''دیکھو صاحبزادے!'' خلیفہ منصور کے چچا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ابوحنیفہ نہ تو دینی اعتبار سے متہم اور بدنام ہیں کہ تم ان کی کج روی سے فائدہ اٹھا سکو اور نہ انھوں نے کبھی حکومت کے خلاف تلوار اُٹھائی کہ ان کے کسی ظاہری عمل پر تم گرفت کر سکو۔ اس کے برعکس وہ عوام کی نظروں میں ایک قابل اعتماد متقی اور سنجیدہ عالم دین ہیں جن کے علم وفضل کی دھوم دور دور تک مچی ہوئی ہے۔''

''عم محترم! ابوحنیفہ کا یہ وقار اور کردار ہی تو ہمارے لیے ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ ہمارے امرا اور قاضیوں کے فیصلوں پر ان کی تنقید ہمارے لیے پریشانیاں پیدا کر رہی ہے۔'' خلیفہ منصور کے اندر کا اضطراب اس کے چہرے پر عیاں تھا۔

''تمھاری اس پریشانی میں ہی تمھارے مسئلے کا حل موجود ہے۔'' خلیفہ کے چچا نے کہا۔

''وہ کیا عم محترم!'' خلیفہ نے بیقراری سے اپنے چچا سے پوچھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ابوحنیفہ چونکہ قاضیوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں اس لیے آپ انھیں کہیں کہ وہ مسند قضا پر بیٹھ کر راہ صواب کا عملی نمونہ پیش کریں۔''

''لیکن عم محترم!'' خلیفہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا: ''یہ پیش کش بھی ہم کئی مرتبہ کر چکے ہیں لیکن وہ طرح دے جاتے ہیں۔''

''ایک عظیم فقیہ ہونے کے باعث جب ان کے فتاوی دوسروں کے صادر کردہ احکام پر تردید و تصویب کی حیثیت رکھتے ہیں تو ان کو یہ منصب قبول کرنا چاہیے۔'' خلیفہ کے چچا نے کہنا شروع کیا۔ ''اگر وہ اس کو ٹھکراتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ دوسرے قاضیوں کے فیصلوں پر ان کی شدید نکتہ چینی صرف ایک تخریبی کاروائی ہے ورنہ تعمیری کام کا موقع میسر آنے پر انھیں اسے قبول کر لینا چاہیے۔ عوام کو بھی یہ باور کرایا جائے کہ عباسی خلافت اہل عراق کے صف اول کے فقیہ کو قاضی القضاۃ مقرر کر کے بڑا نیک کام کرنا چاہتی ہے۔ بصورت انکار انھیں اس پر مجبور بھی کرنا چاہیے۔''

''لیکن عم محترم! آپ خود ہی تو کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ کے معاملے میں بے احتیاطی عوام کی تلواروں کا رخ ہماری طرف کروا سکتی ہے۔ اب آپ ہی کہتے ہیں کہ انھیں عہدہ قضا کی قبولیت پر مجبور کیا جائے۔''

''صاحبزادے! اگر عوام کی اکثریت کو یہ باور کرا دیا جائے کہ جبر و اکراہ سے تمھارا مقصود حق و صواب کی تائید و تصویب ہے اور خلافت کا مقصد ابوحنیفہ کو ستانا ہرگز نہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ ان کے علم و فضل پر لوگوں کا جو حق ہے، منصب قضا قبول کر کے وہ اس سے عہدہ برآ ہوں تو عوام کی رائے دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ان کی تلواروں کا رخ تمھاری خلافت کی جانب نہیں ہوگا بلکہ یہ باہمی مناقشہ بن جائے گا۔'' خلیفہ کے چچا...... نے چند لمحے توقف کیا اور پھر گویا ہوا:

''ابوحنیفہ اگر منصب قضا قبول کر لیں تو یہ ان کی اطاعت شعاری اور وفاداری کی دلیل ہوگی اور اگر اسے ٹھکرا دیا تو ان سے انتقام لینا آسان ہوگا اور اس میں کوئی دینی حرج بھی نہیں ہوگا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''لیکن لوگ بھڑک بھی تو سکتے ہیں؟'' خلیفہ نے تشویش بھری نظروں سے اہل مجلس کی طرف دیکھا۔

''صاحبزادے اگر تم ابوحنیفہ کے بارے میں عوام کی رائے کو تقسیم کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہو تو ابوحنیفہ کے موقف کے حامی لوگوں کو خود عوام ہی چپ کروا دیں گے۔ باقی اگر چند سرپھرے شور مچاتے بھی ہیں تو خلافت کی شمشیر ان کی زبانوں کو بند کروانے کے لیے کافی ہوگی۔ تم عوام کا ذہن اس نکتے پر مرکوز کردو کہ جب ابوحنیفہ عوام کی نگاہ میں صاحب علم و فن ہیں تو اس منصب کی قبولیت سے ان کا انکار گویا ادائے واجب سے انکار ہے اور اس بنا پر وہ سزا کے مستحق ہیں۔ ان پر کچھ سختی روا رکھی جا رہی ہے تو صرف اس لیے کہ انھیں ایسے منصب کو قبول کر لینے پر آمادہ کیا جا سکے جس میں لوگوں کا بھلا ہے۔''

❖ ❖ ❖

جب سے عباسی خلیفہ منصور نے اپنی حکومت کے استحکام کے لیے علوی سادات کو قتل کروانے اور ایذا دینے کا سلسلہ شروع کیا تھا، امام ابوحنیفہ اس کی حکومت کو ناپسند کرنے لگے تھے۔ تاہم ممکن حد تک وہ اس کی ستم رانی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ کر علمی کاموں میں مشغول رہتے۔ لیکن بعض اوقات منصور اور اس کی حکومت کے متعلق امام ابوحنیفہ کے نظریات ان کے قول و فعل سے منظر عام پر آتے رہتے تھے۔ آپ کوفہ کے قاضیوں کے غلط فیصلوں پر گرفت کرتے اور کھلم کھلا ان پر تنقید کرتے۔ اس سے قاضی امام ابوحنیفہ کے خلاف بدظنی کا اظہار کرنے لگتے۔ قاضی ابن ابی لیلٰی امام ابوحنیفہ کا دشمن بن گیا۔ وہ انکی ایذا رسانی کی تدابیر سوچتا رہتا تھا۔ خلیفہ منصور کا مصاحب خاص ابوالعباس طوسی بھی امام ابوحنیفہ سے بہت بدظن تھا۔ اس کی کوشش ہوتی تھی کہ کسی طرح انھیں خلیفہ کی نظر عتاب کا شکار کر سکے۔

❖ ❖ ❖

''آپ اس بارے میں کیا فتویٰ دیں گے کہ اگر امیر المومنین ہم میں سے کسی کو حکم دیں کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ کسی شخص کو قتل کر دے حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ جس کے قتل کا حکم امیر المومنین نے دیا ہے، مجرم ہے یا نہیں؟" خلیفہ منصور کے مصاحب خاص ابوالعباس طوسی نے بھرے دربار میں امام ابوحنیفہ سے سوال کیا۔ آج اس نے ارادہ کیا کہ ابوحنیفہ سے کوئی ایسی بات کروائے کہ خلیفہ منصور انھیں انتہائی سزا دینے کے درپے ہو جائے۔ اس مقصد کی خاطر اس نے امام ابوحنیفہ کو پھانسنے کی کوشش کی۔

"اچھا پہلے یہ بتایئے۔" امام ابوحنیفہ نے طوسی کی تدبیر کو بھانپتے ہوئے سوال کیا: "کہ امیر المومنین حق کا حکم دیتے ہیں یا باطل کا؟"

"حق کا" ۔طوسی نے فی البدیہہ کہا۔

"بس یہ معاملہ تو بالکل آسان ہو گیا کہ جہاں بھی حق ہو اس پر عمل کیجئے اور زیادہ کھوج کرید کی ضرورت نہیں۔"

اپنا وار خالی جاتے دیکھ کر طوسی روہانسا ہو کر رہ گیا۔ دربار برخواست ہونے پر جب امام ابوحنیفہ باہر نکلے تو انھوں نے اپنے ایک ہمنشیں کو کہا:

ابوالعباس طوسی نے مجھے پابند سلاسل بنانے کا ارادہ کیا تھا مگر خدا نے اس کی تدبیر رائیگاں کر دی۔

امام ابوحنیفہ عوام پر خلیفہ منصور کے مظالم کے باعث اس کے مخالف علویوں کو برسر حق سمجھتے تھے اور اپنے حلقہ درس میں اس خیال کا اظہار بھی کرتے رہتے تھے۔ خلیفہ منصور بہت سے حکومتی فیصلوں کی شرعی توثیق کے لیے آپ سے فتوے طلب کرتا اور اس سے اس کا مقصد امام کی دلی بات اگلوانا ہوتا تھا۔ امام اس کے عزائم کی کھل کر مخالفت کرتے۔ خلیفہ انھیں ہمنوا بنانے کے لیے تحفے تحائف بھیجتا تاکہ ان کے پوشیدہ خیالات کا انکشاف و اظہار ہو۔

امام کے نزدیک عباسی حکمران اسلام کے جادہ مستقیم سے ہٹے ہوئے تھے اور ظلم و زیادتی میں حد سے تجاوز کرتے تھے۔ وہ امام کی حق گو زبان کو زر و جواہر سے بند کرانا چاہتے تھے۔ اس لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ ان کے عطیے کو قبول نہ کرتے تھے۔ ہدیہ کے ٹھکرانے کو خلیفہ منصور اپنی توہین سمجھتا تھا۔

خلیفہ منصور امام ابوحنیفہ کی اس روش سے تنگ آ گیا اور دل ہی دل میں کڑھنے لگا۔ خلیفہ منصور کے دل میں یہ خلش تھی کہ امام ابوحنیفہ اور ان جیسے دیگر اہل علم جنھیں ان کے علم وتقویٰ، اور اعلیٰ کردار کے باعث عوام میں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، جب تک اس کے ہمنوا نہ ہوں گے، اس کی حکومت عوام کی نظروں میں اخلاقی اور شرعی جواز سے خالی رہے گی۔ اس وجہ سے اس کی کوشش تھی کہ عوام میں اثر ورسوخ کے حامل علماء کو حکومتی عہدوں پر فائز کر کے عوام الناس کو یہ باور کرایا جائے کہ ان کے معتمد اہل علم وفکر بھی حکومت کے ساتھ ہیں۔ اس طرح عوام پر اپنے ظلم وجبر کا شکنجہ مضبوط کرنے میں اسے آسانی ہونے کی امید تھی۔

اس دور کے محتاط اہل علم وفضل کا یہ رویہ تھا کہ وہ ان حکومتوں میں کسی قسم کا عہدہ لینا مناسب نہ سمجھتے تھے۔ امراء وخلفا ان کے اس رویہ سے غیر مطمئن اور خائف رہا کرتے تھے۔ اور کسی بہانے انھیں اپنا ہمنوا بنانے کوشش کرتے تھے۔ بڑے بڑے عہدے اور بھاری رقمیں پیش کر کے ان پر دباؤ ڈالتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ امام ابوحنیفہ ان علما کے سرخیل ہیں اگر انھیں رام کر لیا جائے تو باقی سب کو کنٹرول کرنا آسان ہو جائے گا۔

❖❖❖

"امام محترم! میں امیر المومنین خلیفہ جعفر منصور کے حکم کے بموجب حاضر ہوا ہوں۔"

کوفہ کے گورنر عیسیٰ بن موسیٰ نے امام ابوحنیفہ کے سامنے دوزانو بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے۔" امام ابوحنیفہ نے بغیر کسی تاثر کے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"امیر المومنین نے آپ کو بغداد طلب فرمایا ہے۔"

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔ میں خود کو آپ کی حراست میں تصور کروں یا"

"امام محترم! آپ ہمیں شرمندہ تو نہ کریں۔ تعمیل حکم مجھ پر واجب ہے۔"

تھوڑی دیر بعد امام ابوحنیفہ نے اپنے دو نمایاں شاگردوں ابو یوسف اور محمد کو بلایا اور ان سے کہا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مجھے خلیفہ منصور نے طلب کیا ہے اور مجھے حکومت کے تیور اچھے دکھائی نہیں دیتے۔ میرے لیے یہ بات کسی طرح بھی باعث پریشانی نہیں۔ میرے لیے فکرمندی کی بات یہ ہے کہ میری عدم موجودگی میں کوفہ کی مسند علم ویران نہ ہو جائے۔ تم دونوں سے مجھے توقع ہے کہ تفقہ فی الدین کی جو مجلس کوفہ میں برپا ہوئی ہے، اس کی رونق کو تم ہی بڑھا سکتے ہو۔ تشنگان علم کی سیرابی کا کام اب تم دونوں کی ذمہ داری ہے۔''

تھوڑی دیر بعد امام ابو یوسف اور امام محمد اپنے بوڑھے استاد کو استقامت کی راہ پر نہایت وقار کے ساتھ جاتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

❖❖❖

''امام محترم! میں نے آپ کو اس لیے تکلیف دی ہے کہ میں آپ کو بغداد کے منصب قضا پر فائز کرنا چاہتا ہوں۔''

''امیر المومنین! میں اس ذمہ داری سے معذرت خواہ ہوں۔'' امام ابوحنیفہ نے بے نیازی کے ساتھ جواب دیا۔

''آپ کو اس سے انکار کیوں ہے؟''

''امیر المومنین! میں سمجھتا ہوں کہ قاضی ایسے آدمی کو ہونا چاہیے جو آپ کی اولاد آپ کے امراء و سپہ سالاروں اور خود آپ کے خلاف بھی فیصلہ دے سکے۔ جبکہ مجھ میں اس کی ہمت نہیں ہے۔ میری تو یہ حالت ہے کہ آپ مجھے بلاتے ہیں تو میں آپ سے رخصت پانے کے بعد ہی آرام کا سانس لیتا ہوں۔''

''لیکن آپ دیگر قاضیوں کے فیصلوں پر تو بڑی نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ہم جب آپ کو موقع دیتے ہیں تو آپ ذمہ داری سے فرار کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔'' خلیفہ منصور کے لہجے میں تندی اور تلخی نمایاں تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''امیر المومنین! میرے پاس جو علم ہے میں اس کے اظہار و اعلان کا شرعی طور پر مکلف اور پابند ہوں، جہاں کسی فیصلے میں کمزوری دیکھتا ہوں وہاں اپنی رائے کو چھپانا جرم سمجھتا ہوں۔''

''آپ ہماری طرف سے بھیجے گئے تحائف اور ہدیے کیوں نہیں قبول کرتے؟'' خلیفہ منصور نے ایک نیا سوال داغ دیا۔

''میں نے آپ کے ذاتی مال سے دیا ہوا کوئی ہدیہ کبھی واپس نہیں کیا۔ آپ مجھے بیت المال سے عطیے بھیجتے ہیں اور بیت المال سے کچھ لینے کا مجھے کوئی حق حاصل نہیں کیونکہ نہ میں مجاہد ہوں اور نہ مجاہدوں کی اولاد کہ اپنا حصہ بیت المال سے وصول کروں اور نہ ہی تنگدست ہوں کہ فقراء کی طرح صدقہ وصول کروں۔'' امام ابوحنیفہ نے نہایت بے باکی سے خلیفہ کی بیت المال سے شاہ خرچیوں پر تعریض کرتے ہوئے کہا۔

''منصب قضا کو قبول کرنے کے لیے ہمارے اصرار کا مقصد آپ کو ستانا ہرگز نہیں ہے۔'' خلیفہ منصور نے پھر دوبارہ اصل مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ ''بلکہ صرف یہ ہے کہ آپ کے علم و فضل پر لوگوں کو جو حقوق حاصل ہیں، منصب قضا کو قبول کر کے آپ ان سے صحیح طور سے عہدہ برا ہوں۔''

''امیر المومنین خدا سے ڈریئے اور اپنی امانت صرف اس شخص کے حوالہ کیجئے جو خدا سے ڈرتا ہو۔ میں تو آپ کی رضا و خوشنودی کی صورت میں بھی آپ سے خائف و ہراساں رہتا ہوں چہ جائے کہ حالت غضب میں۔ قضا کی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونا بڑا جان جوکھوں کا کام ہے۔ میں اپنے اندر اس قدر قوت ارادی نہیں پاتا کہ حق وصدق کے ضوابط کو یکساں طور پر انسانوں پر نافذ کر سکوں۔ اگر مجھے دریائے فرات میں ڈوب مرنے اور قاضی کا عہدہ لینے میں سے کسی ایک کو قبول کرنے کا اختیار دیا جائے تو مجھے ڈوب مرنا آسان لگے گا۔ عہدہ قضا کے لیے جس صلاحیت کی ضرورت ہے، وہ میں اپنے اندر نہیں پاتا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''آپ جھوٹ کہتے ہیں۔ آپ میں یہ صلاحیت موجود ہے۔'' خلیفہ نے غضبناک ہو کر کہا۔

''آپ نے خود ہی فیصلہ کر دیا۔'' امام ابوحنیفہ نہایت اطمینان سے کہنے لگے۔ ''ایک جھوٹا شخص قاضی بننے کا کیسے اہل ہو سکتا ہے؟ آپ ایک جھوٹے شخص کو قاضی کا عہدہ کیوں سپرد کرنا چاہتے ہیں؟''

''آپ اپنی ان نکتہ آفرینیوں کے ذریعے اس ذمہ داری سے نہیں بچ سکتے۔ واللہ آپ کو منصب قبول کرنا ہوگا۔'' خلیفہ منصور اب دھونس پر اتر آیا تھا۔

''واللہ میں ہرگز یہ منصب قبول نہ کروں گا۔'' منصور کی قسم کے بعد امام ابوحنیفہ نے بھی حلفیہ الفاظ کے ساتھ انکار کا اعادہ کیا۔

''آپ دیکھتے نہیں کہ امیر المومنین حلف اٹھا رہے ہیں؟'' دربار شاہی کے حاجب ربیع بن یونس نے گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

''امیر المومنین میں قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرنے کی قدرت مجھ سے زیادہ ہے۔'' امام ابوحنیفہ نے اپنے انکار کا اٹل فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

''حاجب!''

''جی حضور!'' ربیع بن یونس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو ذرا خم دیتے ہوئے کہا۔

''انھیں قید خانے میں لے جا کر سمجھاؤ کہ عباسی خلافت اپنی فراخدلانہ پیشکش ٹھکرانے والوں سے کیسا سلوک کرتی ہے۔''

شاہی حاجب نے کوتوال شہر کو بلوایا اور اسے امام کی گرفتاری کے احکام سنائے۔ کوتوال آگے بڑھا اور امام ابوحنیفہ پورے اطمینان اور وقار کے ساتھ کوتوال کے ساتھ چل پڑے۔

❖❖❖

ہر روز امام ابوحنیفہ کو قید خانہ کی کوٹھڑی سے باہر نکال کر قید خانہ کے صحن میں لایا جاتا اور دس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوڑے مارے جاتے اوران سے قاضی بننے کا مطالبہ کیا جاتا۔وہ کہتے"میں اس لائق نہیں ہوں۔"
جب مسلسل کوڑے مارے جانے لگے تو انھوں نے چپکے چپکے دعا کرنا شروع کردی:

"اے اللہ اپنی قدرت کاملہ سے ان کا شر مجھ سے دور کردے۔"

جب سزا بھگتنے کے باوجود بھی انھوں نے سرکاری مطالبے کو نہ مانا تو منصور کے حکم پر امام ابوحنیفہ کے کھانے میں ہلکا ہلکا زہر شامل کیا جانے لگا۔ جو آہستہ آہستہ جسم میں سرایت کرتا جارہا تھا۔

❖❖❖

امام کو قید خانے میں پندرہ دن ہوچکے تھے یہ رجب ۱۵۰ھ کی ایک شام تھی جب پانچ سپاہی ایک میت کو اٹھائے قید خانے سے باہر آئے۔آج وہ باضمیر مردمجاہد، دینی ذوق سے آشنا درویش اورصاحب عقل وخرد فقیہ شہید ہوکر راحت پاچکا تھا جس نے جیتے جی ہزاروں مصائب برداشت کیے، مخالفین کی ایذا گوارا کی، بہتان طرازی اورافترا پردازی کا خندہ پیشانی سے سامنا کیا، جاہل عوام کے طعنے اورابن الوقت امراء وخلفاء کے مصائب سہے لیکن حوصلہ نہ ہارا۔
جب جنازہ مشرقی بغداد کے مقبرہ خیزران کی طرف روانہ ہوا تو لوگوں کو احساس ہوا کہ علم وفضل اوراخلاق وتقویٰ کی روحانی عظمت اورتاثیر، سطوتِ شاہی اورجاہ وسلطنت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ جنازے کے لیے صفیں درست کی جانے لگیں تو میدان اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ پڑگیا۔لوگوں کے اژدحام کے باعث چھ مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔آخر میں امام کے صاحبزادے حماد نے نماز جنازہ پڑھائی۔

❖❖❖

"ادریس بیٹے مبارک ہو!اللہ نے تمھیں بیٹا عطا کیا ہے۔"ادھیڑ عمر کی عورت نے کمرے کے دروازے پر کھڑے کھڑے گھر کے صحن میں بیٹھے ادریس بن عباس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
یہ خبر سن کر ادریس کے فکر مند چہرے پر بشاشت اورخوشی سے سرشاری کا ایک رنگ چھا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غریب الوطنی اور مفلسی کی زندگی گزارنے والے ادریس بن عباس کے لیے یہ خوشخبری ایک تازہ ہوا کا جھونکا تھی۔

وہ حسب نسب کے لحاظ سے قریشی، ہاشمی تھا لیکن غربت وافلاس نے گھر میں ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ یمن کے قبیلہ بنوازد کی خاتون فاطمہ بنت عبداللہ سے اس کی شادی ہوئی تو معاش کے بارے میں اس کی فکرمندی دوگنا ہوگئی۔ تلاش روزگار کے سلسلے میں وہ مکے سے یمن اپنے سسرال کے ہاں قیام پذیر ہوا لیکن اس کی غیرت وخودداری نے زیادہ عرصہ سسرال پر بوجھ بننا گوارا نہ کیا۔

فلسطین کے اندر بہت سے یمنی قبائل آباد تھے جن سے ادریس بن عباس کے مراسم تھے۔ تلاش معاش کے لیے اس نے فلسطین کا قصد کیا۔ ادریس بن عباس کی بیوی اعلیٰ سیرت واخلاق کی مالک متوکل علی اللہ خاتون تھی۔ وہ مالی تنگ دستی و مفلسی کے اس دور میں نہایت صابر وشاکر اور شوہر کی اطاعت گزار اور وفادار تھی۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی پہلے عسقلان اور کچھ عرصہ بعد عسقلان کی نواحی بستی غزہ میں مقیم ہوگئے۔ یہاں مقیم ہوئے اسے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا۔

یہ رجب ۱۵۰ھ کا وہی دن تھا جس دن امام ابوحنیفہ کی وفات ہوئی جب ادریس بن عباس کے ہاں محمد پیدا ہوا۔ محمد ابھی دو سال کا بھی نہیں ہوا تھا کہ ادریس اپنی بیوی فاطمہ بنت عبداللہ کو روتا دھوتا چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملا۔ غزہ میں فاطمہ بنت عبداللہ کا کوئی قریبی عزیز نہ تھا کہ اسے اس کا سہارا ہوتا۔ اب اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ بچے کو لے کر اس کے ماموں کے ہاں یمن چلی جائے۔

❖❖❖

اس کی تمام آرزوؤں کا مرکز اور توجہات کا محور اس کا بچہ تھا۔ اس نے اس کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی۔ سات سال کی عمر میں محمد نے قرآن حفظ کر لیا۔ اخلاقی لحاظ سے یہاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ماحول ماں کے لیے قابلِ اطمینان نہ تھا۔ چنانچہ یمن میں جب ماں کو بچے کے بگڑنے کا اندیشہ ہوا تو وہ اس کی خاندانی و نسبی شرافت کے تحفظ کے لیے اس کے ددھیال مکہ میں آئی اور محمد علم کی اگلی اعلیٰ منازل کے حصول میں مصروف ہو گیا۔

بچے کے سرپرست چچا کی مالی حالت بھی اچھی نہ تھی۔ اس وجہ سے بچے کے لیے روزگار کی تلاش کی ضرورت سمجھی جا رہی تھی لیکن بچے کا دل صرف تعلیم کی طرف مائل تھا۔ وہ جب کسی سے کوئی حدیث یا کوئی مسئلہ سنتا تو فوراً یاد کر لیتا یا اسے کسی ہڈی، کھال یا کپڑے پر لکھ کر بڑی احتیاط سے ایک مٹکے میں محفوظ کر لیتا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ مکہ میں حدیث و فقہ کی تعلیم کے امام مسلم بن خالد زنجی رحمۃ اللہ علیہ ہیں تو وہ ان سے استفادہ کے لیے ان کے پاس پہنچ گیا۔

امام زنجی رحمۃ اللہ علیہ بڑے جوہر شناس تھے۔ وہ بچے کی ذہانت و ذکاوت اور قوت حافظہ کے باعث اس سے بے حد متاثر اور مانوس ہو گئے۔ انھوں نے تین سال تک بچے کو بڑی توجہ اور شفقت سے پڑھایا۔

❖❖❖

رات کا آخری پہر تھا۔ ایک خوشگوار روشنی اس کے اردگرد پھیلی ہوئی تھی۔ نورانیت سے معمور متبسم چہرے والی ایک بزرگ ہستی اس کے سامنے تھی۔ نور کا ایک ہالہ ہے جو اس ہستی کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہوا محسوس ہوا اور پھر متبسم چہرے کے دہن مبارک کے موتی چمکے اور آواز آئی:

"اے لڑکے تو کس خاندان سے ہے؟"

"میں حضور ﷺ ہی کے خاندان بنو ہاشم سے ہوں"۔

"میرے قریب آ"۔

وہ انتہائی ادب اور فرط عقیدت کے ساتھ آگے بڑھا۔ ایک انجانی سی کشش تھی جس نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے کھینچ کر اس دامن رحمت میں ڈال دیا جو دُنیا میں غریبوں، یتیموں کا ملجا و ماویٰ تھی۔ پھر اس ہستی نے اپنا لعابِ دہن لڑکے کے ہونٹوں اور زبان پر لگایا اور کہا:

''جا اللہ تجھ پر برکت نازل فرمائے''۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ ایک خوشگوار احساس سے سرشار تھا۔ کچھ دن بعد اس نے پھر حضور ﷺ کو خواب میں خانہ کعبہ میں نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ لوگوں کو تعلیم دیتے رہے۔ پھر جب آپ ﷺ تعلیم سے فارغ ہوئے تو وہ جھجکتا شرماتا لیکن جذبہ عقیدت سے سرشار حضور ﷺ کے قریب ہوا اور عرض گزار ہوا:

''یارسول اللہ مجھے بھی کچھ سکھایئے؟''

آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اپنی آستین میں ڈالا اور جب وہ آستین سے باہر آیا تو اس میں ایک ترازو تھی۔

''تیرے لیے میرا یہ عطیہ ہے''۔ حضور ﷺ نے ترازو اسے تھماتے ہوئے کہا۔

زیارتِ نبوی ﷺ سے سرشار جب اس نے اس خواب کی تعبیر ایک مرد صالح سے پوچھی تو اس نے کہا: ''تم دُنیا میں حضور ﷺ کی سنت مبارکہ کی نشر و اشاعت میں امام بنو گے''۔

❖ ❖ ❖

''محترمہ! میں وہ صندوق لینے آیا ہوں جو آپ کے پاس ہم دو افراد بطور امانت رکھوا کر گئے تھے۔'' مکہ کے نواحی علاقے کے ایک آدمی نے محمد بن ادریس کی والدہ سے کہا۔

''صندوق! کون سا صندوق؟'' محمد بن ادریس کی والدہ نے حیرانی سے پوچھا۔

''جی! وہی صندوق جو ہم دو دوست ایک سال پہلے آپ کے پاس رکھوا کر گئے تھے۔''

''وہ تو تمھارا دوست کب کا لے جا چکا ہے، تمھیں ایک عورت سے اس طرح کا مذاق کرتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ دوبارہ مانگنے آ گئے ہو'' فاطمہ بنت عبداللہ کی ناگواری ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہجے سے جھلک رہی تھی۔

''امانتوں کی واپسی کا یہ کون سا طریقہ ہے کہ جو چیز دو آدمیوں کی موجودگی میں آپ کو سونپی گئی، آپ نے اسے ایک شخص کے حوالے کر دیا'' اجنبی کے لہجے میں تیزی آ گئی تھی۔

''وہ تمھارا ساتھی تھا۔ میں نے اسے اچھی طرح پہچان کر ہی وہ صندوق اس کے حوالے کیا تھا۔'' یہ کہتے ہوئے فاطمہ بنت عبداللہ روہانسی سی ہو گئی۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔

''میں نے چیز آپ کے پاس رکھوائی تھی۔ میں آپ سے سامان لیے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔'' آدمی کی آواز بلند ہوتی گئی تھی۔

محمد بن ادریس کی ماں فاطمہ بنت عبداللہ نے معاملے کو خوش اسلوبی سے ختم کرنے کے لیے آدمی کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ آدمی اپنے مطالبے سے ہٹنے کے لیے بالکل تیار نہ تھا۔ صورتحال لحہ بہ لحہ شدت اختیار کرتی جارہی تھی۔ قبیلہ قریش کی معزز خاتون کے لیے یہ بات کم اذیت ناک نہ تھی کہ ایک مرد اس کے دروازے پر کھڑا چیخ چیخ کر اپنی امانت کی واپسی کا مطالبہ کر رہا تھا۔

''یہ شخص میری غربت کے باعث مجھے بد دیانت سمجھ رہا ہے۔'' اس خیال کے آتے ہی فاطمہ بنت عبداللہ کے چہرے پر فکر و تشویش کی پرچھائیاں سی آ گئیں۔

''اور اگر یہ مکہ کی گلیوں میں اس بات کو دہراتا پھرے گا تو میری دیانت داری تو لوگوں کی نظروں میں مشکوک ہو جائے گی۔'' رسوائی کے اس تصور نے انھیں ہلا کر رکھ دیا۔

مکے کے لوگ محمد بن ادریس کی والدہ کی امانت و دیانت پر بھروسہ کرتے تھے اور اکثر ان کے پاس اپنی قیمتی امانتیں رکھوا دیتے تھے۔ ایک سال پہلے دو آدمی ان کے گھر پر آئے اور انھیں ایک وزنی صندوق کو بطور امانت رکھنے کے لیے کہا۔

''اسے میرے سامنے کھول کر تمام چیزوں کی گنتی کرو۔'' فاطمہ بنت عبداللہ کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ یہ افراد اجنبی تھے، اس لیے انھوں نے ایسا کرنا ضروری سمجھا۔

"اب اس پر تالا ڈال دو۔"

ان لوگوں کے جانے کے بعد فاطمہ بنت عبداللہ نے وہ صندوق اٹھا کر مکان کی سب سے زیادہ محفوظ جگہ پر رکھ دیا۔

کوئی چھ ماہ گزرے ہوں گے کہ ان دو آدمیوں میں سے ایک آیا اور اس نے امانت کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ فاطمہ بنت عبداللہ نے بغیر کسی تردد کے صندوق اس کے حوالے کر دیا۔ کئی مہینے گزرنے کے بعد آج اس کا دوسرا ساتھی سامان کا مطالبہ کرنے آ پہنچا تھا۔

فاطمہ بنت عبداللہ پریشان تھیں کہ اس مسئلے کو کیسے حل کیا جائے ان کی مالی حیثیت بھی اتنی مضبوط نہ تھی کہ وہ اپنے پلّے سے اس نقصان کی کچھ بھی تلافی کر سکتیں۔ بیوگی کی تنہائی اور بے بسی کا احساس آج بہت شدید ہو گیا تھا۔ وہ اسی اذیت ناک کیفیت میں تھیں کہ محمد بن ادریس گھر آیا۔ اس نے ایک شخص کو دروازے پر کھڑے چیخ و پکار کرتے ہوئے دیکھا تو ماں سے پوچھا:

کیا بات ہے امی جان! یہ آدمی کس لیے یہاں کھڑا ہے؟"

اس کے پوچھنے پر ماں نے سارا ماجرہ کہہ سنایا۔ اصل واقعہ سننے کے بعد محمد بن ادریس نے اس آدمی سے پوچھا:

"اب آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"وہ صندوق جو ہم نے آپ کے ہاں امانتاً رکھوایا تھا، مجھے دیا جائے۔"

"وہ تو تمھارا ساتھی لے جا چکا ہے۔"

"صاحبزادے! جب صندوق آپ کو سونپتے وقت ہم دونوں موجود تھے تو آپ نے اس اکیلے آدمی کو کیوں سونپ دیا۔ اس میں تو سراسر تمھاری والدہ کی غلطی ہے، مجھے کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے؟"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’غلطی میری والدہ کی نہیں بلکہ تمھاری ہے‘‘ محمد بن ادریس نے بڑے ٹھہراؤ کے ساتھ بات کی۔

’’لڑکے! یہ تم کیا بات کر رہے ہو‘‘ اجنبی نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ ’’ایک طرف میرا سامان نہیں دے رہے تو دوسری طرف غلطی بھی میری بنا رہے۔‘‘

’’شرفا اس طرح گفتگو نہیں کرتے‘‘ محمد بن ادریس نے خود پر ضبط کرتے ہوئے نہایت شائستگی سے کہا۔ ’’آپ کا مطالبہ یہی ہے نا کہ امانتاً رکھا گیا صندوق آپ دونوں کی موجودگی میں آپ کو سونپا جانا چاہیے تھا۔‘‘

’’جی بالکل میرا مطالبہ یہی ہے۔‘‘

’’تو پھر آپ خود تنہا کس منہ سے صندوق لینے چلے آئے ہیں۔ آپ خود دوسروں کے ساتھ دغا کرنا چاہتے ہیں۔ جاؤ! اپنے ساتھی کو ساتھ لے کر آؤ۔ تمھارا صندوق تمھیں مل جائے گا۔‘‘

محمد بن ادریس کی بات سن کر وہ شخص ہکا بکا رہ گیا۔ ایک بڑی عمر کے جہاندیدہ شخص کو محمد بن ادریس نے لڑکپن میں لاجواب کر دیا تھا۔

❖❖❖

استاد زنجی رحمہ اللہ کی مجالس میں اکثر و بیشتر مدینہ کے امام مالک رحمہ اللہ بن انس کا تذکرہ بڑے شوق و ذوق اور عقیدت و محبت کے ساتھ ہوتا رہتا تھا۔ اس لیے اس کے دل میں بھی امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری اور ان سے تحصیل علم کا ولولہ پیدا ہوا۔ اس نے اپنے اس شوق کا اظہار اپنے استاد کے سامنے کیا تو انھوں نے اس کی تائید کی اور فوراً ایک سفارشی خط والیِ مکہ کے نام لکھا کہ وہ والیِ مدینہ کے نام محمد بن ادریس کے لیے ایک سفارشی چٹھی لکھے تاکہ اس کے لیے امام مالک رحمہ اللہ کے درس میں شرکت کی اجازت مل جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوئے مدینہ

مکہ شہر سے باہر مدینہ جانے والے ایک قافلے نے پڑاؤ کیا ہوا تھا اور وہ اس قافلے کے ساتھ مدینہ جانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنی ماں کے سامنے اپنے ارادے کا اظہار اس شوق اور وارفتگی سے کیا کہ غریب ماں اندر سے ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئی۔ ماں کے لیے یہ بڑا کڑا امتحان تھا۔ ایک طرف وہ اپنے بچے کو بہترین زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنا چاہتی تھی تو دوسری طرف زندگی کے واحد سہارے سے ایک لمبے عرصے کے لیے جدائی کا تصور اس کے لیے سوہانِ روح تھا۔ مالی تنگدستی کے باعث وہ بچے کے لیے زادِ سفر کا اہتمام کرنے کے قابل بھی نہ تھی۔

بچے کا شوقِ علم خم ٹھونکے ماں کی مامتا کے مقابل کھڑا تھا۔ ایک جھڑی تھی جو ماں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی صورت جاری ہوگئی اور جب ماں کے چہرے کا مطلع صاف ہوا تو اس نے رُندھے ہوئے لہجے میں کہا:

"ٹھیک ہے بیٹے! میں تمھیں پڑھنے کے لیے ضرور بھیجوں گی"۔ یہ کہتے ہوئے فکرمندی اور غم کی پرچھائیں سی اس کے چہرے پر چھا گئی۔ ماں کے غم انگیز چہرے کو دیکھ کر لڑکے نے ماں کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا:

"ماں اگر آپ میرے جانے سے اتنا ہی پریشان ہیں تو میں اصرار نہیں کرتا۔ آپ کی خدمت میں رہ کر ہی جو کچھ خدا کو منظور ہوگا، سیکھ لوں گا۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نہیں بیٹا!'' ماں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا'' تیرا یہ شوق تو میری دعاؤں کی مراد اور خوابوں کی تعبیر ہے۔ اس کے لیے تو میں نے راتوں کو جاگ کر اور اپنے رب کے حضور دامن پھیلا کر دعائیں مانگیں کہ وہ میرے لال کو اپنے نبی ﷺ کے علم سے مالا مال کر دے''۔ یہ کہتے ہوئے ماں نے بیٹے کو خود سے چمٹا لیا اور آہستہ آہستہ اس کے سر اور گالوں پر اپنے کھردرے ہاتھ پھیرنے لگی۔

''لیکن اماں پھر آپ اتنی فکر مند اور پریشان کیوں ہیں''۔ لڑکے نے ماں کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔

'' بیٹے! میں فکر مند اس لیے ہوں کہ تجھے اتنے لمبے سفر پر کس زادِ راہ کے ساتھ روانہ کروں؟ گھر میں نہ کوئی درہم و دینار ہے جو تیری ضروریات میں کام آئے اور نہ اناج ہی ہے کہ پکا کر تیرے ساتھ کر دوں''۔ یہ کہتے ہوئے ماں کی آواز پھر بھرا گئی۔ جلد ہی اس نے خود کو سنبھالا اور یقین و ایمان سے بھرپور لہجے میں کہنے لگی:'' بیٹے تو فکر نہ کر۔ جس کی راہ میں تو نکل رہا ہے، وہ تیری ضرورتوں کا انتظام بھی کرے گا۔ وہ اپنے بندوں کی ضرورتیں وہاں سے پوری کرتا ہے جہاں سے ان کو گمان بھی نہیں ہوتا''۔ یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ چکی تھی۔

کمرے کے ایک کونے میں لکڑی کا ایک چھوٹا سا صندوق پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسے کھولا اور اس میں سے دو پرانی یمنی چادریں چارپائی پر پھیلائیں اور پھر تہہ کر کے بیٹے کو دیتے ہوئے کہا:

'' جا بیٹے! میں نے تجھے اس پروردگار کے حوالے کیا جس کی تو امانت ہے۔ مجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے۔ وہ ضرور تیری دستگیری کرے گا''۔

اس نے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرا، اسے گلے لگایا۔ ماں کا دل ایک دفعہ پھر بھر آیا، آنکھیں ابلتا چشمہ بن گئیں۔ اس نے اپنے بوسیدہ دوپٹے کے پلو سے آنسو پوچھتے ہوئے اپنے ہاتھ پھیلائے اور چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اے رحمان و رحیم ذات! میں اپنے جگر گوشے کو تیرے محبوب رسول ﷺ کا علم حاصل کرنے کے لیے تیری راہ میں بھیج رہی ہوں۔ جس طرح تو نے مجھ بے کس و بے نوا کی دعائیں قبول کر کے اس کو شوقِ علم سے نوازا ہے اسی طرح اپنی راہ کے اس مسافر کی بے کسی میں غیب سے مدد فرما"۔ پھر اس نے بیٹے کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا: "جا بیٹے خدا تجھے آسمان علم کا درخشندہ ستارہ بنائے۔ اللہ ہی بہترین حفاظت کرنے والا اور وہی سب سے زیادہ دستگیری کرنے والا ہے"۔ یہ کہتے ہوئے اس نے بیٹے کو رخصت کیا اور پھر دیر تک اسے جاتے تکتی رہی۔ حتیٰ کہ وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

❖❖❖

مکہ سے نکل کر وہ اس راستے پر چل پڑا جو ذی طویٰ کی وادی کی طرف جاتا تھا۔ شام ڈھل رہی تھی اور ٹیلوں کے سائے لمبے ہو رہے تھے جب اس نے ایک اونچے ٹیلے کی بلندی سے دیکھا کہ چند چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کے دامن میں ایک قافلہ پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ چھوٹے چھوٹے خیموں کے درمیان جلتے چولہوں سے دھوئیں کے مرغولے اٹھ رہے تھے۔ ایک طرف قافلے والوں کا ساماں ڈھیروں کی صورت میں پڑا تھا۔ قریب ہی سواری کے اونٹ جگالی کر رہے تھے۔

قافلے کو دیکھ کر اس کے قدم تیز ہو گئے لیکن وہ یہ سوچ کر فکر مند ہو گیا کہ وہ قافلے والوں کے لیے اجنبی ہے، نجانے ان کا رویہ اس کے ساتھ کیسا ہو۔ وہ ابھی قافلے کے امیر سے ملاقات کے لیے سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے ایک نہایت ہی شریف صورت بزرگ کو اپنی طرف متوجہ پایا۔ اس نے بڑھ کر بزرگ کو سلام کیا اور اپنی آمد کی غرض و غایت بیان کی۔ بزرگ نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا اور پھر جیسے وہ کسی معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا ہو، اس نے اپنا سر ہلایا اور بڑی شفقت اور لجاجت بھرے انداز میں اصرار کرنے لگا:

"بیٹا! تم میرے ساتھ وعدہ کرو کہ اس سفر کے دوران تم میرے مہمان رہو گے اور مجھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت کا موقع دو گے"۔

اس کے لیے ہامی بھرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ بزرگ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے خیمے میں لے گیا۔ مغرب کی نماز کے بعد دستر خوان بچھ گیا اور وہ بھی بے تکلفی کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ دستر خوان پر موجود تمام لوگ پانچوں انگلیوں سے کھانا تناول کر رہے ہیں۔ وہ اگرچہ تین انگلیوں سے کھانے کا عادی تھا لیکن ان کی دیکھا دیکھی وہ بھی پانچ انگلیوں سے کھانے لگا مبادا کہ وہ اس سے اجنبیت محسوس کریں۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس نے اپنے میزبان کا شکریہ ادا کیا۔ جواباً بزرگ نے نہایت عاجزی اور محبت کے ساتھ دعوت قبول کرنے پر اس کا شکریہ ادا کیا اور نہایت التفات سے دریافت کیا:

"برخوردار تم مکہ کے رہنے والے ہو؟"

"جی ہاں! مکہ ہی میرا مسکن ہے۔"

"قریشی ہو؟"

"جی ہاں! آپ نے درست سمجھا"۔ اس نے کسی قدر حیرت کے ساتھ جواب دیا۔ اور پھر اس کی حیرانگی اس کے لبوں پر آ گئی: "لیکن آپ یہ تو بتائیے کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں مکہ کا رہنے والا ہوں اور خاندان قریش سے میرا تعلق ہے"۔

"برخوردار! اس میں کوئی کمال کی بات نہیں۔ ہر وہ آدمی جو مختلف قوموں اور قبیلوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے اس کے لیے اتنی پہچان کرنا کوئی مشکل نہیں۔ تمھارا لباس دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ تم شہر کے رہنے والے ہو۔ تمھارے کھانے کے ڈھنگ اور دستر خوان پر تمھیں بے تکلف کھاتے دیکھ کر یہ معلوم ہو گیا کہ تم قریشی ہو کیونکہ جو لوگ دوسروں کے دستر خوان پر بے تکلف کھاتے ہیں وہ دوسروں کو بھی دل کھول کر کھلانے سے خوش ہوتے ہیں اور قریش میں یہ خوبی سب قبائل سے نمایاں ہے"۔ مردِ بزرگ نے ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے ہوئے کہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بڑے میاں! یہ تو بتایئے کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟"

"مدینۃ النبی ﷺ عاجز کا وطن ہے"۔

"کیا آپ بتائیں گے کہ اس وقت مدینہ میں کتاب اللہ کا عالم اور سنت رسول ﷺ سے سب سے زیادہ واقف کون ہے"؟

"میرے علم کے مطابق بنو اصبح قبیلے کے سردار حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ بن انس سے بڑا عالم اور مفتیٔ دین اور کوئی نہیں۔ اللہ ان کی قدر و منزلت میں اضافہ فرمائے"۔

"آمین!" امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنتے ہی بیساختہ اس کی زبان سے نکلا: "آہ میرا رب ہی جانتا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کا مجھے کس قدر شوق ہے"۔

"برخوردار تم نیک مقصد کے لیے نکلے ہو اور اللہ انھیں بے سہارا نہیں چھوڑتا جو اس کے سہارے پر نکلے ہوں"۔ یہ بات کرتے ہوئے بڑے میاں کے چہرے کی تمتماہٹ سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ انھیں ایک طالب حدیث کی میزبانی اور مدد کر کے ایک روحانی خوشی حاصل ہو رہی تھی۔ کچھ دیر فضا پر گہرا سکوت رہا اور پھر بڑے میاں یکا یک کھڑے ہو گئے اور خیمے سے باہر چلے گئے۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ خیمے کا پردہ سرکا۔ اور ایک نوجوان غلام نہایت ادب سے اندر داخل ہوا۔ سلام کے بعد اس نے کہا:

"آقا نے آپ کو بلایا ہے آپ میرے ساتھ آجایئے"۔

وہ غلام کے ساتھ باہر نکلا۔ چاند اپنی پوری روشنی ٹیلوں پر بکھیر رہا تھا۔ وہ چند خیموں کے درمیان سے گزرتے ہوئے اونٹوں کے گلے میں پہنچے۔ وہاں ایک طرف بڑے میاں ایک خوبصورت اور جوان اونٹ کی نکیل تھامے کھڑے تھے۔ جب وہ قریب پہنچے تو انھوں نے بڑی گرمجوشی سے کہا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"نوجوان خوش ہو جاؤ! اللہ نے تمھارا شوق پورا کر دیا۔ دیکھو اس بھورے اور بجیلے اونٹ پر تم صبح مدینہ روانہ ہو گے۔ کیا تمھیں یہ پسند ہے؟"

"میرے لیے تو آپ کی یہ شفقت ہی کافی ہے کہ آپ نے مجھے اپنے قافلے میں ساتھ رکھنا گوارا کیا۔ یہ تو آپ کا اتنا بڑا احسان ہے جس کا اجر اللہ کی ذات ہی آپ کو دے سکتی ہے"۔

"تم پر میرا کوئی احسان نہیں۔ تم رسول خدا کے مہمان ہو اور تمھاری خدمت کرنا میرے لیے ایک اعزاز اور سعادت ہے۔ ہم خود تمھیں امام مالک کی خدمت میں پہنچائیں گے"۔ یہ کہتے ہوئے بزرگ کے چہرے کی رعنائی اور آنکھوں کی چمک اس کی اندرونی خوشی کا پتہ دے رہی تھی۔

علی الصبح روانگی کے وقت تمام اونٹ ایک قطار میں کھڑے تھے۔ بڑے میاں نے اسے بڑے ہی عزت و احترام کے ساتھ اس بھورے بجیلے اونٹ پر بٹھایا اور قافلہ عازم مدینہ ہوا۔

❖❖❖

قافلہ منزل بمنزل مدینہ کی طرف بڑھتا رہا اور وہ برابر تلاوت میں مصروف رہا۔ قافلے کو روانہ ہوئے آج آٹھواں دن تھا۔ سنگلاخ اور خشک ٹیلوں کا طویل سلسلہ ختم ہو رہا تھا۔ اور جگہ جگہ وادیوں میں ہریالی نظر آنے لگی تھی۔ عصر کی نماز ہو چکی تھی جب وہ مدینے کے نواح میں کھجوروں کے باغات میں سے گزر رہے تھے۔ کھجور کے لمبے لمبے درختوں کے سائے اب اور زیادہ لمبے ہو گئے تھے۔ اونٹ جوں جوں آگے بڑھ رہا تھا وہ قرآن کے آخری سپارے کی سورتوں کی تلاوت کر رہا تھا اور جب مدینے کے در و دیوار پر اس کی نظر پڑی تو اس کی زبان پر لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ کی آیات تھیں۔ وہ خوشی سے اونٹ پر جھومنے لگا۔ غروب آفتاب سے پہلے ہی قافلہ جذب و شوق سے سرشار مدینے میں داخل ہوا۔

مسجد نبوی پر نظر پڑتے ہی اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ بے اختیار اس کی آنکھوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے آنسو بہنے لگے۔لرزیدہ جسم کے ساتھ وہ مسجد میں داخل ہوا۔نماز پڑھی، روضہ رسول ﷺ پر حاضری دی اور شاہ انبیاء کے حضور سلام پیش کیا۔جب وہ روضہ رسول سے پلٹا تو اس نے دیکھا کہ مسجد میں ایک بزرگ نورانی صورت انتہائی تواضع اور وقار کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے اردگرد نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد سر جھکائے مؤدب بیٹھی ان کا درس سن رہی ہے۔ بزرگ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے۔وہ ایک چادر بطور تہبند باندھے ہوئے اور ایک چادر اوڑھے ہوئے ہیں اور بڑے جوش اور بلند آواز کے ساتھ فرما رہے ہیں:

''مجھ سے نافع نے اور نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا مجھ سے اس قبر کے مکین نے.....'' یہ کہتے ہوئے انھوں نے اپنے دائیں ہاتھ سے روضۂ رسول ﷺ کی طرف اشارہ کیا اور پوری حدیث سنائی۔جب بھی کوئی نئی حدیث سناتے تو سند کا سلسلہ جب نبی کی ذات تک پہنچتا تو وہ پھر روضۂ رسول ﷺ کی طرف اشارہ کرتے اور شائقین علم ایک نئے جذبے سے سرشار ہو جاتے۔

یہ منظر دیکھ کر اس کے دل پر ایک رعب ساطاری ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ بزرگ امام مالک رحمہ اللہ ہیں۔وہ سفر کی تکان بھی بھول گیا اور مجلس کے اختتام تک وہیں بیٹھا رہا۔

اگلے دن وہ والیٔ مدینہ کے محل پہنچا اور اسے والیٔ مکہ کا وہ تعارفی خط پیش کیا جس میں والیٔ مدینہ کو سفارش کی گئی تھی کہ وہ محمد بن ادریس کو امام مالک رحمہ اللہ کے درس حدیث میں باقاعدہ شرکت کی اجازت دلوانے میں اس کی مدد کرے۔ والیٔ مدینہ نے خط نہایت غور سے پڑھا اور گویا ہوا:

''صاحبزادے! میرے لیے حضرت مالک رحمہ اللہ بن انس کے دروازے پر حاضر ہونے کی نسبت مدینے سے مکے تک پاپیادہ گھسٹ کر جانا زیادہ آسان ہے۔مجھ میں ان کی بارگاہ میں بات کرنے کا یارا نہیں''۔ مدینے کا گورنر امام مالک رحمہ اللہ کی علمی وجاہت، مرتبے اور وقار کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیبت سے مرعوب نظر آ رہا تھا۔نوجوان محمد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شہرت سے تو آگاہ تھا لیکن اس کے لیے یہ تجربہ نیا تھا کہ مدینے کا حاکم بھی ان کے تصور سے کانپ رہا تھا۔

''لیکن میری نسبت آپ کے لیے ان سے بات کرنا آسان ہے.....'' اس نے نہایت لجاجت بھرے انداز میں والیٔ مدینہ سے کہا۔''خدا آپ کا بھلا کرے۔آپ مشکل کے حل کے لیے میرے ساتھ چلیے۔اللہ آپ کی مشکل آسان کرے گا''۔

اس کی بات سن کر والیٔ مدینہ ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گیا۔کچھ ہی دیر بعد وہ دونوں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر پہنچ گئے۔والیٔ مدینہ نے خود دروازہ کھٹکھٹایا۔تھوڑی دیر بعد ایک سیاہ فام خادمہ دروازے پر آئی اور والیٔ مدینہ کا نام پوچھ کر اندر چلی گئی اور پھر کافی دیر بعد برآمد ہوئی اور کہنے لگی:

''میرے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو رقعہ پر لکھ دیجیے،اس کا جواب مل جائے گا۔اگر کسی حدیث کے بارے میں پوچھ گچھ کرنی ہے تو آپ کو حدیث کی مجلس کا دن یاد ہی ہے۔لہٰذا آپ تشریف لے جاسکتے ہیں''۔

وہ حیران تھا کہ یہ کیسی عالمانہ وجاہت ہے کہ جس کے سامنے حاکم وقت بھی سرنگوں ہے۔ خادمہ مڑنے ہی والی تھی کہ والیٔ مدینہ نے لجاجت بھرے انداز میں اس سے کہا:

''جا کر عرض کرو کہ والیٔ مکہ کا ایک نہایت اہم خط لے کر میں حاضر ہوا ہوں''۔یہ سن کر خادمہ پھر چلی گئی۔تھوڑی دیر بعد وہ ایک کرسی لے کر برآمد ہوئی۔اس نے ایک مناسب جگہ پر کرسی رکھی ہی تھی کہ پیچھے پیچھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بہزار شان و وقار و تمکین جلوہ فرما ہوئے۔ کشیدہ قامت نورانی صورت،نہایت نفیس عبا زیب تن کیے ہوئے وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ والیٔ مدینہ نے والیٔ مکہ کا خط ان کی خدمت میں پیش کیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ خط پڑھتے پڑھتے جب اس مقام پر پہنچے:''اس شائق علم (محمد بن ادریس) سے گفتگو کر لیجیے اس سے حسن سلوک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا برتاؤ کیجیے اس کی آرزو پوری کیجیے۔" تو انھوں نے وہ خط ہاتھ سے پھینک دیا اور کہا:

"سبحان اللہ! کیا حضور ﷺ کا علم اب اس قابل ہی رہ گیا کہ وہ حکمرانوں کے وسائل اور رسائل کے ذریعے حاصل کیا جایا کرے گا؟"۔

اس نے دیکھا کہ امام کے رعب اور ان کے غصّے کی ہیبت کے باعث والیٔ مدینہ کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تو اس نے آگے بڑھ کر خود معذرت پیش کرتے ہوئے کہا:

"حضرت! میں مکہ کا ایک مطلبی ہاشمی مگر مفلس و بے نوا انسان ہوں۔ ذوق علمی کی تسکین کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں"۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کی بات سن کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ سر سے پیر تک اسے دیکھا اور پھر پوچھا:

"تمھارا نام کیا ہے؟

"میرا نام محمد ہے"۔

"اپنا سلسلہ نسب بیان کرو"۔

"محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع رضی اللہ عنہ بن سائب رضی اللہ عنہ بن جنید بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد المطلب بن عبد مناف۔ میرے جد امجد شافع رضی اللہ عنہ اور ان کے والد سائب رضی اللہ عنہ دونوں صحابیٔ رسول تھے"۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بڑی توجہ سے سنتے رہے اور جب محمد بن ادریس نے اپنی بات مکمل کر لی تو اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اِتَّقِ اللّٰہ فسیکون لَکَ شان ۔ خدا سے ڈرتے رہنا تمھاری شان بڑی نمایاں ہوگی۔ اللہ نے تمھارے قلب پر نور کا القاء کیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ گناہوں کے ارتکاب سے یہ نور بجھ جائے۔" کچھ توقف کے بعد پھر کہنے لگے: "اچھا! کل آنا اور اپنے ساتھ ایک آدمی لیتے آنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو تمھارے لیے قراُت کرے''۔

❖❖❖

مختلف اساتذہ کے درس کے طریقے مختلف تھے۔ اکثر شیوخ کا یہ دستور تھا کہ وہ خود کسی اونچی جگہ پر بیٹھ جاتے یا کھڑے ہو جاتے، طلباء سامنے صف بستہ بیٹھتے، استاد پڑھاتا جاتا یا روایت بیان کرتا، شاگرد اس کو لکھتے جاتے لیکن مدینہ منورہ کے اکثر شیوخ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنی جمع کردہ احادیث، فتاویٰ کو خود ہی لکھ لیتے تھے اور کسی ذہین اور سمجھدار طالب علم کو دے دیتے تھے۔ جب درس شروع ہوتا تو وہ شاگرد اس کو پڑھتا جاتا اور جہاں اس کی وضاحت کی ضرورت ہوتی شیخ اس کی وضاحت کرتا رہتا۔ یہی طریقہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس بڑی باوقار ہوتی تھی۔ تمام طلباء مودب بیٹھتے۔ عود دان میں بخور سلگتا رہتا جس سے پورے ہال میں بھینی بھینی مہک پھیلی رہتی۔ استاد اور طلباء صاف ستھرا لباس پہن کر بیٹھتے۔ تمام مجلس پر خاموشی طاری رہتی، طلباء ورق بھی بڑی آہستگی سے پلٹتے۔ کاشانۂ امامت پر بارگاہِ شاہی کا گمان ہوتا تھا۔ طلبا کا ہجوم، فتویٰ لینے والوں کی بھیڑ، امراء کی حاضری، علما کا حاضر ہو کر فیضانِ نبوی حاصل کرنا، یہ سب باتیں دیکھنے والے پر رعب طاری کر دیتی تھیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میزبان

مسجد نبوی میں حدیث کی مجلس برپا تھی۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ جب بھی وہ کوئی حدیث بیان کرتے ہیں تو محمد بن ادریس ہاتھ میں پکڑے ہوئے ایک تنکے کو منہ میں ڈالتا ہے اور پھر اپنی بائیں ہتھیلی پر اس تنکے سے کھیلتا رہتا ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کی اس حرکت کو بار بار دیکھ رہے تھے لیکن اسے اس بات کا احساس تک نہ ہوا۔آخر کچھ دیر بعد مجلس برخاست ہوئی، سب لوگ اٹھ کر جانے لگے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسے دیکھتے رہے کہ وہ بھی اٹھ کر جاتا ہے یا بیٹھا رہتا ہے۔سب لوگ چلے گئے اور وہ اپنی جگہ بیٹھا رہا۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے پاس بلایا۔وہ نہایت ادب سے قریب جا کر بیٹھ گیا کچھ دیر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسے بڑے غور سے دیکھتے رہے اور پھر سوال کیا:

''تم حرم کے رہنے والے ہو؟''

''جی ہاں'' محمد بن ادریس نے کہا۔

''مکی ہو؟''

''جی ہاں''

''قریشی ہو''

''جی میں قریشی ہوں''۔

''اوصاف تو سارے موجود ہیں لیکن تمھیں ایک بے ادبی کرتے دیکھا ہے''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت! میری کس بے ادبی سے آپ کو تکلیف پہنچی ہے؟'' محمد بن ادریس نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف انتہائی ادب سے متوجہ ہوتے ہوئے دریافت کیا۔

''میں تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سنا رہا تھا اور تم سننے کی بجائے اپنی ہتھیلی پر تنکے کے ساتھ کھیل رہے تھے''۔

''حضرت! میں کھیل نہیں رہا تھا......'' محمد بن ادریس نے نہایت سنجیدگی اور ادب سے کہا۔

''بلکہ آپ سے جو کچھ سنتا تھا اسے میں اس تنکے سے اپنی ہتھیلی پر لکھتا جا رہا تھا تاکہ یاد رہے۔ چونکہ میرے پاس لکھنے کے لیے قلم دوات تھی نہ کاغذ تو اس لیے مجبوراً مجھے ایسا کرنا پڑا۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اس بات سے بڑا تعجب ہوا۔ وہ کچھ دیر اسے دیکھتے رہے اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور ہتھیلی دیکھ کر کہا:

''اس پر تو ایک حرف بھی تحریر نہیں ہے''۔

''حضرت لعاب دہن سے لکھا تھا اور لعاب سے لکھا کتنی دیر باقی رہ سکتا تھا لیکن اس خامہ فرسائی کا یہ فائدہ ہوا کہ جتنی حدیثیں میں نے آپ سے سنی ہیں وہ سب خدا کے فضل و کرم سے مجھے یاد ہو گئی ہیں''۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ سن کر بڑی حیرت ہوئی، وہ بولے:

''اچھا سب حدیثیں تو نہیں تم ایک ہی حدیث پوری سنا دو''۔

''مجھ سے مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نافع اور ابن عمر کے واسطے سے روایت کی ہے کہ فرمایا اس قبر کے مکین نے......'' یہ کہتے ہوئے محمد بن ادریس نے اپنے شیخ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہاتھ دراز کر کے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا اور اس طرح وہ پچیس حدیثیں زبانی سنا دیں جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجلس میں سنائی تھیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جب پوری پچیس حدیثیں صحیح متن کے ساتھ سنیں تو وہ اس کی ذہانت اور حافظے پر حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔ ان کی گفتگو ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ مسجد نبوی اذانِ مغرب سے گونجنے لگی۔ نماز سے فراغت کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم کو بلایا اور محمد بن ادریس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''اپنے آقا کو گھر لے جا''۔اور پھر محمد بن ادریس کو کہا: ''آپ اس خادم کے ساتھ گھر تشریف لے چلیں۔''

''زہے نصیب'' یہ کہتے ہوئے وہ غلام کے ساتھ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کی طرف چل پڑا۔

گھر پہنچ کر غلام اسے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے گیا۔وہاں اسے بٹھانے کے بعد اس نے کہا:

''جناب گھر میں قبلہ کا رخ یہ ہے''۔یہ کہتے ہوئے اس نے قبلہ کا زاویہ بنایا اور پھر ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا: ''بیت الخلا اس طرف ہے اور پانی کا لوٹا یہاں رکھا ہوا ہے''۔یہ بتانے کے بعد وہ گھر کے اندر چلا گیا۔

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ خود تشریف لے آئے۔خادم ان کے پیچھے ہاتھوں میں خوان اٹھائے ہوئے تھا۔قریب آ کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ سلام کہا اور خادم سے خوان لے کر فرش پر رکھا اور خادم سے کہا:

''چلو ہاتھ دھلواؤ''۔

خادم پانی کا برتن لے کر مہمان کی طرف لپکا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا:

''تمھیں نہیں معلوم کہ پہلے میزبان کو ہاتھ دھونا چاہئیں اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد پہلے مہمان کے ہاتھ دھلوانا چاہئیں''۔

چنانچہ خادم نے پہلے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ دھلوائے اور پھر مہمان کے۔مہمان کو اس بات پر حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔اس نے امام مالک سے اس کی حکمت دریافت کی تو انھوں نے کہا:

''مہمان کو کھانے پر چونکہ میزبان بلاتا ہے اس لیے میزبان کو ہی ہاتھ دھو کر دستر خوان پر پہنچنا چاہیے اور کھانے کے بعد میزبان اس لیے آخر میں ہاتھ دھوئے کہ ممکن ہے کہ کوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مہمان دسترخوان پر آ جائے تو میزبان بھی کھانے پر اس کا ساتھ دے سکے۔''

ہاتھ دھونے کے بعد میزبان اور مہمان دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خوان کھولا تو اس میں دو برتن تھے۔ ایک میں دودھ اور دوسرے میں کھجوریں تھیں۔ میزبان نے بسم اللہ کی تو مہمان نے بھی کھانا شروع کیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ کھانا ان دونوں کے لیے ناکافی ہے۔ اس لیے معذرت خواہانہ انداز میں کہنے لگے:

''اے ابوعبداللہ! ایک مفلس وقلاش فقیر دوسرے فقیر کے لیے جو کچھ پیش کر سکتا تھا وہ اسی قدر تھا''۔

''جناب معذرت تو وہ کرے جس سے کوئی قصور سرزد ہوا ہو''۔ محمد بن ادریس نے دودھ کا برتن منہ سے ہٹاتے ہوئے کہا: ''وہ معذرت کیوں کرے جس نے احسان کیا ہو۔ آپ نے تو مجھ بے نوا پر جو شفقت فرمائی ہے اس کا احسان میں زندگی بھر نہیں بھلا سکتا''۔

کھانے سے فراغت کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مہمان کے پاس بیٹھے دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ رات گئے تک وہ اہل مکہ کے حالات پوچھتے رہے اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا:

''رات کافی بیت چکی ہے، اب آپ آرام کیجیے''۔

وہ لیٹتے ہی بے خبر ہو گیا۔ آخر رات کسی نے دروازے پر دستک دی اور بڑی شفقت آمیز آواز میں کہا:

''آپ پر خدا کی رحمت ہو، نماز کا وقت ہو گیا ہے''۔

وہ فوراً اٹھ بیٹھا۔ اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ میں پانی بھرا لوٹا لیے کھڑے ہیں۔ علم وعرفان کے وہ امام جن کے سامنے بڑے بڑے حکمران سہمے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں وہ اس کے لیے پانی کا برتن اٹھائے ہوئے ہے، اسے یہ دیکھ کر بڑی شرم آئی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کی اس کیفیت کو تاڑ گئے اور نہایت محبت آمیز لہجے میں بولے:

''اے ابوعبداللہ! کچھ خیال نہ کرو۔ مہمان کی خدمت کرنا تو میزبان کا فرض ہے اور پھر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مہمان کی خدمت جو حقیقت میں رسول اللہ کا مہمان ہے، فضیلت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے''۔

اس نے محسوس کیا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے انسان ہیں۔ اور بڑے انسانوں کی بڑائی چھوٹے چھوٹے کاموں سے ہی عیاں ہوجاتی ہے۔ اس نے چستی کے ساتھ نماز کی تیاری کی اور مسجد نبوی کے صحن میں پہنچ گیا۔ سنتیں ادا کیں اور جماعت کے انتظار میں بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مصلے پر پہنچ گئے۔ جب نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو کافی اندھیرا تھا۔ انھوں نے انتہائی سکون کے ساتھ نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ذکر وتسبیح میں مشغول ہوگئے اور وہ بھی بیٹھا رہا۔ جب مدینے کی پہاڑیوں پر دھوپ چمکنے لگی تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ آج پھر اسی شان کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے جیسے کل بیٹھے تھے اور اپنی حدیث کی کتاب موطا محمد بن ادریس کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے کہا:

''پڑھو!''

اس نے ادب کے ساتھ کتاب پکڑی اور بلند آواز سے پڑھنا شروع کردی۔ طلبا لکھنے میں مصروف ہوگئے۔ امام کی ہیبت سے مرعوب ہوکر جب بھی وہ ارادہ کرتا کہ قراءت کا سلسلہ منقطع کردے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کی قرأت واعراب پر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے:

''صاحبزادے اور...... اور''

اب یہ روزانہ کا معمول تھا۔ محمد بن ادریس نے اسی طرح پورے آٹھ مہینے گزارے اور امام مالک سے ان آٹھ ماہ میں دوبارہ سماع موطا کیا۔ اس عرصے میں وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اتنا قریب ہوگیا کہ انجان آدمی ان کے درمیان بے تکلفی کو دیکھ کر اسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کا ہی ایک فرد سمجھنے لگتا۔ اس دوران اس نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مدینہ کے دیگر اہل علم سے بھی استفادہ کیا اور حدیث وفقہ میں پختگی حاصل کی۔

❖❖❖

''میں قمریوں کا تاجر ہوں'' حلقہ درس میں شریک ایک خوش وضع شخص نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کومخاطب کرتے ہوئے فتویٰ طلب کرنے کی غرض سے بات شروع کی۔ ''میں نے ایک شخص کو ایک قمری فروخت کی اور یہ بھی کہا کہ یہ قمری خوب بولتی ہے۔ سودا طے پا گیا اور وہ شخص قمری لے کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ خریدار واپس آ گیا اور کہنے لگا کہ یہ قمری تو نہیں بولتی ۔ اس دوران میری اور اس کی تکرار ہوگئی ۔ دوران بحث میری زبان سے یہ جملہ نکل گیا کہ میری قمری کبھی خاموش نہیں رہتی ۔ اگر خاموش رہے تو میری بیوی پر طلاق ہو۔ اب آپ فرمایئے میری بیوی پر طلاق تو نہیں ہوئی کیونکہ قمری ہر وقت تو نہیں بولتی رہتی''۔

''تیری بیوی کو طلاق ہوگئی'' ۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ وہ شخص رنجیدہ وآزردہ مجلس سے اٹھا اور گھر کی طرف چل دیا۔ محمد بن ادریس خاموشی سے اٹھا اور اس شخص کے پیچھے ہولیا۔ تھوڑی دور پہنچ کر اس نے اس شخص کو آواز دی۔ وہ رک گیا تو اس نے اس سے دریافت کیا:

''ایک بات بتاؤ تیری قُمری اکثر بولتی ہے یا اکثر چپ رہتی ہے''۔

''وہ اکثر بولتی ہے اور کبھی کبھی خاموش بھی رہتی ہے'' تاجر نے کہا:

''مطمئن رہو! تمھاری بیوی کو طلاق نہیں ہوئی''۔ یہ کہہ کر محمد بن ادریس واپس آ کر پھر سے حلقہ درس میں شریک ہوگئے ۔ وہ سائل بھی پیچھے پیچھے واپس آ گیا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ سے کہنے لگا:

''جناب والا میرے معاملے پر پھر سے غور فرمایئے!''

''تیرے حق میں میرا وہی فتویٰ ہے'' امام مالک رحمہ اللہ نے پھر وہی جواب دیا۔

''آپ کے حلقہ درس میں شریک اس نوجوان نے ابھی ابھی مجھے اطمینان دلایا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی''۔ سائل تاجر نے محمد بن ادریس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''تم نے یہ غلط فتویٰ کیوں دیا''؟ امام مالک رحمہ اللہ نے عتاب آمیز لہجے میں محمد بن ادریس سے پوچھا۔

''میں نے اس سے دریافت کیا تھا......'' اس نے انتہائی ادب مگر اعتماد کے ساتھ استاد کو جواب دیتے ہوئے کہا: ''آیا تیری قمری زیادہ تر بولتی ہے یا زیادہ تر خاموش رہتی ہے۔ اس نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتایا کہ وہ زیادہ تر بولتی ہے اور کبھی کبھی خاموش بھی رہتی ہے۔اس لیے میں نے یہ فتویٰ دیا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی''۔

یہ سن کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور زیادہ غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے:

''یہاں کثرت وقلت کی بحث کہاں سے آگئی''۔

''استاد مکرم! آپ ہی نے عبید اللہ بن زیاد کے واسطے سے یہ روایت بیان فرمائی ہے کہ فاطمہ بنت قیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابوجہم رضی اللہ عنہ نے مجھے شادی کا پیغام بھیجا ہے آپ مشورہ دیں کہ ان دونوں میں سے کس کے پیغام کو قبول کروں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاویہ تنگدست ہے اور ابوجہم کبھی کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا۔(یعنی بیویوں کو اکثر مارتا رہتا ہے) حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ ابوجہم سوتا بھی ہے اور دیگر فطری حوائج ضروریہ میں بھی مصروف رہتا ہے۔ظاہر ہے اس وقت تو وہ اپنی لاٹھی کندھے پر نہ رکھتے تھے۔اس سے میں نے قیاس کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشائے مبارک یہ تھا کہ وہ اکثر کندھے پر لاٹھی رکھے رہتا ہے۔اس بناء پر میں نے اس کو یہ فتویٰ دیا کہ قمری چونکہ اکثر بولتی ہے اس لیے طلاق نہیں ہوئی''۔

''ہاں بھائی جاؤ!'' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تاجر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا'' واقعی تمھاری بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔محمد بن ادریس کا استدلال معقول ہے''۔

محمد بن ادریس کی یہ باریک بینی اور نکتہ رسی دیکھ کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کہا:''اب تم میں فتویٰ دینے کی صلاحیت پیدا ہو چکی ہے''۔

محمد بن ادریس کی عمر ابھی پندرہ سولہ سال ہی ہوئی تھی کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر محدثین وفقہاء نے متفقہ طور پر انھیں دینی مسائل میں فتویٰ دینے کی اجازت دیدی۔

❖❖❖

مسجد نبوی کے منبر اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک خوبصورت اور خوش پوش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوجوان نہایت سکون اور سلیقے کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ وہ بظاہر پردیسی نظر آتا تھا۔ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد اکثر حجاج روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کے لیے مدینہ آ رہے تھے۔ اپنے رنگ ڈھنگ اور وضع قطع کے باعث محمد بن ادریس کو وہ بڑا ہی بھلا لگا۔ وہ دیر تک اسے تکتا رہا۔ جب اس نے نماز ختم کر لی تو اس نے آگے بڑھ کر اجنبی سے پوچھا:

''یا اخی! آپ کہاں کے رہنے والے ہیں''؟

''میرا وطن عراق ہے''۔ اجنبی نوجوان نے نہایت شائستگی سے جواب دیا۔

''عراق کا کونسا علاقہ؟''

''کوفہ''

کوفہ کا نام سنتے ہی محمد بن ادریس کے ذہن میں کچھ باتیں تازہ ہوگئیں۔ اس نے اجنبی سے پوچھا:

''آپ جانتے ہیں کہ آج کل کوفہ میں کتاب و سنت کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟''

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد محمد رحمۃ اللہ علیہ بن حسن اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ...... یہ دونوں کوفے کے قابل اعتماد مفتی ہیں''۔

''کیا آپ مجھے بتا سکیں گے کہ کوفہ کو آپ کی واپسی کب ہوگی؟''

''جی! ہم کل صبح سویرے ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے''۔

جونہی یہ بات اسے معلوم ہوئی وہ سیدھا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی:

''استادِ مکرم! آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ میں گھر سے صرف اس لیے نکلا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ علم حدیث حاصل کروں۔ سنا ہے کہ کوفہ میں بھی حدیث اور فقہ کے بڑے بڑے علماء موجود ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ کوفہ کے علما سے بھی کسب فیض کروں۔ ایک طرف میری ماں مکے میں میری واپسی کی منتظر ہے دوسری طرف تحصیل علم کا ایک موقع بھی ہاتھ آیا ہے کہ کل ہی یہاں سے عراق کا ایک قافلہ روانہ ہو رہا ہے۔ میں اہل قافلہ کی رفاقت میں بآسانی عراق پہنچ سکتا ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایئے کہ واپس والدہ کی خدمت میں پہنچ جاؤں یا علم کی طلب وجستجو میں آگے بڑھوں؟''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے شاگرد کی بات کو انتہائی توجہ سے سنتے رہے تھے کچھ دیر سر جھکائے خاموش رہے۔ فضا پر گہرا سکوت چھایا رہا۔ پھر انھوں نے سر اٹھایا اور گویا ہوئے:

''برخوردار! علم کے فائدے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ تم تو جانتے ہو کہ طالب علم کے لیے فرشتے بھی پر بچھاتے ہیں۔ تم کوفہ ضرور جاؤ۔ ہماری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔''

استاد کی حوصلہ افزا باتیں سن کر اس کی بہت ہمت بندھی اور اس نے اہل قافلہ کے ساتھ عراق روانہ ہونے کا پختہ عزم کر لیا۔

❖❖❖

صبح سویرے جب وہ روانگی کے لیے تیاری کر رہا تھا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کے کمرے میں آئے۔ ان کے ایک ہاتھ میں چھوٹی سی پوٹلی اور دوسرے میں ایک بڑی سی گٹھڑی تھی۔ انھوں نے پوٹلی محمد بن ادریس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

''بیٹے اس میں تمھارے لیے کھانا ہے اور اس گٹھڑی میں سفر کا دیگر سامان ہے''۔

اس نے انتہائی تشکر آمیز نظروں سے سامان تھام لیا۔ اس کا رُواں رُواں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ممنون و متشکر دکھائی دیتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جن کی ہیبت اور علمی وجاہت کے سامنے بڑے بڑے حکمرانوں کا پتا پانی ہو جاتا ہے، وہ ایک غریب الوطن بے نوا طالب علم کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کس قدر فکر مند ہیں کہ رات کو ہی اس کا سامان سفر اور کھانا تک تیار کروا دیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی تمام جلالت علمی اور وقار و احترام کے ساتھ اپنے شاگرد کو وداع کرنے کے لیے مقام بقیع تک آئے جہاں اہل قافلہ روانگی کے لیے تیار کھڑے تھے۔ اہل قافلہ بصد شوق و احترام مدینہ کی علمی سلطنت کے تاجدار کو حیران نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اچانک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی آواز بلند ہوئی:

''کیا کوفہ تک جانے کے لیے کوئی کرایہ پر اونٹ دیتا ہے؟''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی طرف سے جواب نہ پا کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پھر وہی بات دہرائی۔ کچھ دیر توقف کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر ہانک لگائی تو محمد بن ادریس، جو بڑے تعجب سے ان کی یہ نداء سن رہا تھا، سے نہ رہا گیا اور اس نے آگے بڑھ کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

''حضرت! یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ نہ تو میرے پاس ہی کوئی درہم و دینار ہے اور نہ آپ کے پاس۔ آپ کی جو مالی حالت ہے وہ بھی میرے علم میں ہے۔ آپ میرے لیے کرائے پر اونٹ لے رہیں تو یہ آپ پر ایک ناروا بوجھ ہوگا''۔

شاگرد کی یہ بات سن کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور پھر بڑی رازداری کے انداز میں گویا ہوئے:

''اللہ مسبب الاسباب ہے۔ رات عشاء کی نماز کے بعد جب تم میرے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو کچھ ہی دیر گزری ہوگی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ میں باہر آیا تو دیکھا کہ عبدالرحمٰن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ میں ایک تھیلی پکڑے کھڑے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی وہ تھیلی میری طرف بڑھاتے ہوئے منت سماجت بھرے لہجے میں کہنے لگے کہ میں یہ ہدیہ لے کر آیا ہوں۔ آپ اسے ضرور قبول کر لیں۔ تھیلی لے کر جب میں اندر پہنچا اور اسے کھول کر دیکھا تو اس میں سو دینار تھے۔ پچاس دینار میں نے بال بچوں کے لیے رکھ لیے اور پچاس تمھارے لیے لے آیا ہوں''۔

کسمپرسی کی حالت میں بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اس دریادلی اور سخاوت کو دیکھ کر محمد بن ادریس بہت متاثر ہوا اور اس کے دل نے کہا کہ یہ کتنا بڑا انسان ہے۔

تھوڑی ہی دیر میں ایک اونٹ چار دینار کرایہ پر طے ہو گیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے چار دینار اونٹ والے کو دیے اور باقی رقم محمد بن ادریس کے حوالے کر دی۔ قافلہ روانہ ہوا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ دیر تک کھڑے قافلہ کو جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرزندِ حجاز

قافلے کو مدینے سے چلے آج چوبیسواں دن تھا۔ جب قافلہ کوفہ کے نواح میں پہنچا تو دن ڈھل چکا تھا۔ شہر کی بڑی شاہراہ کے گرد کھجور کے درختوں کے سائے لمبے ہونے لگے تھے۔ ایک ایک کر کے تمام مسافر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے لیکن محمد بن ادریس کا یہاں کوئی گھر تھا نہ اس کے کسی دوست کا مسکن۔ وہ شہر کی جامع مسجد میں یہ دُعا پڑھتا ہوا داخل ہو گیا: ''اے اللہ مجھ پر اپنے فضل کے دروازے کھول دے''۔

جب وہ مسجد میں داخل ہوا تو عصر کی نماز ہو چکی تھی۔ اس نے نماز پڑھی اور مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ کر آنے جانے والوں کو خاموشی سے تکتا رہا۔ اِسی دوران محمد بن ادریس کی نظر ایک خوبرو نوجوان پر پڑی جو نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے اس کے طریقۂ نماز کو دیکھا اور پھر وہ چونک اٹھا کہ نوجوان نماز ٹھیک طرح نہیں پڑھ رہا۔ اس نے اپنی نظریں پھیر لیں کیونکہ وہ کسی بھی انسان کی عیب جوئی سے بچنا چاہتا تھا۔

لیکن یہ عبادت کا مسئلہ تھا اور نوجوان نماز میں غلطی کو دہرا رہا تھا اس لیے محمد بن ادریس کو تکلیف سی محسوس ہوئی۔ وہ کوشش کے باوجود اپنے آپ کو اس سے باز نہ رکھ سکا اور اس کی طرف متوجہ ہوا اور خود کلامی کے انداز میں زیرِ لب بڑبڑانے لگا: ''انسان کتنا غافل ہے کہ زندگی کے اہم ترین فریضے کو بھی صحیح طور پر ادا کرنا نہیں جانتا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوجوان نے نماز ختم کی اور دُعا کے لیے ہاتھ بلند کر لیے۔ وہ نوجوان کو نصیحت کرنا چاہتا تھا لیکن وہ اس خیال سے خاموش تھا کہ نوجوان اس غلطی پر شرمسار ہو جائے گا اور وہ کسی صورت بھی نوجوان کے چہرے پر عکس ندامت دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن دوسری طرف اسے یہ خیال بھی ستا رہا تھا کہ اگر اسی کی کوتاہی کی نشاندہی نہ کی گئی تو وہ ساری عمر یونہی بھٹکتا رہے گا اور روزِ حشر جہاں نوجوان سے پُرسش ہوگی تو وہاں دیکھنے والے سے بھی سوال کیا جائے گا کہ علم رکھنے کے باوجود اس بے راہروی پر خاموش کیوں رہا؟

اس کے دل و دماغ میں یہ کشمکش جاری تھی کہ نوجوان دُعا مانگ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر جیسے ہی وہ جانے کے لیے مڑا محمد بن ادریس نے اسے آواز دی:

''نوجوان! اگر آپ برا محسوس نہ کریں تو میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں''۔

نوجوان ایک لمحے کے لیے رک گیا۔ اس نے محمد بن ادریس کو حیرانی کے ساتھ دیکھا اور پھر کہا:

''جی فرمائیے!''

نوجوان کے لہجے کے تیکھے پن کو نظر انداز کرتے ہوئے محمد بن ادریس اپنی جگہ سے اُٹھا اور اس کے قریب پہنچ کر کہنے لگا:

''یا اخی! کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دو گے کہ میں تم سے تمھاری نماز سے متعلّق بات کر سکوں۔'' محمد بن ادریس نے نہایت محتاط اور دلآویز لہجہ میں کہا۔

نوجوان نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا اور پھر تیز آواز میں بولا: ''تم میری نماز سے متعلّق بات کرنا چاہتے ہو!'' نوجوان کے ایک ایک لفظ سے حیرت و استعجاب کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ یہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ اس سے بھی کم عمر ایک اجنبی اس سے اس موضوع پر بات کرنے کی جسارت کرے گا۔ اس نے بے قراری کے انداز میں کہا:

''تمھیں جو کچھ کہنا ہے کہہ ڈالو۔'' اب عراقی نوجوان کے لہجے سے تمکنت کے ساتھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ غرور بھی ٹپکنے لگا تھا۔

''میرے لیے یہ بات بہت آسان تھی کہ میں تمھاری غلطی پر چشم پوشی سے کام لیتا اور اس طرح تمھاری نفرت وغضب کا نشانہ بننے سے بچ جاتا......'' محمد بن ادریس نے نوجوان کے غرور کو نظر انداز کرتے ہوئے بدستور نرم وشیریں لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ''مگر میرے پیارے بھائی روزِ حشر میں خدا کی گرفت تمھارے انداز ے سے بھی زیادہ سخت ہوگی۔ بھائی نماز پوری صحت کے ساتھ پڑھا کرو۔ اللہ تمھارے اس چاند سے مکھڑے کو جہنّم کی جھلس سے بچائے رکھے۔''

عراقی نوجوان جو پہلے ہی اسے نہایت خشمگیں نظروں سے دیکھ رہا تھا، اب یہ تلخ نصیحت سن کر تو وہ بھڑک اُٹھا:

''تمھیں دوسروں کی عبادات میں غلطیاں نکالنے کا حق کس نے دیا ہے؟''

''میرے علم نے جو میرے اللہ نے مجھے بخشا ہے''۔ محمد بن ادریس نے باوقار لہجے میں اس طرح کہا کہ اس کے چہرے اور کسی لفظ سے بھی غرور کا اظہار نہ ہوتا تھا۔

''تمھاری عمر تمھارے دعوے کا ساتھ نہیں دیتی''۔ نوجوان کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔

''دعوے کا تعلق عمر سے نہیں علم اور صلاحیت سے ہوتا ہے۔ جن کو اصلاح اور ہدایت مطلوب ہوتی ہے وہ کہنے والے کے چہرے کو نہیں اپنے عمل کو دیکھتے ہیں''۔ محمد بن ادریس نے صبر وتحمل سے کام لیتے ہوئے کہا۔

عراقی نوجوان پر اس کی عالمانہ گفتگو کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ اس کی باتوں کو عمر کے پیمانوں سے ماپ رہا تھا۔ مقامی نوجوان کے لیے یہ بات سخت ناگوار تھی کہ ایک کم عمر اجنبی اس کی نماز پر اعتراض کر رہا تھا۔

''محسوس یہ ہوتا ہے کہ تم حجازی [مکے مدینے کے رہنے والے] ہو''؟ عراقی نوجوان کے غصے میں مزید شدت پیدا ہو چلی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بے شک میں حجازی ہوں......'' محمد بن ادریس نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔ وہ عراقی نوجوان کی بات کا مفہوم نہیں سمجھا تھا۔ ''مگر میرے حجازی ہونے سے تمھاری نماز کا کیا تعلق؟ حجاز ہو یا عراق، شام ہو یا مصر، اسلام تو ہر جگہ ایک ہی رہتا ہے۔''

''میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم حجازی ہو......'' نوجوان نے تحقیر آمیز لہجے میں کہا۔

''......کیونکہ یہ روکھا پن اور خشک مزاجی حجازیوں ہی میں پائی جاتی ہے۔ بھلا ان لوگوں کو عراقیوں جیسی نرمی و شگفتگی کہاں نصیب!'' اور پھر ذرا تیز لہجے میں بولا: ''مجھے اس مسجد میں پندرہ سال نماز پڑھتے ہوئے ہوگئے ہیں۔ جانتے ہو اس مسجد میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دو بڑے شاگرد امام ابویوسف اور امام محمد نماز پڑھنے آتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ نماز پڑھتا ہوں۔ ان عظیم ائمہ کو میری نماز میں کبھی کوئی کوتاہی نظر نہ آئی۔ آپ کل کے چھوکرے چلے ہیں اعتراض کرنے۔ ہونہہ......'' یہ کہتے ہوئے نوجوان نے بڑی حقارت اور غصے کے ساتھ اپنی چادر محمد بن ادریس کے منہ پر جھاڑی اور منہ ہی منہ میں کچھ کہتا اور پاؤں پٹختا ہوا چلا گیا۔

محمد بن ادریس کو نوجوان کی باتوں سے خفت بھی ہوئی اور حیرت بھی کہ امام محمد اور ابویوسف نے اس کو ٹوکا کیوں نہیں۔

❖❖❖

نوجوان جب مسجد کے صدر دروازے پر پہنچا تو اسے وہاں امام ابویوسف اور امام محمد نظر آ گئے۔ علم فقہ کی ان جلیل القدر ہستیوں کو دیکھتے ہی نوجوان بے قابو ہو گیا۔

''حضرت! آپ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے مجھے ایک زمانہ ہو گیا ہے......''۔ نوجوان جذباتی لہجے میں بول رہا تھا۔ ''کبھی آپ کو میری نماز میں کوئی خامی نظر آئی؟''

''نہیں!'' امام محمد اور ابویوسف نے بیک زبان کہا ''نوجوان ہم نے تو تمھاری نماز میں کبھی کوئی کوتاہی محسوس نہیں کی۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''لیکن برخوردار تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو اور وہ بھی اس طرح کہ فرطِ غضب سے تمھارا چہرہ سرخ اور زبان لڑکھڑا رہی ہے۔ اصل ماجرا کیا ہے؟'' امام ابو یوسف عراقی نوجوان کی ظاہری حالت دیکھ کر اپنی حیرت کا اظہار کرنے لگے۔

''جب آپ میری نماز کی صحت پر گواہی دے رہے ہیں تو پھر ایک حجازی لونڈے کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ میرے طریقہ نماز پر اعتراض کرے''۔ نوجوان اسی طرح تند و تیز لہجے میں بولتا جارہا تھا اور جوشِ گفتار میں اس نے دو بزرگ ہستیوں کی موجودگی کو بھی نظر انداز کر دیا تھا۔

''کون ہے وہ حجازی لڑکا؟'' امام محمد نے نوجوان کی تیز گفتاری سے چشم پوشی کرتے ہوئے انتہائی اطمینان سے پوچھا۔

''اندر مسجد میں ایک نوعمر حجازی مسافر بیٹھا ہے وہ میری نماز میں اس طرح غلطیاں چھانٹ رہا تھا جیسے وہ عراقی علماء سے بھی زیادہ علم رکھتا ہے''۔ نوجوان جذبات کی رو میں اسی طرح بے تکان بولے جارہا تھا۔'' میں نے اس حجازی لڑکے کو کہا بھی کہ جب امام محمد اور امام یوسف میری نماز کو درست قرار دیتے ہیں تو پھر تیرے اعتراض کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ لیکن وہ اپنی جہالت پر اڑا رہا۔''

''تمھیں قبل از وقت اس قدر برہم ہونے کی ضرورت نہیں۔'' ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دونوں بزرگ ہستیوں نے عراقی نوجوان اور حجازی لڑکے کے درمیان ہونے والی گفتگو کا کوئی تاثر قبول نہیں کیا تھا۔ امام محمد نہایت شگفتہ لہجے میں بولے:

''پہلے اس لڑکے کا نقطہ نظر اور اس کے دلائل معلوم ہونا چاہئیں پھر اس کا اندازہ ہوگا کہ کون صحیح ہے''۔ نوجوان کے مشتعل جذبات سرد پڑ گئے۔ جب اس کے چہرے پر نفرت و غضب کے آثار ختم ہوئے اور اس کی گفتگو میں ٹھہراؤ آ گیا تو امام محمد نے نوجوان سے کہا:

''جاؤ اس لڑکے سے یہ پوچھ کر آؤ کہ نماز میں داخل ہونے کا طریقہ کیا ہے؟''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوجوان تیزی کے ساتھ مسجد کے اندر آیا اور محمد بن ادریس سے سوال کیا: ''اے میری عبادت پر حرف گیری کرنے والے مجھے بتا کہ تو نماز میں کس طرح داخل ہوتا ہے''۔ عراقی نوجوان کے لہجے کی تیزی اس کی نفرت کو ظاہر کر رہی تھی۔ محمد بن ادریس نے نوجوان کی تُرشروئی کے باوجود متانت وسنجیدگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور نہایت اطمینان سے جواب دیا:

''میں دو فرض اور ایک سنت کے ساتھ نماز میں داخل ہوتا ہوں۔''

نوجوان یہ جواب سن کر صاحبین [امام محمد و امام ابویوسف] کی خدمت میں پہنچا اور یہ جواب ان کے گوش گزار کیا۔ جواب سن کر دونوں بزرگ خاموش ہو گئے۔ اُنھیں حجازی لڑکے کے جواب سے اندازہ ہو گیا کہ وہ کوئی عام لڑکا نہیں۔ یہ جواب کسی پڑھے لکھے آدمی کا ہی ہوسکتا ہے۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد امام ابویوسف نے نوجوان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''اس حجازی سے مزید دریافت کرو کہ وہ دونوں فرض کون سے ہیں اور سنت کیا ہے؟''

عراقی نوجوان دوبارہ محمد بن ادریس کے پاس آیا اور اس نے پھر تلخ لہجے میں امام ابویوسف کا سوال دہرا دیا۔ محمد بن ادریس چند لمحوں تک خاموش رہا۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ عراقی نوجوان کا کسی عالم دین سے رابطہ قائم ہے اور وہ اس کے ذریعے سوال وجواب کے سلسلے کو طول دے رہا ہے۔ اب صورتحال واضح ہوتی جا رہی تھی۔ ایک اجنبی شہر میں ایک نوعمر غریب الوطن لڑکے کے لیے یہ بات کافی پریشان کن تھی لیکن اس نے بھرپور اعتماد کے ساتھ جواب دیا:

''پہلا فرض نیت اور دوسرا تکبیر تحریمہ ہے اور سنت تکبیر کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو اُٹھانا ہے''۔

نوجوان نے محمد بن ادریس کا جواب سنا اور حسب معمول تیز رفتاری کے ساتھ مسجد سے باہر چلا گیا۔ صاحبین نے جواب سنا اور کچھ دیر کے لیے سوچ میں پڑ گئے۔ پھر یکایک کھڑے ہو گئے اور نوجوان کو مسجد میں چلنے کا اشارہ کیا۔ کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر اُنھوں نے حجازی لڑکے کو دیکھا۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ یہ نوعمر لڑکا ہے تو کوئی اہمیت نہ دی۔ پھر یہ حضرات مسجد میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک طرف بیٹھ گئے اور اُنھوں نے نوجوان کو حکم دیا:

''اس لڑکے کو کہو کہ وہ ہمارے رُوبرُو حاضر ہو۔''

نوجوان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر محمد بن ادریس کو یقین ہو گیا کہ مذہب کے موضوع پر ایک سنجیدہ بحث ہو کر رہے گی۔ عراقی نوجوان نے قریب آ کر تحکمانہ انداز میں کہا:

''چلو علما کی خدمت میں! اُنھوں نے تمھیں طلب کیا ہے۔''

یہ پیغام سنتے ہی اس نے تاڑ لیا کہ امتحان کا وقت آ گیا ہے۔ اس نے باوقار انداز میں عراقی نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی متانت سے کہا:

''مجھے تو تمھارے علما سے ملنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اُنھیں اگر ضرورت ہے تو وہ خود آ کر مل لیں۔ پیاسے کنویں کے پاس آیا کرتے ہیں کنواں پیاسوں کے پاس چل کر نہیں جایا کرتا۔ علم کسی کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوتا۔''

عراقی نوجوان اس جواب کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ حجازی لڑکے کی یہ خوداعتمادی دیکھ کر عراقی نوجوان ایک بار پھر غضب ناک ہو گیا اور غصّے کے عالم میں واپس چلا گیا۔ محمد بن ادریس کی آواز بلند تھی اس لیے صاحبین نے تمام باتیں سن لی تھیں۔ اس سے پہلے کہ عراقی نوجوان انھیں کچھ کہتا، دونوں بزرگ یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے:

''اس نے سچ کہا ہمیں خود علم کے پاس جانا چاہیے تھا۔'' عراقی نوجوان کوفے کے دو بڑے ائمہ کے اس طرزِ عمل پر حیران ہو رہا تھا۔

صاحبین نے قریب پہنچ کر سلام کیا۔ محمد بن ادریس نے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔ پھر دونوں بزرگ بیٹھ گئے اور محمد بن ادریس بھی نہایت ادب کے ساتھ ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ امام محمد نے گفتگو کا آغاز کیا۔

''کیا آپ حرم کے رہنے والے ہیں''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جی ہاں! میں حرم کا باشندہ ہوں''۔

''آپ عرب ہیں یا عجم کی اولاد ہیں؟''

''میں عرب کی اولاد ہوں۔''

''کون عرب؟''

''مُطّلب کی اولاد سے ہوں۔''

''مُطّلب کی کس اولاد سے؟''

''شافع رضی اللہ عنہ کی اولاد سے۔''

''کیا تم نے مالک رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے؟''

''جی ہاں! میں آٹھ نو مہینے ان کے پاس رہا ہوں اور اِس وقت اُنھی کے پاس سے آ رہا ہوں۔''

''کیا آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب موطا بھی دیکھی ہے؟''

''دیکھی ہی نہیں بلکہ پوری موطا اللہ کے فضل سے مجھے حفظ ہے۔''

یہ سن کر امام محمد خاموش ہو گئے۔ ان کے چہرے کے تاثرات سے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اِنھیں اس بات کا یقین نہیں۔ اُسی وقت اُنھوں نے کاغذ اور قلم منگوایا اور کاغذ پر کچھ سوالات لکھے اور ہر سوال کے بیچ میں جواب لکھنے کے لیے خالی جگہ چھوڑ دی اور کاغذ قلم محمد بن ادریس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

''لیجیے ان مسائل کے جوابات موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روشنی میں لکھیے۔''

محمد بن ادریس نے کاغذ قلم ہاتھ میں لیے اور بسم اللہ کر کے کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماعِ اُمت کی روشنی میں تمام مسائل کے جوابات لکھ دیے اور کاغذ امام محمد کی طرف بڑھا دیا۔

امام محمد کچھ دیر تک جوابات بڑی توجہ سے پڑھتے رہے اور پھر اپنے خادم کو بلوایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جی آقا کیا حکم ہے''؟ خادم نے نہایت ادب واحترام سے گزارش کی۔

''انھیں گھر لے چلو!'' امام محمد نے محمد بن ادریس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور پھر محمد بن ادریس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''چلیے! آپ خادم کے ہمراہ غریب خانے پر تشریف لے چلیے''۔

محمد بن ادریس کسی تکلف کے بغیر خادم کے ساتھ ہولیا۔ جب وہ مسجد کے صدر دروازے پر پہنچا تو خادم نے بڑے احترام سے کہا:

''آقا کا حکم ہے کہ مکان تک میں آپ کو سواری پر لے کر جاؤں۔ اس لیے آپ چند لمحے یہیں انتظار فرمایئے۔'' یہ کہہ کر خادم ایک طرف چلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ ایک آرام دہ زین اور نفیس جھالروں اور موتیوں سے آراستہ خچر لے کر آ گیا۔ محمد بن ادریس جب اپنے پھٹے پرانے لباس کے ساتھ اس سجے سجائے خچر پر سوار ہوا تو اپنے چیتھڑوں پر اسے بڑی شرم آئی۔ اپنی مفلسی اسے بری طرح کھٹکنے لگی۔ راستہ بھر وہ اپنے لباس اور خچر کی سجاوٹ بناوٹ دیکھ کر شرمندہ شرمندہ سا رہا۔

خادم خچر کی لگام تھامے کوفہ کے بارونق شاہراہوں اور بازاروں سے گزر رہا تھا۔ محمد بن ادریس کبھی خادم کے صاف ستھرے لباس کو دیکھتا اور کبھی اپنے چیتھڑوں کو۔ پھر شرم وندامت سے گردن نیچی کر لیتا۔ تھوڑی دیر بعد ایک عالیشان حویلی کے سامنے خادم نے خچر روک دیا۔ حویلی کے صدر دروازے پر گنگا جمنی نقش ونگار بنے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر محمد بن ادریس کو اہل حجاز کی غربت اور ناداری یاد آ گئی اور بے اختیار اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

''افسوس اہل عراق تو سونے چاندی سے اپنے گھروں کو سجائے ہوئے ہیں اور اہل حجاز گوشت کی بوٹیوں اور سوکھی گٹھلیوں کو ترس رہے ہیں۔'' اس کی زبان سے بے تابانہ یہ الفاظ نکلے۔

اسی دوران امام محمد بھی پہنچ گئے۔ حجازی لڑکے کو روتا دیکھ کر ان کے ذہن میں کوئی اور خیال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوڑا۔ وہ انتہائی سادگی سے گویا ہوئے:

''برخوردار یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اس سے آپ کوئی بری رائے قائم نہ کریں۔ یہ جو کچھ بھی آپ دیکھ رہے ہیں بفضل خدا سب حلال کمائی کا ہے۔ خدا کی توفیق سے میں ہر سال زکوٰۃ کی پائی پائی پوری پابندی سے ادا کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ خدا اس کی زکوٰۃ کے لیے میری پکڑ نہیں فرمائے گا۔ میرے دوست دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ جب دشمنوں کی نگاہ پڑتی ہے تو ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگتے ہیں۔''

اسی دوران اُنھوں نے محمد بن ادریس کو مہمان خانے میں بٹھایا اور خود اندر چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں جب وہ مہمان خانے میں آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک نہایت ہی نفیس جوڑا تھا۔ یہ جوڑا مہمان کی طرف بڑھاتے ہوئے اُنھوں نے کہا:

''اسے پہن لیجیے۔ یہ ایک بھائی کا اپنے بھائی کے لیے محبت کا تحفہ ہے۔''

جب مہمان نے نئے کپڑے زیب تن کر لیے تو امام محمد ان کو کھانے کے کمرہ میں لے گئے۔ دسترخوان پر بہترین کھانے موجود تھے۔ فرزند حجاز کو ایک بار پھر اہل حجاز یاد آئے۔ درد کی سرکش لہریں دل و دماغ سے اُٹھیں لیکن اسے میزبان کی فراخدلانہ تواضع کا لحاظ تھا اس لیے چپ چاپ سر جھکائے کھانا کھاتا رہا۔ مہمان کے کھانے کی رفتار بہت سست تھی۔ امام محمد بار بار ٹوکتے:

''صاحبزادے! تمھارے تکلف سے مجھے اُلجھن ہو رہی ہے۔ تم اس اجنبیت کو ختم کیوں نہیں کر دیتے۔ یہ تمھارا اپنا گھر ہے۔''

امام محمد جذبے کی صداقت اور دل کی گہرائی سے یہ بات کہہ رہے تھے۔ ان کی مہمان نوازی میں تکلف اور بناوٹ کا شائبہ تک نہ تھا۔ جب وہ اصرار کرتے تو محمد بن ادریس کھانے میں دلچسپی لینے لگتا۔ طبیعت کی فطری بے رغبتی کے باعث وہ کم عمری ہی میں لباس اور خوراک کی سنہری زنجیروں سے ہمیشہ ہی آزاد رہا تھا۔ وہ خوش پوشاکی اور خوش خوراکی اسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت میں پسند کرتا تھا کہ جب تمام مسلمان خدا کی ان نعمتوں سے فیضیاب ہوں۔

کھانے سے فراغت کے بعد اُنھوں نے نماز عشاء ادا کی اور پھر امام محمد اپنے مہمان کو اپنے کتب خانے میں لے گئے۔اس نے اب تک اپنی زندگی میں اتنی کتابوں کا ذخیرہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ اپنے فطری ذوق مطالعہ سے مجبور ہو کر سوچنے لگا کہ کاش اسے اس میں کتابوں کے پڑھنے کا موقع میسر آ جائے۔اس دوران امام محمد نے ایک کتاب اُٹھائی اور مہمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

''صاحبزادے اسے دیکھو!'' محمد بن ادریس نے بڑے ادب سے وہ کتاب لے لی اور کھڑے کھڑے اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ یہ امام محمد کے استاد امام ابوحنیفہ کی مشہور تالیف ''الکتاب الاوسط'' تھی۔

امام محمد کتاب دے کر سونے کے لیے چلے گئے۔مگر محمد بن ادریس کی آنکھوں سے نیند بہت دور تھی۔ علمی مجلس اور کتاب کی موجودگی کے باعث وہ دُنیا کی ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا تھا۔آج بھی ایسا ہی ہوا۔امام اعظم کی تصنیف دیکھی تو اس قدر طویل سفر کی تھکن بھول گئی۔وہ اپنے گرد وپیش سے بے خبر ہو کر کتاب پڑھنے لگا۔کوفے کے اکثر باشندوں نے نرم بستروں میں سوتے ہوئے وقت گزار دیا تھا مگر محمد بن ادریس ایسا شب بیدار طالب علم تھا کہ وہ ساری رات کتاب پڑھتا رہا اور جب وہ کتاب کی آخری سطر ختم کر رہا تھا تو قریب کی مسجد سے موذن کی صدا بلند ہو رہی تھی:

''اللہ اکبر اللہ اکبر''

اذان سنتے ہی اس نے کتاب رکھ دی اور زیر لب کہا:

''واقعی اللہ ہی سب سے بڑا ہے''

صبح ہونے سے پہلے ہی وہ پوری کتاب حفظ کر چکا تھا۔مسجد میں نماز فجر کی ادائیگی کے بعد وہ امام محمد کے ہمراہ واپس گھر کو آ رہا تھا جب امام محمد نے اس کی مزاج پرسی کرتے ہوئے کہا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''رات کیسی گزری''؟

''علم کے زیرِ سایہ بسر ہونیوالی راتیں بڑی پرسکون ہوتی ہیں۔ اللہ تعالٰی نے اپنے بے نوا بندے کو گزشتہ رات طمانیت بخشی کہ جسے تمام عمر بھلا نہ سکوں گا''۔ محمد بن ادریس نے شگفتہ لہجے میں جواب دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا مگر اس کے چہرے سے رت جگے اور تھکن کے آثار نمایاں تھے۔ ''حضرت جس طرح آپ نے ایک غریب الوطن طالب علم کو اپنی محبتوں سے سرفراز فرمایا، اس احسان کی شکر گزاری کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں''۔

''نہیں صاحبزادے! یہ کوئی احسان نہیں۔ تم اسی محبت و احترام کے حقدار ہو' امام محمد نے اپنی مہمان نوازی کی بات کا رخ موڑنے کے لیے پوچھا'' تم نے وہ کتاب دیکھی تھی یا سفر کی تکان نے تمھیں گہری نیند سلا دیا؟''

''رات بھر جاگتا رہا۔'' اس نے آہستہ لہجے میں جواب دیا شب بیداری کے باعث اس کے اعصاب بوجھل ہو رہے تھے۔ ''کتاب پر نظر ڈالی مگر اس کا ادراک آسان کام نہیں تھا۔ کہاں امام اعظم اور کہاں علم کا ایک پریشان حال کوچہ گرد''۔ اس نے امام ابو حنیفہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا: ''میرے لیے تو یہ شرف ہی کافی ہے کہ میں نے اس فقیہ اعظم کی تصنیف کو چھو لیا اور اس کی تحریر سے اپنی آنکھوں کو منور کر لیا۔''

یہ اعتراف حقیقت تھا لیکن اس کے باوجود اس نے اپنے میزبان کو یہ نہیں بتایا کہ اس نے ایک ہی رات میں پوری کتاب حفظ کر لی ہے۔ گھر پہنچ کر میزبان نے مہمان کے سرہانے رکھی ہوئی کتاب اُٹھا لی۔ چند لمحے اس کی ورق گردانی کی اور مہمان سے کہا:

''تم کافی تھکے تھکے سے نظر آ رہے ہو۔ اب آرام کرو۔'' یہ کہہ کر میزبان چلے گئے۔ سفر کی تھکن اور رت جگے کے باعث مہمان کو لیٹتے ہی گہری نیند نے آ لیا۔

❖❖❖

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی میں اسے کئی مہینے گزر چکے تھے۔ اس نے دیکھا کہ نہ صرف کوفہ و عراق بلکہ دیارِ عرب کے بڑے بڑے علما امام محمد کے علم و فتویٰ سے استفادہ کے لیے گاہے بگاہے ان کی بارگاہ علم میں حاضری دیتے ہیں۔ نئے حالات و زمانہ کی رعایت سے مسائل کی گتھیاں سلجھانے کی جو صلاحیت امام محمد اور ابو یوسف کو حاصل ہے وہ کسی اور جگہ اسے کم ہی نظر آئی۔ اس نے محسوس کیا کہ اہل حجاز کا علم حدیث اپنی ایک شان و عظمت رکھتا ہے لیکن روزمرہ پیچیدہ معاملات کی باریکیوں کو سمجھنا اور ان حالات میں قرآن و سنت کی روشنی میں رہنمائی دینے میں اہل کوفہ کی علمی مہارت زیادہ پختہ ہے۔ اس لیے اس نے علم فقہ کی تحصیل میں مزید وقت لگانا ضروری سمجھا۔

صاحبین کے استاد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کو تو ایک عرصہ بیت چکا تھا لیکن ان کی قائم کردہ علمی مجلس اب بھی جاری تھی۔ اس مجلس میں اسلامی علوم کے تمام شعبوں کے ماہرین جمع ہوتے تھے۔ قرآن کی بلاغت اور زبان کے شناور، حدیث کے حفاظ، تفسیر کے شیدائی، فقہ کے اساتذہ، جدید علوم کے ماہرین۔ معاشرتی تبدیلیوں کے باعث پیدا ہونے والے مسائل کی ایک فہرست بنتی رہتی۔ ان مسائل میں سے ایک ایک مسئلے پر تحقیق اور ایک دوسرے کی علمی آرا سے استفادے کے لیے بحث و تمحیص کی مجلس کئی کئی دن برپا ہوتی۔ اختلاف آرا ہوتا، دلائل دیئے جاتے اور بالآخر کسی ایک نقطہ اعتدال پر سب کا اتفاق ہوتا یا اختلاف رہتا۔ دونوں صورتیں تحریر کر لی جاتیں اور عوام الناس کو فتوے سے آگاہ کر دیا جاتا۔ اس وقت کوفے میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہی کے فتوے پر سب سے زیادہ اعتماد کیا جاتا تھا۔

❖❖❖

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں اور مسائل پوچھنے والوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ محمد بن ادریس بھی ان کی دائیں طرف بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص مجلس میں آیا اور سلام کر کے ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف بیٹھ گیا۔ لوگ اپنے اپنے مسائل بیان کر رہے تھے اور امام محمد ان کے جوابات دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد مجلس میں آنے والا ایک نو وارد کھڑا ہوا اور امام محمد کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کر کے فتویٰ طلب کرنے لگا۔ امام محمد چند لمحے غور و فکر کرتے رہے پھر اس شخص کی طرف دیکھا اور کہا کہ حضرت ابوحنیفہ نے اس مسئلے میں یہ فتویٰ دیا ہے تو اس شخص نے فتویٰ سنا اور اپنی جگہ مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔ مگر محمد بن ادریس بے چینی سے بار بار پہلو بدلنے لگا کیونکہ اس کے نزدیک امام محمد کا جواب اطمینان بخش نہ تھا۔ وہ امام محمد کی توجہ مبذول کروانا چاہتا تھا لیکن اس طرح کہ ان کو یہ بات گراں نہ گزرے۔ بھری مجلس کے اندر اتنے بڑے محسن کی وہ سبکی کروانا نہیں چاہتا تھا۔

اس کے دل و دماغ میں ایک کش مکش جاری تھی۔ ایک طرف امام محمد کے احسانات دوسری طرف دینی مسئلہ۔ مروت سے کام لیتا تو امام محمد کے فتوے کی روشنی میں وہ شخص غلط قدم اُٹھا سکتا تھا اور اگر اہل مجلس کے سامنے وہ اپنی معلومات کا اظہار کرتا تو امام محمد جیسے جلیل القدر فقیہ کو مجلس میں خفت کا سامنا کرنا پڑتا۔ انسانی احساسات و جذبات سے عاری علما تو ایسے موقع کو اپنی برتری کے اظہار کا بہترین موقع سمجھتے ہیں لیکن محمد بن ادریس کے اساتذہ نے جہاں اُسے حق گوئی کی تربیت دی تھی وہیں دوسروں کی عزت اور احترام کا لحاظ رکھنا بھی سکھایا تھا۔ وہ انھی خیالات میں الجھا ہوا تھا کہ اب ایک دوسرا شخص اپنا مسئلہ دریافت کرنے کے لیے کھڑا ہوا۔ لیکن ابھی وہ کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ محمد بن ادریس نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت آہستگی کے ساتھ کہا:

''کیا آپ نے پہلے شخص کے مسئلے کا مکمل جواب بیان کر دیا ہے؟'' اس نے سر جھکا کر کہا۔ وہ اہل مجلس کے سامنے کچھ زیادہ مودب ہو گیا تھا۔

''ہاں جواب مکمل ہے''۔ امام محمد نے حیرت سے کہا۔ ''تمھیں نامکمل کا خیال کیوں آیا؟''

''میرے خیال میں آپ اپنے جواب پر دوبارہ غور فرما لیتے۔'' اس نے یہ بات اس طرح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کہ آواز زیادہ بلند نہ تھی۔ لیکن ہمہ تن متوجہ اہل مجلس نے یہ بات سن لی تھی۔ وہ ایک نوعمر لڑکے کی بات سن کر چونک اُٹھے۔ امام محمد کے چہرے پر ناگواری کا کوئی تاثر نہیں تھا مگر ان کے شاگردوں اور دوسرے معززین کی پیشانیاں شکن آلود ہو گئی تھیں۔

"آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

محمد بن ادریس کی بات چونکہ مبہم تھی اس لیے امام محمد ابھی تک اس کی بات کا مفہوم و مقصد نہیں سمجھ سکے تھے۔

"حضرت اس مسئلے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جواب آپ کے بیان سے مختلف ہے۔"

علم شریعت کے تقاضے لحاظ و مروت کی رسوم پر غالب آگئے۔ اس نے ادب و احترام کے ضابطے کو ملحوظ رکھتے ہوئے دل کی بات کہہ دی۔

"یہ کس طرح ممکن ہے؟" امام محمد نے یہ سوال زیر لب اس طرح کیا کہ انکے چہرے پر برہمی کے کوئی آثار نہ تھے اور لہجے میں وہی ٹھہراؤ تھا جو ایک کھرے اور سچے عالم دین کے شایان شان ہوتا ہے۔

"بھول چوک انسانی فطرت ہے" اس نے بدستور ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا "ممکن ہے آپ سے سہو ہو گیا ہو۔"

جیسے ہی اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے مجلس کا سکوت ٹوٹ گیا۔ حاضرین آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ اہل محفل کے خیال میں اتنے بڑے امام کے سامنے ایک نوعمر لڑکے کو بولنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ اس کے برعکس امام محمد ان سطحی خیالات سے بلند تھے۔

"صاحبزادے تمھاری بات درست ہے کہ انسانی ذہن کبھی کبھی واقعے کی تفصیلات گم کر دیتا ہے لیکن میں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا خدمت گزار رہ چکا ہوں۔ میں نے نہ صرف ان کو زبانی فتوے دیتے ہوئے دیکھا ہے بلکہ ان کی کتابوں کو اپنی روح میں منتقل کیا ہے"۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام محمد رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اپنے ذہنی رشتے کا حوالہ اس لیے دیا تھا کہ حجازی لڑکا اچھی طرح سمجھ لے کہ فقہ حنفی پر مفتی کوفہ کی کتنی گہری نظر ہے۔ یہ کوئی فخر وغرور کا مظاہرہ نہ تھا۔ علمی مباحث کے دوران ایسے حوالے پیش کرنا اکثر علماء کا معمول رہا ہے۔ شاید اسی وجہ سے امام محمد نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اپنی خصوصی نسبت کا ذکر کیا تھا۔

''امام عالی مقام! کس کی مجال ہے کہ وہ آپ کی اس عظیم نسبت سے انکار کرے۔ آپ بھی معتبر اور آپ کا پیش کردہ حوالہ بھی قابل اعتبار......'' محمد بن ادریس نے والہانہ انداز میں کہا ''میں تو صرف نسیان کی بات کررہا ہوں جس کا شکار کوئی بھی ذی عقل ہوسکتا ہے''۔

'' تو فرزند حجاز تم ہی بتادو کہ اس مسئلے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کیا فتویٰ دیا ہے؟'' امام محمد نے انتہائی تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ امام محمد کی شان علمی تھی کہ اپنی تحقیق پر ایک نوعمر طالب علم کے اعتراض کا مسکراتے ہوئے سامنا کررہے تھے۔

''اس مسئلے کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے......'' یہ کہتے ہوئے محمد بن ادریس نے ''الکتاب الاوسط'' میں سے امام اعظم کا تحریر کردہ ایک ایک حرف دہرادیا اور پھر اپنے دعوے کو مزید تقویت دینے کے لیے کہا: '' حضرت ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس مسئلے کو فلاں مسئلے کے بعد اور فلاں مسئلے سے پہلے بیان کیا ہے۔''

حجازی لڑکے کا جواب سن کر تمام اہل مجلس حیرت زدہ رہ گئے۔ ان کی نظر میں یہ عجیب وغریب طالب علم تھا جو مذکورہ مسئلے کو اس ترتیب کے ساتھ بیان کررہا تھا جیسے اس کے سامنے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتاب کھلی رکھی ہو اور وہ ایک ایک لفظ دیکھ کر پڑھ رہا ہو۔

امام محمد نے خود کتاب منگوائی اور مسئلہ دیکھا تو واقعی وہ ایسے ہی تھا جیسے محمد بن ادریس نے بیان کیا تھا۔ اُنھوں نے اپنے بیان کردہ فتوے سے رجوع کرلیا۔ اُنھیں محمد بن ادریس کے حیرت انگیز حافظے پر بڑا تعجب تھا۔ اس واقعے سے امام محمد کے دل میں اس کی قدرومنزلت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور محبت مزید بڑھ گئی۔

❖❖❖

کوفہ میں جوں جوں وقت گزر رہا تھا محمد بن ادریس کے علمی ذوق میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ روزمرہ کی ضروریات اور ذکر وعبادت کے بعد اس کا تمام تر وقت کتابوں کے مطالعے ہی میں گزرتا۔ اس کے علمی انہماک کا یہ عالم تھا کہ جب وہ کوئی کتاب شروع کر دیتا تو جب تک اسے ختم نہ کر لیتا، اسے نہ چھوڑتا۔ اس دوران اگر کھانے کا وقت بھی آجاتا تو وہ اسے بھی نظر انداز کر دیتا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اسے قیام وطعام کی تمام آسائشیں حاصل تھیں لیکن کتابوں کے سوا دُنیا کی کوئی اور نعمت اسے اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی۔ اس کثرت مطالعہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے فقہائے عراق کی کتابوں کا حافظ سمجھا جانے لگا۔

جب اسے علمی گہرائی حاصل ہوئی تو وہ امام محمد کے شاگردوں کے سامنے اپنی اختلافی رائے کا اظہار بھی دلائل کے ساتھ کرتا۔ جب تک امام محمد مجلس درس میں موجود رہتے وہ دست بستہ سر جھکائے بیٹھا رہتا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درس کا ایک ایک لفظ سماعت کے راستے سے گزرتا ہوا دل ودماغ پر نقش ہوتا رہتا تھا۔ جب امام محمد اپنے گھر تشریف لے جاتے تو اپنے ہم درس طلبا کے ساتھ مختلف مسائل پر ان کی کھل کر بحثیں ہوتی لیکن محمد بن ادریس کا نقطہ نظر بحث برائے بحث نہیں ہوتا تھا اور نہ وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کو لاجواب کر کے فقہ حنفی کی جگہ فقہ مالکی کی برتری قائم کرنا چاہتا تھا...... اس کا مقصد صرف یہ ہوتا کہ بحث کے ذریعے علم کے پوشیدہ گوشے بے نقاب ہوں اور اس کے دماغ پر مسائل کے رموز ونکات منکشف ہو جائیں۔ لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعض شاگردوں نے اس کا غلط مفہوم لیا اور وہ محمد بن ادریس کو زچ کرنے کے لیے بحث کرنے لگے۔

❖❖❖

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوفہ کے ایک سبزہ زار میں خوبصورت خیمے ایستادہ تھے۔ ایک بڑے خیمے کے اندر تقریب نکاح کا اہتمام ہو رہا تھا۔ خیمے میں کافی چہل پہل تھی۔ ابھی نکاح میں دیر تھی۔ اہل علم اور معززین شہر اپنی اپنی نشستوں پر ٹولیوں کی صورت میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ خیمے کے ایک گوشے میں امام محمد رحمہ اللہ کے شاگرد خاص سفیان بن سحبان اہل علم کے دائرے میں فقہی نکات پر گفتگو کر رہے تھے۔ مسائل پر بحث شروع ہوئی تو سفیان بن سحبان محمد بن ادریس سے مخاطب ہوئے اور گفتگو کا نہایت پیچیدہ طریقہ اختیار کیا۔ محمد بن ادریس کو ابھی دقیق فقہی مسائل کا زیادہ علم نہیں تھا اس لیے وہ سفیان کے انداز تقریر سے اُلجھن محسوس کرنے لگے۔ دوران گفتگو اس نے دبے لفظوں میں اشارہ بھی کیا کہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آسکی لیکن سفیان علم اور خطابت کے جوش میں اس کی مجبوریوں کو نہ سمجھ سکے۔ فرزندِ حجاز نے دوبارہ اپنی کم فہمی کا اظہار کیا تو سفیان نے اور بھی زیادہ مشکل بحث چھیڑ دی۔ محمد بن ادریس نے خاموشی اختیار کر لی۔ اہل مجلس اس صورتحال سے لطف اندوز ہوتے رہے کہ سفیان نے کثرت علم سے ایک حجازی کو عاجز کر دیا۔

تقریب نکاح ختم ہوئی اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے۔ محمد بن ادریس اور سفیان بن سحبان بھی اُٹھے۔ علمی بحث تو بہت پہلے تمام ہو چکی تھی مگر سفیان کے چہرے پر اب بھی فاتحانہ شوخی کا رنگ نمایاں تھا۔ محمد بن ادریس نے اس صورتحال کو محسوس کر لیا تھا اس لیے رخصت ہونے سے پہلے وہ سفیان کے قریب ہوا اور نہایت سنجیدہ لہجے میں کہا:

"فقہ کے ان مسائل پر بحث کرنے سے میرا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا کہ میں برسرعام اپنی علمیت کا مظاہرہ کروں اور آپ کی عالمانہ شان کو لوگوں کے سامنے جھٹلانے کی کوشش کروں۔ میں فقہ و حدیث کا ادنیٰ طالب علم ہوں۔ جہاں بھی گمان ہوتا ہے کہ علم کی دولت مل جائے گی وہاں بے دریغ چلا جاتا ہوں اور اپنا دامن پھیلا دیتا ہوں۔" محمد بن ادریس نے اپنے دل کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات بلا تکلف بیان کردی۔ لیکن اس کے اظہار معذرت کے بعد بھی سفیان کے ہونٹوں پر شوخ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

امام محمد کو جب اس واقعے کی تفصیل معلوم ہوئی تو انھیں اس کا بہت افسوس ہوا۔ انھوں نے اپنے تمام شاگردوں کو جمع کیا اور ان سے کہا:

''محمد بن ادریس ہمارے شریک مجلس ہیں۔ ہمیں ان کے ساتھ محبت اور نرمی سے پیش آنا چاہیے۔ آیندہ ان کے ساتھ کبھی ایسا سلوک نہ کرنا کہ وہ پریشان ہو جائیں''۔

امام محمد کی اس تنبیہ کے بعد محمد بن ادریس کے معاملے میں دوسرے شاگرد تو محتاط ہو گئے لیکن سفیان بن سحبان کا وہی انداز برقرار رہا۔ اگرچہ امام محمد کی ہدایت کے بعد سفیان کی شوخیوں میں کسی حد تک کمی آ گئی تھی لیکن طبعی تقاضوں سے مجبور ہو کر وہ کبھی کبھی اسے چھیڑتے رہتے تھے۔

❖❖❖

سفیان بن سحبان اس روش پر قائم رہے۔ ان کی بار بار شوخ چشمیوں کا یہ اثر ہوا کہ محمد بن ادریس نے سیکڑوں فقہی کتب کا گہرائی سے مزید مطالعہ کیا۔ عراقی فقہاء کے اصول فقہ میں درک حاصل کیا اور اس طرح وہ امام محمد کے شاگردوں سے بلا جھجک بحث کرتا اور ہر مسئلے میں انھیں عاجز کرنے کے قابل ہو گیا۔

امام محمد رحمہ اللہ کے درس کے بعد جب طلباء کا آپس میں مذاکرہ ہوتا تو تمام حاضرین مجلس ایک طرف ہوتے اور محمد بن ادریس دوسری طرف۔ امام محمد رحمہ اللہ کے دیگر شاگرد اپنے دلائل پیش کرتے مگر آخر میں محمد بن ادریس حاوی رہتا۔ اگرچہ اب بھی اس کا نقطہ نظر وہی تھا کہ اہل علم کو پوری فراخ دلی کے ساتھ علمی مباحثہ کرنا چاہیے تاکہ لوگ ایک دوسرے کو اپنے خیالات کا ابلاغ کر سکیں اور اس طرح علم کو فروغ حاصل ہو۔ لیکن امام محمد رحمہ اللہ کے کچھ شاگردوں نے اس کے اس نظریے کو قبول نہیں کیا اور اپنے طور پر یہ سمجھتے رہے کہ حجازی نوجوان انھیں شکست

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے کر خوش ہوتا ہے۔ جب ان کے ذہنوں میں یہ خیال جڑ پکڑ گیا تو ایک دن ان لوگوں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی شکایت کرتے ہوئے کہا:

''اب محمد بن ادریس کی یہ عادت مستقل ہوگئی ہے کہ وہ آپ کی عدم موجودگی میں نئے نئے مسائل اُٹھاتا ہے۔ اور درس گاہ ابوحنیفہ کے تربیت یافتہ افراد سے اختلافی بحث کرتا ہے۔''

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ شکایت بڑے گھٹیا انداز اور سطحی رنگ میں کی گئی۔ ان کی یہ شکایت اس بات کا اظہار تھی کہ وہ اپنے ہم مکتب کے علمی دلائل کا علم سے جواب دینے کے قابل نہ تھے۔ اور اُنھیں ایک حجازی نوجوان کی علمی فضیلت کسی طرح گوارا نہ تھی۔ جب تک حجازی نوجوان علمی مباحث کے دوران شکست کھاتا رہا اس وقت تک وہ خاموش رہے اور جب وہ ان سے علمی استدلال میں آگے نکل گیا تو اہل مجلس اپنی برتری کے قیام کے لیے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی چھتری کا سایہ تلاش کرنے لگے۔ حالانکہ علم کا جواب علم تھا اور دلیل کا جواب دلیل، لیکن اُنھوں نے علم کو حجاز و عراق کی برتری کا مسئلہ بنا کر استاد کے سامنے پیش کیا۔ اگر یہ بات سرسری انداز میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے گوش گزار کی جاتی تو یقیناً امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اسے نظر انداز کر دیتے لیکن شاگردوں نے استاد کے سامنے اس معاملے کو اس رنگ میں پیش کیا کہ جیسے شاگردوں کے درمیان کوئی جھگڑا کھڑا ہو گیا ہو اور فریقین کو سمجھانے کے لیے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مداخلت ضرور ہوگئی ہو۔

ان ریشہ دوانیوں کا یہ اثر ہوا کہ بالآخر ایک دن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن ادریس کو اپنے حجرے میں طلب کیا اور اس سے پوچھا:

''کیا تم میری عدم موجودگی میں ان لوگوں سے بحث کرتے ہو؟'' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ اپنے شاگردوں کی طرف تھا۔

''جی ہاں! وہ ایک علمی بحث ہوتی ہے''۔ محمد بن ادریس نے مودبانہ انداز میں آہستہ لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ''میں اپنے علم میں پختگی حاصل کرنے کے لیے فقہ کے مسائل چھیڑتا ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تبادلہ خیال کے ذریعے ہم ایک دوسرے کی معلومات اور دلائل سے مستفید ہوسکیں"۔ محمد بن ادریس نے پوری سچائی کے ساتھ دل کی بات کہہ دی۔

"وہ کون سے مسائل ہیں؟" امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا۔ "تم ان مسائل پر مجھ سے مناظرہ کرلو۔"

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ شاگردوں کی بحث میں اس قدر سنجیدہ کیوں ہوگئے تھے کہ انھوں نے محمد بن ادریس کو مناظرے کا چیلنج دیدیا۔ دراصل ان کے بعض غیر ذمہ دار اہل مجلس نے حنفی اور مالکی فقہ کے اختلافات کو ضرورت سے زیادہ ہوا دے دی تھی۔ جس کے باعث امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجازی شاگرد سے آمادۂ بحث ہوگئے تھے۔ جب امام محمد نے فرزند حجاز کو مناظرے کی دعوت دی تو اس نے سکوت اختیار کیا اور نہایت ادب واحترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہل مجلس کے سامنے اپنا سر جھکا لیا۔ اسے استاد سے مناظرہ کرتے ہوئے شرم آتی تھی۔ وہ اپنے استاد کے سامنے لب کشائی کی جسارت نہیں کرسکتا تھا۔

"فرزند اس مسئلے پر تم کھل کر مجھ سے بحث کرو۔" امام محمد نے دوبارہ محمد بن ادریس کو مخاطب کیا۔ جواب میں اس کی گردن مزید جھک گئی۔ فرزند حجاز استاد کا سامنا کرنے سے مسلسل گریز کر رہا تھا۔ اس کے لیے یہ مرحلہ انتہائی تکلیف دہ تھا کہ جس مرد جلیل سے علم حاصل کیا تھا اسی کے سامنے وہ اپنے دلائل پیش کرنا شروع کردے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوفہ تا بغداد

''فرزند! تمھاری طبیعت ناساز تو نہیں؟'' امام محمد رحمہ اللہ نے ایک روز محمد بن ادریس کو خلاف معمول افسردہ دیکھ کر مزاج پرسی کرتے ہوئے پوچھا۔

''حضرت آپ کی مہمان نوازی تو بیماروں کو بھی تندرست کر دیتی ہے'' اس نے خوش طبعی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''پھر کیا بات ہے یہاں کسی سے کوئی شکایت تو نہیں؟'' امام محمد رحمہ اللہ نے فرزند حجاز کی اداسی کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا تھا۔

''اہل شہر سے مجھے کوئی گلہ نہیں اور پھر آپ کے سوا میں یہاں نہ کسی کو جانتا ہوں اور نہ ہی مجھے کسی سے تعلق بنانے کی ضرورت پیش آئی۔'' اس نے جواب دیا۔

''وطن یاد آ رہا ہے یا ایسی کوئی بات ہے جو تم مجھ سے چھپانا چاہتے ہو؟'' امام محمد رحمہ اللہ نے ہمدردانہ لہجے میں اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

''وہ کونسا دن ہے جب مجھے وطن یاد نہ آیا ہو۔ مکہ تو آخری سانس تک میری نظروں کے سامنے رہے گا۔ مگر اداسی کا سبب یہ نہیں۔''

''پھر تمھاری اداسی کی وجہ کیا ہے؟ تم یقیناً مجھ سے کوئی بات چھپا رہے ہو۔ تمھیں ایسا نہیں کرنا چاہیے''۔ امام محمد رحمہ اللہ نے خلوص و محبت کی شیرینی سے بھرپور لہجے میں پوچھا۔ وہ کچھ دیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا اور پھر اسی انداز میں کہنے لگا:

''اب میں رخصت ہونا چاہتا ہوں۔ مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دیجئے''۔

''میزبانی میں مجھ سے کوئی کوتاہی تو سرزد نہیں ہوئی؟'' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اچانک فرزندِ حجاز کی زبان سے جانے کی بات سن کر کچھ پریشان سے نظر آنے لگے تھے۔

''حضرت آپ نے تو ایک بے نوا مسافر کی مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔ آپ کے ساتھ گزرے ہوئے زندگی کے چار سال تو میری زندگی کا قیمتی اثاثہ ہیں۔'' مہمان نے دل کی گہرائیوں سے اپنے میزبان کی محبتوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

''میرے گھر سے جانا چاہتے ہو یا کوفے سے؟''

''آپ کے گھر سے نکلنے کے بعد میرے لیے کوفے میں کیا کشش باقی رہ جاتی ہے۔''

''تو پھر کہاں جاؤ گے''۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حجازی مہمان کے عزمِ سفر کی تفصیل جاننا چاہی۔

''کہیں بھی!...... خدا کی زمین بہت وسیع ہے'' اس نے بے نیازی کے ساتھ جواب دیا۔

''بس میں خود کو علم اور مشاہدات کی نذر کرنا چاہتا ہوں۔''

''بے شک تمھارا جذبہ نیک، حوصلہ بلند اور مقصد عظیم ہے'' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ستائشی لہجے میں کہا ''میں تمھیں مسلسل کامیابیوں اور کامرانیوں کی دُعا تو دے سکتا ہوں مگر رخصت کی اجازت نہیں دے سکتا۔ یہی میرا طریقہ ہے۔ میں اپنے کسی بھی مہمان کو جانے کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ مہمان رحمت ہوتا ہے اور رحمت کو جانے کی اجازت دینے کا میرے اندر حوصلہ نہیں۔ اگر تم خود ہی جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔ میری خوشی تو اسی میں ہے کہ تم میرے ساتھ قیام کرو۔''

''حضرت آپ کی رسمیں بڑی دلنواز ہیں مگر مجھے جانا ہوگا۔'' فرزندِ حجاز نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''جس مقصد کی خاطر میں اپنی بوڑھی ماں کو چھوڑ کر نکلا ہوں اس کا تقاضا ہے کہ میں کسی ایک جگہ پر قیام نہ کروں۔ یہی میرا مزاج ہے یہی میری فطرت اور شاید حکمِ ربی بھی یہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا کی یہ طویل وعریض دُنیا مجھ سے پیہم سرگوشیاں کررہی ہے کہ بندۂ خدا رختِ سفر باندھ اور زمین میں بکھری ہوئی خدا کی نشانیوں کو دیکھ۔" وہ اس طرح بولے جارہا تھا جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے اونٹوں کی قطاریں رواں دواں ہوں اور اس کے کان صدائے جرس سن رہے ہوں۔

"اچھا ایک شرط ہے......" امام محمد رحمہ اللہ نے حجازی مہمان کے عزم سفر کے اصرار کو دیکھ کر کہا۔ "میرے پاس جو مال ودولت ہے اس میں سے تم آدھا قبول کرلو تو تم جاسکتے ہو"۔

"حضرت آپ کی محبت اپنی جگہ مگر یہ سب کچھ میرے مقاصد کے خلاف ہے۔ میری ماں نے مجھے گھر سے مال ودولت کمانے کے لیے رخصت نہیں کیا تھا۔ اس نے میری جدائی صرف اس لیے گوارا کی ہے کہ میں اپنے سینے کو علم حدیث کی دولت سے بھروں۔" محمد بن ادریس نے مفتی کوفہ کی فراخدلانہ پیشکش کو قبول کرنے سے صاف انکار کردیا۔

"صاحبزادے میری خوشی یہی ہے کہ تم اس نذر کو قبول کرلو اور نہیں تو کم از کم جو نقدی گھر میں موجود ہے وہی زادراہ کے لیے رکھ لو۔" امام محمد رحمہ اللہ کے پیہم اصرار پر اس نے بالآخر خاموشی اختیار کرلی۔ یہ اس بات کا مبہم اشارہ تھا کہ وہ استاد کی شدت خلوص کے آگے مجبور ہوگیا ہے۔ امام محمد نے اپنے خادم کو طلب کرکے ایک صندوق منگوایا۔ اسے کھول رقم شمار کی گئی تو تین ہزار درہم نکلے۔ وہ ساری کی ساری رقم امام محمد رحمہ اللہ اسے تھمانے لگے تو اس نے کہا:

"حضرت میں اتنی بڑی رقم کا کیا کروں گا۔"

"نہیں! تم انکار نہ کرو۔ یہ ایک بڑے بھائی کا چھوٹے بھائی کے لیے ہدیہ ہے، اسے قبول کرو! سفر میں اس سے فائدہ اُٹھانا۔"

❖❖❖

آج اہل کوفہ اس حجازی نوجوان کو کوفے سے رخصت ہوتے دیکھ رہے تھے جو اپنے چارسالہ قیام میں اپنی بے مثال قوت حافظہ اور جدت پسند فطرت کے باعث کم نگاہ لوگوں کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دل ودماغ پر ایک بوجھ بن گیا تھا۔ وہ نسیم سحری کی طرح آیا اور بادصبا کی مانند واپس جارہا تھا۔ اس کی آمد بھی علمانہ تھی اور رخصت بھی بے نیازانہ۔ نہ آنکھوں میں عکس ملال نہ ہونٹوں پر حرف شکایت۔ شہر کوفہ کی فضاؤں میں اس نے جتنی بھی سانسیں لیں احسان شناسوں کی طرح ان سب کا شکر گزار رہا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ علم میں سر جھکا کر بیٹھا۔ حاسدین سے بھی کشادہ دلی کے ساتھ ملا۔ جدائی کی گھڑی آئی تو نہ کوئی آنکھ اس کے لیے بھیگی اور نہ کوئی چہرہ اداس ہوا۔ البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اس طرح رخصت کیا جس طرح ایک عالم دوسرے صاحبِ علم کو الوداع کہتا ہے۔

❖❖❖

کوفہ سے رخصت ہونے کے بعد وہ عراق کے مختلف شہروں میں گھومتا رہا۔ جہاں بھی کوئی بارگاہ علم دیکھتا، ادب کے ساتھ اس میں داخل ہوتا اور نئے علوم وافکار سے دل ودماغ کو منور کر کے تیز ہوا کے جھونکے کی طرح آگے گزر جاتا۔ اس زمانے میں عراق وفارس کے مختلف شہروں میں اہل علم سے استفادہ کیا۔ یہاں تک کہ اس کی عمر اکیس سال ہوگئی۔ اب وہ لڑکپن سے گزر کر جوانی کی عمر میں داخل ہو چکا تھا۔

❖❖❖

یہ ۱۷۱ھ کا زمانہ تھا۔ عباسی حکمران ہادی کے انتقال کو ایک سال گزر چکا تھا اور اس کی جگہ ہارون الرشید اپنے پورے جاہ وجلال کے ساتھ مسند حکومت پر رونق افروز تھا۔ قصرِ اقتدار پر بیرونی اور اندرونی سازشوں کے سائے منڈلا رہے تھے۔ ہارون الرشید نے انتہائی ذہانت سے کام لیتے ہوئے دور دور تک جاسوسی کا جال بچھا رکھا تھا۔ حکومت کا یہ شعبہ اس قدر مضبوط اور مستعد تھا کہ باغیانہ فکر کے حامل افراد اس محکمہ کی نگاہ سے زیادہ دیر چھپے نہ رہ سکتے تھے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے عباسی حکومت کی تلوار اس کے کندھوں سے اس کے سر کا بوجھ اتار دیتی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح اب تک بے شمار مخالفین حکومت تہ تیغ ہو چکے تھے اور سیاسی انتقام کا یہ سلسلہ بدستور جاری تھا۔ ایسے سنگین حالات میں امام شافعی رحمہ اللہ دارالحکومت بغداد کی طرف روانہ ہوئے۔

❖❖❖

محمد بن ادریس نے بغداد کے دروازے پر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک دراز قد شخص جو سادہ کپڑوں میں ملبوس تھا، تیزی کے ساتھ اس کی طرف آیا اور آتے ہی اس سے پوچھا:

''اپنا نام بتاؤ؟'' سوال کرنے والے کا لہجہ بہت نرم تھا۔

''محمد۔''

''تمھارے باپ کا کیا نام ہے؟'' اجنبی نے سوال کیا۔ وہ پوری تفصیلات جاننا چاہتا تھا۔ محمد بن ادریس کو اس کے عمل پر حیرت ہو رہی تھی۔

''ادریس شافعی'' اس نے مجبوراً اس کے دوسرے سوال کا جواب دیا۔

''تمھارے مورث اعلیٰ کون ہیں؟'' اجنبی کے سوالات کا سلسلہ دراز ہوتا جا رہا تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ایک لمحے کے لیے اسے خیال آیا کہ وہ خاموشی اختیار کر لے کیونکہ نئے شہر میں وہ اجنبی تھا۔

''نوجوان! گھبرانے کی ضرورت نہیں''۔ اجنبی نے اس کی ذہنی کش مکش کا اندازہ کرتے ہوئے کہا۔'' یہ اس شہر کی رسم ہے کہ جب بھی کوئی اجنبی یہاں داخل ہوتا ہے اس کے سارے حالات وکوائف دریافت کیے جاتے ہیں''۔ اجنبی کے لب ولہجے سے اب بھی نرمی کا اظہار ہو رہا تھا۔

''میں اولاد مُطّلب ہوں۔'' اس نے بے جھجک جواب دیا۔

''تم مُطّلبی ہو؟'' اجنبی نے حیرت سے کہا اور پھر اس نے دھیرے دھیرے زیر لب دہرایا: ''محمد بن ادریس شافعی، محمد بن ادریس شافعی'' اور اپنی جیب سے ایک تختی نکال کر اس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کردہ تفصیلات لکھنے لگا۔ جب وہ اس تحریری کام سے فارغ ہو چکا تھا تو اس نے کہا: ''اب تم جاسکتے ہو۔''

اس تفتیش سے فراغت کے بعد وہ بغداد کی جامع مسجد میں جا پہنچا۔ نماز ادا کی اور سوچنے لگا کہ وہ اجنبی شخص کون تھا اور یہ ساری معلومات کس لیے لکھ رہا تھا۔ یہ سوال اس کے ذہن میں بہت دیر تک گردش کرتا رہا۔ آخر میں وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ تفتیش بے سبب نہیں تھی۔ اس کے ذہن کے کسی گوشے سے بار بار یہ صدا ابھر رہی تھی کہ عنقریب کوئی بات ظاہر ہونے والی ہے۔ یہ صورتحال اس کے لیے پریشان کن تھی مگر خدا پر بھروسا کرتے ہوئے اس نے اپنے اس یقین کی تجدید کی کہ اگر کوئی سانحہ پیش آیا بھی تو وہی ذات اس کی دستگیری کرے گی جو اب تک آلام و مصائب سے اسے نجات دلاتی رہی ہے۔ اسی ادھیڑ بُن میں اس کی آنکھ لگ گئی۔

❖❖❖

آدھی رات گزر چکی تھی۔ شہر کا نائب کوتوال چند سپاہیوں کی نفری کے ساتھ جامع مسجد کے دروازے پر پہنچا۔ وہ اپنے گھوڑوں سے اُتر پڑے۔ دو سپاہیوں کو نائب نے دروازے پر کھڑا کیا اور خود باقی سپاہیوں کے ساتھ وہ یکبارگی مسجد میں داخل ہو گیا۔ وہ روشنی کے لیے بڑی مشعلیں تھامے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے اندر داخل ہوتے ہی مسجد میں سوئے ہوئے مسافروں کو ایک طرف سے مشعل کی روشنی میں دیکھنا شروع کر دیا۔

ایک مشعل بردار اپنی مشعل کو سوئے ہوئے آدمی کے چہرے کے قریب کرتا اور دوسرا اسے ایسے دیکھتا جیسے وہ اس کی شناخت کر رہا ہو اور پھر اگلے آدمی کو اسی طرح وہ دیکھتے۔ مسجد میں شور برپا ہوا تو محمد بن ادریس بھی گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔

مختلف اطراف میں گھومتی ہوئی مشعلوں کے باعث سپاہیوں کے سائے خوفناک دکھائی دے رہے تھے۔ نیند کے خمار کے باعث اسے کچھ نہیں سمجھ آ رہا تھا کہ آیا وہ خواب دیکھ رہا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا یہ حقیقت ہے۔ لیکن کچھ دیر بعد اسے اندازہ ہو گیا کہ باہر کے کچھ لوگ مسجد کے اندر موجود ہیں۔ وہ بہت غور سے مشعل برداروں کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ اپنے لباس سے حکومت کے سپاہی نظر آتے تھے۔ اس نے دیکھا کہ وہ مسجد میں سونے والے ہر آدمی کے قریب جاتے، اس کے چہرے پر روشنی ڈالتے اور آگے بڑھ جاتے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اِنھیں کسی خاص آدمی کی تلاش ہے۔ سپاہیوں کا یہ عمل بہت دیر تک جاری رہا۔ مسجد میں ٹھہرنے والے تمام مسافر خوف زدہ تھے۔ مطلوب شخص ابھی تک سپاہیوں کے ہاتھ نہیں آیا تھا۔

اب ان کا رخ محمد بن ادریس شافعی کی طرف تھا۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ آخر مشعل بردار اور اس کا ساتھی سپاہی اس کے پاس آئے۔ اُنھوں نے روشنی میں اس کا چہرہ بڑے غور سے دیکھا اور پھر ایک سپاہی چیخ کر بولا:

''لوگو! پریشان نہ ہو ہمیں جس آدمی کی تلاش تھی وہ مل گیا ہے۔'' اس کی آواز اور لہجے سے محمد بن ادریس کو محسوس ہوا کہ اس آدمی سے اس کی کہیں ملاقات ہوئی ہے۔ اور پھر جب مشعل کی روشنی اس کے چہرے پر پڑی تو اس نے بھی اسے پہچان لیا۔ یہ وہی شخص تھا جو سادہ لباس میں دن میں اسے شہر کے دروازے پر ملا تھا۔ اور اس نے اس کے بارے میں تفتیش کی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہی ہو کر رہا جس کا اندیشہ اسے کل سے محسوس ہو رہا تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اسے کس جرم میں پکڑنے آئے ہیں۔ اسکی اس کیفیت کو سپاہی نے شاید بھانپ لیا تھا۔ وہ انتہائی شگفتہ لہجے بولا:

''ابھی نماز میں بہت دیر ہے۔ ہم تمھیں فجر کی اذان سے پہلے ہی امیر المومنین کے محل میں پہنچا دیں گے۔ وہاں اطمینان سے نماز ادا کر لینا۔'' سپاہی کے لہجے سے کرختگی کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور سپاہیوں کے ساتھ مسجد کے دروازے پر آیا۔ باہر کئی گھوڑے تیار کھڑے تھے ایک سپاہی نے اسے اپنے گھوڑے پر بٹھایا اور ایڑ لگا دی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھوڑی دیر بعد وہ خلیفہ ہارون الرشید کے محل کے سامنے کھڑا تھا۔ سپاہی گھوڑوں سے نیچے اُترے۔ اس نے بھی ان کی تقلید کی۔ نائب کوتوال نے آگے بڑھ کر محل کے پہریداروں سے سرگوشی میں کچھ کہا اور پھر محل کا دروازہ کھول دیا گیا۔ وہ حیرت زدہ سا قصر خلافت میں داخل ہوگیا۔ محل کے ایک گوشے میں لے جاکر سپاہی نے اسے کہا:

"تم یہاں نماز ادا کر سکتے ہو۔"

نماز سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے"۔ اس نے سپاہی کو اپنی ضروریات کا احساس دلاتے ہوئے کہا۔ سپاہی اس کی بات سنتے ہی ایک طرف چلا گیا اور چند لمحوں میں پانی کا برتن لے کر واپس آگیا۔ اس نے نہایت اطمینان سے وضو کیا اور پھر فجر کی اذان کا انتظار کرنے لگا۔ آخر کچھ دیر بعد بغداد کے گلی کوچوں میں مؤذنوں کی صدائیں گونجنے لگیں۔ اس نے نماز پڑھی، عافیت کی دُعا مانگی اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوگیا یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔

اب اسے قصر خلافت کی بلند دیواریں دکھائی دینے لگیں۔ درو بام دلکش نقش و نگار سے مرصع تھے۔ مسلمانوں کا امیر ایک عالیشان محل میں رہے اور خلق خدا کے گھروں میں افلاس کی گرد اڑ رہی ہو، اس کے دل پر ایک چوٹ سی پڑی۔ لیکن جلد ہی اس نے اپنے جذبات پر قابو پالیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دربان نے اذن باریابی کی صدا لگائی۔ نائب کوتوال اسے اپنے ہمراہ لے کر ہارون الرشید کے دربار میں داخل ہوا۔

عباسی خلیفہ ہارون الرشید اس جاہ وجلال کے ساتھ مسند خلافت پر جلوہ افروز تھا کہ اہل دربار سہمے ہوئے تھے مگر اس نے جاہ جلال کا کوئی تاثر قبول نہ کیا اور بڑے پُر اعتماد لہجے میں بلند آواز سے کہا:

"السلام علیکم یا امیر المومنین۔"

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ!" ہارون الرشید نے خوش مزاجی کے ساتھ سلام کا جواب دیا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے ایک نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کے نشست پر بیٹھنے کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''تمھارا دعویٰ ہے کہ تم ہاشمی ہو۔'' یہ کہتے ہوئے ہارون الرشید کا لہجہ بدل گیا۔ اب وہ پہلے والی خوش طبعی رخصت ہو چکی تھی اور خلیفہ کے لفظ لفظ سے حکومت کے رعب و دبدبہ کی نمائش ہونے لگی تھی۔ اسے حکمران سے کوئی لالچ تھا نہ طمع کہ اس کی زبان حاکم کے سامنے لڑکھڑاتی۔ رسم شاہی نہیں بدلی تو وہ اپنے کلام کی روایت کو کیوں ترک کرتا۔ اس نے اقتدار کے جاہ و جلال کے تمام مظاہر کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا:

''یہ دعویٰ نہیں حقیقت کا اظہار ہے۔''

''اپنا پورا شجرہ نسب بیان کر سکتے ہو؟''

''جی ہاں! کیوں نہیں'' اور اس نے اپنا پورا شجرہ نسب بیان کر دیا۔

''بے شک یہ فصاحت و بلاغت اور زور بیان مُطلّب کی اولاد ہی کا حصہ ہے۔'' ہارون الرشید نے حیرت و مسرت کے ملے جلے انداز میں کہا۔ چند لمحے کی خاموشی کے بعد خلیفہ نے کہا:

''کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ ہم آپ کو مسلمانوں کا قاضی بنا کر اپنی حکومت میں شریک کر لیں اور آپ سنت رسول اور اجماع اُمت کے مطابق میرا اور اپنا حکم چلائیں؟''

اب سے ایک لمحہ پہلے تک اسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس کے بارے میں کیا فرمان شاہی نازل ہوگا۔ آیا اسے کسی سزا کا مستحق قرار دیا جاتا ہے یا انعام کا۔ کسی بھی دُنیا پرست کے لیے تو اس سے بڑے اعزاز کی بات کیا ہو سکتی تھی کہ بادشاہ وقت خود اسے ایک اعلیٰ منصب کی پیش کش کرے لیکن وہ شخص جو دُنیا کی حقیقت سے بھی آگاہ ہو اور جسے دین کے کلی علم میں بھی رسوخ حاصل ہو وہ تو اس پیش کش پر ہر زاویے سے یہ دیکھنے پر مجبور ہوگا کہ اس میں ملک و ملت کا کتنا مفاد پنہاں ہے اور اس کے عالمانہ وقار اور مفاد آخرت کی حفاظت کہاں تک ہے۔ کہیں ارباب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار و اقتدار اپنے ظالمانہ احکام کے نفاذ اور اپنی حکومت کے جواز کے لیے علما کے علم و فتویٰ کی آڑ تو نہیں لے رہے؟

خلافت راشدہ کے بعد بنواُمیہ اور بنوعباس کی ظالمانہ حکومتوں کو اہل علم کے ایسے طبقے کی حمایت کی ہمیشہ ضرورت رہی جو عوام میں اپنے علم وتقویٰ کے باعث قابل اعتماد تصور کیے جاتے ہوں۔ اسی فکر میں چند لمحے گزرے اور پھر اس نے فیصلہ کن انداز میں نہایت بے باکی کے ساتھ جواب دیا:

''افسوس کہ موجودہ حالات میں حکومت میں حصہ دار بن کر تو مجھے صبح سے شام تک قاضی رہنا بھی گوارا نہیں۔'' محمد بن ادریس شافعی نے اپنا بے نیازانہ فیصلہ سنا دیا۔

یہ الفاظ کیا تھے گویا عباسی حکمرانوں کے ظلم واستبداد کے خلاف ایک کلمہ حق تھا۔ ہارون الرشید کے روحانی وجود پر ایک مردِ مومن کی ضرب کاری تھی۔ یہ الفاظ سنتے ہی ہارون الرشید کی چیخ نکل گئی اور بھرے دربار میں وہ دیر تک روتا رہا۔ یہ منظر دیکھ کر اہل دربار بھی پریشان ہو گئے اور نظروں ہی نظروں میں محمد بن ادریس سے فریاد کرنے لگے کہ یہ تم نے امیر المومنین کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ امیر المومنین کے دل کا بوجھ جب ہلکا ہوا تو اس سے کہنے لگے:

''حضرت شافعی! کیا آپ ہماری خاطر دُنیا کی کوئی اور چیز قبول فرمائیں گے۔'' ہارون الرشید نے نیازمندانہ لہجے میں کہا۔ اس کے انداز واطوار سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ حاکم ہو کر اپنی رعایا کے نوجوان مرد قلندر سے مرعوب ومتاثر ہو چکا ہے۔

''ہاں! اگر کوئی ایسی چیز ہو جو جلد مل جائے اور میں فوراً یہاں سے جا سکوں۔'' اس نے بے نیازانہ جواب دیا۔

ہارون الرشید پھر رونے لگا اور روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی۔ کچھ دیر بعد اس نے روتے روتے حکم دیا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ایک ہزار درہم فوراً لائے جائیں۔''

تھوڑی دیر میں خادم رقم لے کر آ گیا اور بادشاہ کے اشارے پر اس نے یہ رقم محمد بن ادریس شافعی کے حوالے کر دی۔

جب وہ محل سے نکلنے لگا تو خلیفہ کے غلام اور نوکر اس کی طرف لپک پڑے اور سب نے اسے گھیر لیا۔ وہ اس سے مطالبہ کرنے لگے کہ وہ اپنے انعام میں سے انھیں بھی کچھ دے۔ اسے یہ بات اچھی نہ لگی کہ وہ ان کو جھڑک کر نکل جائے۔ اس نے کہا:

''اچھا یہ بتاؤ تم کتنے آدمی ہو۔''

انھوں نے اپنی گنتی کر کے تعداد بتائی تو اس نے پوری رقم کو تمام افراد میں اس طرح برابر برابر تقسیم کر دیا کہ جتنے جتنے ان سب کے حصے میں آئے اتنے ہی خود اس کے اپنے حصے میں باقی بچے۔

وہ وہاں سے چند درہم لے کر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوا پھر بغداد کی جامع مسجد میں آ گیا۔ اگلی رات اس نے وہیں آرام کیا۔

فجر کی نماز ایک نوجوان نے پڑھائی۔ وہ قرآن بہت اچھے انداز سے پڑھ رہا تھا۔ نوجوان کی قرأت اسے بہت پسند آئی۔

لیکن وہ زیادہ پڑھا لکھا نہ تھا۔ نماز میں اس سے غلطی ہو گئی تو اسے سمجھ نہ آیا کہ اب کیا کرے۔ بالآخر اس نے سجدۂ سہو کیے بغیر ہی سلام پھیر دیا۔

''یا اخی! نماز پڑھانے والے کو کم از کم نماز کے مسائل تو معلوم ہونے چاہئیں۔'' اس نے نوجوان امام کو مخاطب کرتے ہوئے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

''کیوں کیا میں نے نماز صحیح نہیں پڑھائی؟'' نوجوان نے سوال کیا۔

''نماز کہاں ہوئی، نماز تو لوٹانا پڑے گی۔'' اس نے پورے تیقن کے ساتھ کہا۔

نوجوان نے انتہائی سعادت مندی کے ساتھ خاموشی اختیار کی اور دوبارہ نماز پڑھانے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے کھڑا ہو گیا۔ وہ امام کی شرافت اور سعادت مندی سے بہت متاثر ہوا اور اس نے امام سے کہا:

''یا اخی: کاغذ اور قلم لاؤ! میں تمھیں سجدۂ سہو کے مسائل لکھ دیتا ہوں۔ انھیں یاد کر لینا''۔

نوجوان امام کلمات تشکر ادا کرتا ہوا اُٹھا اور قلم اور کاغذ لے کر آ گیا۔ محمد بن ادریس نے وہیں بیٹھے بیٹھے سجدہ سہو کے مسائل پر چالیس جز پر مشتمل ایک مفصل کتاب لکھ ڈالی۔ کتاب تیار ہو گئی تو اس نے نوجوان سے پوچھا:

''تمھارا نام کیا ہے؟''

''مجھے زعفران کہتے ہیں''۔ نوجوان امام نے آہستگی سے ادب کے ساتھ کہا۔

''ٹھیک ہے۔ چونکہ میں نے یہ کتاب تمھاری خاطر لکھی ہے اس لیے اس کتاب کا نام بھی تمھارے ہی نام پر ''کتاب الزعفران'' ہوگا۔''

❖❖❖

بغداد میں رہتے ہوئے اسے تین سال ہو چکے تھے۔ اس کے علم اور صلاحیت کے باعث خلیفہ ہارون الرشید کا اصرار بہت بڑھ گیا تھا کہ وہ کوئی نہ کوئی عہدہ ضرور قبول کرے اور اپنی صلاحیتوں سے اُمت کو فائدہ پہنچائے چنانچہ ایک دن امیر المومنین نے اسے نجران کے علاقہ میں زکوٰۃ کی وصولی کے لیے تحصیلدار مقرر کر دیا۔ مگر اس کی تمام تر دلچسپیاں پڑھنے پڑھانے سے متعلق تھیں، اسے دیگر کاموں سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

کچھ ہی دن گزرے تھے کہ حاجی لوگ حج کر کے حجاز سے واپس آنے لگے۔ اس کے دل میں یہ خواہش تھی کہ چل کر ان سے اپنے محسن اور مدینے کے امام مالک رحمہ اللہ اور اپنے وطن مکہ کا بھی کچھ حال معلوم کرے یہ سوچ کر وہ حجاج کرام کو ملنے کے لیے گھر سے نکلا۔

❖❖❖

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ شہر کے دروازے پر پہنچا۔ حجاج کے مختلف قافلے بغداد شہر میں اُتر رہے تھے۔ ایک نوجوان حاجی کو اس نے دور سے اشارے سے سلام کیا۔ اس نے شتربان سے اونٹ روکنے کے لیے کہا اور محمد بن ادریس نے جب اسے اپنی طرف متوجہ پایا تو وہ اس کے قریب ہوا اور اس سے امام مالک رحمہ اللہ اور مکہ و مدینہ کے حالات پوچھنا شروع کیے۔

''خدا کے فضل سے سب ٹھیک ٹھاک ہے''۔ نووارد حاجی نے کہا۔ اس جواب سے محمد بن ادریس شافعی کی کچھ بھی تسلی نہ ہوئی تو اس نے امام مالک رحمہ اللہ کے بارے میں سوال کیا۔ نوجوان حاجی نے کہا:

''مختصر جواب دوں یا مفصل؟''

''مختصر ا ہی بتایئے!''

''امام مالک رحمہ اللہ خیریت سے خوب ٹھاٹ باٹ کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اللہ نے اپنے فضل سے اُنھیں خوب ہی نوازا ہے۔''

''کیا امام مالک دولت مند ہو گئے ہیں؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''جی ہاں بڑی شان و دبدبے کے دولت مند ہیں اور بڑے شاہانہ وقار کے ساتھ مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے ہیں۔''

نوجوان کا یہ جواب سن کر اس کے دل میں شوق ملاقات نے ہل چل مچا دی۔ اس نے سوچا کہ فقر و فاقہ کی حالت میں تو اس بندہ مومن کو دیکھا تھا اب دولت کی ریل پیل میں بھی دیکھا جائے کہ اس بندۂ خدا کا کیا حال ہے۔ محمد بن ادریس کی خاموشی اور ان کے چہرے پر نمودار ہونے والے اضطراب سے نوجوان تاڑ گیا کہ وہ امام مالک رحمہ اللہ کی ملاقات کے لیے بے چین ہے۔

وہ بولا:

''حضرت آپ کی جدائی اہل عراق کو بہت گراں گزرے گی اور خود میں تو آپ کی جدائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن آپ جانا چاہتے ہیں تو سفر کے انتظامات فرما لیجئے، میرے پاس جو کچھ بھی ہے سب آپ ہی کا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے رقم سے بھری ہوئی ایک تھیلی محمد بن ادریس شافعی کی طرف بڑھاتے ہوئے اصرار کیا:

"اسے قبول فرمائیے!"

"یا اخی! سب کچھ مجھے دیدو گے تو خود کیا کرو گے؟ تمھاری بھی تو آخر ضرورتیں ہیں۔" اس نے اس کی تھیلی لوٹانے کی کوشش کی۔

"آپ فکر نہ کیجئے! میں اپنی کاروباری ساکھ اور اثر سے بہت کچھ حاصل کر لونگا۔"

محمد بن ادریس کو رقم کی تو ضرورت شدید تھی لیکن اس کی خودداری اسے رقم لینے سے روک رہی تھی۔

"اچھا اپنی ضرورت بھر ہی لے کر مجھ پر احسان فرمائیے۔" نوجوان حاجی نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ اس نے تھیلی میں سے آدھی رقم لے لی اور حجاز کے لیے عزم سفر کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رئیس حرّان

ایک بار پھر راہوں سے غبار اُٹھنے لگا۔ علم حدیث کا طالب اور منزل فقہ کا مسافر اپنے محسن استاد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اپنی مہربان ماں سے ملنے حجاز مقدس کی طرف واپس جا رہا تھا۔ اسے اپنے وطن مکہ سے نکلے سات آٹھ سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ اس دوران اس نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے خلیفہ ہارون الرشید تک بڑے بڑے اہل علم اور صاحبان اقتدار سے ملاقاتیں کیں اور ہر شخص کے دل و دماغ پر اپنی ذہانت کے اتنے گہرے نقوش مرتسم کیے کہ ایک بار جس نے اُسے دیکھ لیا، پھر دوبارہ دیکھنے کی تمنا کرتا رہا۔ اس چھوٹی سی عمر میں اسے لاکھوں درہم و دینار ہدیۃً پیش کیے گئے مگر چند روز بھی گزرنے نہ پاتے تھے کہ اس کی دریا دلی اور دنیا سے بے نیازی کے باعث اس کی جیب سے منتقل ہو کر دوسرے ضرورت مندوں کے دامن میں چلے جاتے تھے۔ وہ ساری عمر خدا کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکا اس لیے اس کا تن بھی اس کا اپنا تھا اور مَن بھی۔ وہ اوّل و آخر ایک ایسا ہوش مند درویش تھا جس کی مثال آسمانی مذاہب کے ماننے والوں میں بھی کم ہی ملتی ہے۔ تاریخ اسلام کے اوراق ہی ایسے درویشوں کے تذکروں سے معمور ہیں۔ رہی مادہ پرستوں کی تاریخ تو درویش کا مفہوم سمجھنے سے ہی قاصر ہیں۔ روٹی کپڑے اور مکان کے پجاریوں کے پاس تو ایک شخص بھی ایسا نہیں جو محمد بن ادریس شافعی کے پیروں سے اُٹھنے والی خاک کو ہی چھو سکے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ مردِ قلندر بغداد کی حدود سے نکل کر علاقہ ربیعہ تک پہنچا۔ تھوڑے سے پڑاؤ کے بعد اس نے حران کی راہ لی ۔ جب وہ حران میں داخل ہوا تو جمعہ کا دن تھا۔ نماز جمعہ کی تیاری اور غسل کے لیے وہ قریب کے ایک وسیع وعریض حمام میں داخل ہو گیا۔ وہ ابھی نہانے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ سر کے بالوں کی طرف دھیان گیا۔ اس نے سر پر ہاتھ پھیرا۔ راستے کے گرد وغبار کے باعث بال بری طرح اُلجھے ہوئے تھے۔ اس نے حجام کو بال تراشنے کے لیے کہا۔ حجام نے ایک نظر اسے دیکھا۔ اس کے سامنے ایک ایسا نوجوان تھا جو اپنے لباس اور ظاہری حلیے سے ایک معمولی انسان نظر آتا تھا۔ اس نے حجام کی نظروں میں اپنے لیے حقارت کی ایک ہلکی سی لکیر دیکھی۔

''بھائی میری طرف کیا دیکھتے ہو؟'' وہ نہایت شگفتہ لہجے میں حجام سے مخاطب ہوا۔'' ایک مسافر ہوں چند ساعتوں کے لیے تمھارے شہر میں ٹھہر گیا ہوں۔ جلدی کرو! نماز جمعہ کا وقت تنگ ہوتا جا رہا ہے''۔

اس کی باتوں سے حجام کچھ شرمسار سا ہو گیا اور تیزی سے اس کے بال کاٹنے لگا۔ حجام کو بال تراشتے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی ہوگی کہ کسی نے اسے آواز دی۔ اسی لمحے اس نے اپنا کام ادھورا چھوڑا، بال تراشنے کے ہتھیار سمیٹے اور محمد بن ادریس کو کچھ کہے بغیر باہر کی طرف لپکا۔ حجام کی یہ حرکت دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ اس نے حجام کو جاتا دیکھ کر پوچھا:

''میرا کام نامکمل چھوڑ کر تم کہاں جا رہے ہو؟''

''اس شہر کا ایک رئیس میرا انتظار کر رہا ہے میں اس کے کام سے جا رہا ہوں۔'' حجام نے جاتے جاتے یہ کہا اور اس نے ایک لمحے لیے بھی رکنا گوارا نہ کیا۔ اس نے حمام میں موجود افراد میں سے کسی سے کوئی بات نہ کی، خاموشی سے اُٹھا اور غسل کرنے لگا۔ غسل سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ حمام سے نکلا تو حجام اس کا منتظر تھا۔ رئیس شہر کے بال تراشنے سے فارغ ہو چکا تھا اب وہ اس کے پاس آیا اور کہنے لگا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اب میں آپ کی خدمت کے لیے تیار ہوں۔''

''اب بال بنوانے کا وقت گزر چکا ہے'' محمد بن ادریس کا لہجہ غضب ناک تو نہیں تھا مگر اس کے چہرے سے ناگواری کے تاثرات نمایاں ہو رہے تھے۔ ''کچھ دیر پہلے تمھیں میری ضرورت نہیں تھی اور اب میں تمھاری ضرورت محسوس نہیں کرتا۔''

حجام نے اپنی اس بد اخلاقی پر معذرت تک نہ کی اور بے پرواہی سے اپنے کام میں لگ گیا۔ محمد بن ادریس کو یہ بات اور بھی ناگوار گزری۔ اس کی عزت نفس کو بہت ٹھیس پہنچی تھی۔ رئیس شہر کی چاپلوسی کے لیے ایک غریب الوطن شریف آدمی کے ساتھ یہ سلوک اس کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ یہ اس کی ذات کی تذلیل کا نہیں پوری انسانیت کی تذلیل کا مسئلہ تھا۔ اس لیے اس نے حجام کو سبق سکھانا ضروری سمجھا۔

اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنی طرف بلایا۔ جب وہ قریب آ گیا تو اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور جس قدر دینار ہاتھ میں آئے حجام کی ہتھیلی پر رکھ دیے۔ فرزندِ حجاز نے حجام کی نامکمل خدمت کے صلہ میں جو کچھ دیا وہ حمام میں موجود تمام لوگوں کے تصور سے بھی کہیں زیادہ تھا۔ خود حجام بھی اپنے پھیلے ہوئے ہاتھ میں اتنے سارے دیناروں کی چمک دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایک اجنبی نوجوان اسکی بدسلوکی کے باوجود اس سے حسن سلوک کیوں کر رہا ہے۔ حجام کبھی اس بھاری رقم کو دیکھتا اور کبھی اس غریب الوطن نوجوان کو۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

''خبردار کبھی کسی پردیسی کو اس طرح حقیر مت سمجھنا۔'' اس نے حجام کی بدسلوکی پر اسے ملامت کرتے ہوئے کہا۔

محمد بن ادریس کا یہ عمل اور گفتگو سن کر حمام میں موجود دوسرے لوگ بھی اس طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ باہر سے بھی ایک ایک کر کے لوگ جمع ہونے لگے تھے۔ حجام کی وہی حالت تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ حیرت واستعجاب میں ڈوبا ہوا کسی پتھر کے مجسمے کی مانند کھڑا تھا۔ اس کا ہاتھ بدستور پھیلا ہوا تھا۔اور اس کے دیئے ہوئے دینار سورج کی طرح چمک رہے تھے۔

"یہ تمھارے ہیں۔انھیں رکھ لو!" اُس نے حجام کی مٹھی کو اپنے ہاتھوں سے بند کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن میرے کام کی اُجرت اتنی زیادہ تو نہیں ہوسکتی۔" حجام کی حیرانی و پریشانی کچھ اور بڑھ گئی تھی۔

"یہ تمھاری نامکمل خدمت کا صلہ ہے" اُس نے حجام کی بداخلاقی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اگر تم اپنا کام مکمل کرتے تو ہرگز تمھیں اتنی رقم نہ دیتا۔"

"مجھے تو حران کے کسی رئیس نے آج تک بال ترشوانے کا اتنا معاوضہ نہیں دیا۔" حجام ایک اجنبی نوجوان کی بات سمجھنے سے قاصر تھا۔

"میں آج تمھیں یہی سمجھانا چاہتا ہوں کہ ایک مفلس اور ایک اُمیر کی دُنیا میں کتنا فرق ہے۔"

آہستہ آہستہ فرزندِ حجاز کا لہجہ پر جوش ہوتا جا رہا تھا۔اور گزرنے والے ہر لمحے کے ساتھ حجام کے قریب جمع ہونے والے لوگوں کی بھیڑ میں اضافہ ہو رہا تھا۔

"تم میرے کام کو نامکمل چھوڑ کر اس لیے چلے گئے کہ تمھیں ایک اُمیر شخص نے پکارا تھا۔ تمھارے نزدیک میری غربت قابل توجہ نہ تھی۔تم بھی غریب ہو،اگر اُمیر لوگ تمھاری طرف نہ دیکھیں تو پھر تمھیں شکایت نہ ہونی چاہیے کیونکہ تم نے بھی تو مجھے غریب و نادار سمجھ کر نظرانداز کیا۔"

اس کے بولنے کا انداز اس قدر متاثر کن تھا کہ سننے والے اپنی اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑے تھے۔

"بے شک! تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے تھے مگر میں نے تمھیں نہیں چھوڑا۔یہ سب کچھ اس لیے دے رہا ہوں کہ تم آئندہ کسی رئیس کی خاطر کسی غریب الوطن مسافر سے ایسا سلوک نہ کرنا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمھارا یہ تحقیر آمیز رویہ انسانیت کی توہین ہے۔" اس کی بات سن کر حجام نے سر جھکالیا۔ فرزندِ حجاز ایک عجیب عالم جذب میں بول رہا تھا۔ زبان سے فصاحت و بلاغت کا ایسا سمندر ابل رہا تھا کہ سننے والے دم بخود تھے۔ انھوں نے آج تک ایسا نوجوان نہیں دیکھا تھا جسکی تقریر پختہ ذہنوں کو بھی منقلب کرنیکی صلاحیت رکھتی ہو۔ وہ لوگ جو کسی دولت مند کو دیکھ کر سہم جاتے تھے، ان کے چہروں پر اپنی عزت نفس اور غیرت کی چمک نظر آ رہی تھی۔

اسی دوران شہر کا ایک اور رئیس حمام سے باہر نکلا۔ اس کے سامنے نوکروں نے سواری پیش کی۔ اس نے جب حجام کے اردگرد مجمع لگا ہوا دیکھا اور محمد بن ادریس کی بلند آواز سنی تو وہ گھوڑے سے اُتر پڑا۔ جیسے ہی محمد بن ادریس مجمع سے باہر نکلا، اس رئیس نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا۔ وہ ٹھہر گیا۔ اُمیر نے ادب سے سلام کیا اور نہایت عقیدت مندانہ لہجے میں سوال کیا:

"آپ شافعی ہیں؟"

"جی ہاں میں شافعی ہوں۔" اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا لیکن وہ حیرت کے ساتھ اس رئیس کو دیکھنے لگا۔

"اگر آپ میرے ہاں قیام کریں تو میرے لیے بڑی خوش نصیبی کی بات ہوگی۔"

"میں ایک مسافر ہوں۔" اس نے بے نیازانہ انداز میں کہا "مجھے بہت دور جانا ہے۔ میں صرف جمعے کی فضیلت کے باعث رُک گیا تھا۔ اگر میں حران میں قیام کرتا تو تمھاری دعوت قبول کر کے مجھے خوشی ہوتی۔" یہ بات اس نے رئیس کی دلجوئی کی خاطر کہی ورنہ وہ اہل دولت وثروت کی پیش کش کو قابل توجہ نہیں سمجھتا تھا۔

"میں آپ کا زیادہ وقت ضائع نہیں کروں گا۔ بس کچھ دیر کے لیے مجھے یہ شرف بخش دیجیے۔" امیر کی درخواست سے اس کا پُرخلوص جذبہ نمایاں تھا۔ اس کی محبت آمیز گزارش کو وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظر انداز نہ کر سکا اور ساتھ چلنے کے لیے رضا مند ہو گیا۔ اسے آمادہ پا کر رئیس کے چہرے پر خوشی کا رنگ اُبھر آیا۔

"تشکر تشکر!" اُمیر کی آواز جوش جذبات سے کانپنے لگی پھر اس نے بلند آواز میں اپنے غلام کو پکارا۔

"گھوڑا یہاں لاؤ!"

چند قدم کے فاصلے پر کھڑا غلام گھوڑے کو لیے ہوئے تیزی سے قریب آیا۔

"آپ اس پر سوار ہو جائیں!" رئیس نے نہایت ادب سے گھوڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ایک سواری پر دو آدمی کیسے بیٹھ سکتے ہیں؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"میں آپ کے ہمراہ پاپیادہ چلوں گا۔" اُمیر نے اس طرح کہا کہ عقیدت کے بوجھ سے اس کا سر جھکا جا رہا تھا۔

"یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں سواری پر بیٹھوں اور تم پیدل چلو۔" اس نے گھوڑے پر بیٹھنے سے صریحاً انکار کر دیا۔

"میری زندگی کی سب سے بڑی سعادت یہی ہوگی کہ میں آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر آگے آگے چلوں۔" فرزندِ حجاز سے رئیس کی عقیدت اپنے عروج کو پہنچ چکی تھی۔

"آپ کو خدا کی قسم! آپ اس پر سوار ہو جایئے۔" اُمیر اس طرح گڑگڑانے لگا جیسے ایک گداگر کوئی سوال کر رہا ہو۔

اب اس کے لیے کوئی چارہ نہ رہا تھا۔ وہ انکار کرنا چاہتا تھا مگر حرم ان کا رئیس اللہ کو درمیان میں لے آیا تھا۔ مجبوراً وہ گھوڑے کی پشت پر سوار ہو گیا۔ اُمیر نے گھوڑے کی لگام پکڑنا چاہی تو اس نے سختی سے منع کرتے ہوئے کہا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کیا تم اس طرح مجھے مزید اذیت پہنچانا چاہتے ہو؟"

اس کی بات سن کر امیر رک گیا اور غلام نے اپنی ذمہ داری سنبھال لی۔

اب غلام سر جھکائے اور گھوڑے کی لگام پکڑے آگے آگے چل رہا تھا اور امیر دائیں جانب پیدل چل رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر وہاں کھڑے تماشائی بڑے حیران تھے کہ یہ کیسا عجیب و غریب پردیسی ہے کہ اس نے اپنی ساری پونجی پردیس میں ایک حجام کے حوالے کر دی اور ایک رئیس نے اپنی سواری اس کے حضور پیش کر کے عزت محسوس کی۔

اب گھوڑا مختلف راستوں سے گزرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ راستے میں رئیس شہر کے بہت سے شناسا لوگوں نے گفتگو کرنا چاہی لیکن اس نے یہ کہہ کر انھیں ٹال دیا کہ اس وقت وہ اپنے مہمان کی خدمت میں مصروف ہے۔

فرزند حجاز اجنبی رئیس کے طرز عمل سے بہت متاثر نظر آ رہا تھا۔ بعض دولت مند بھی محمد بن ادریس کے ساتھ عقیدت سے پیش آئے لیکن حران کے اس رئیس کے جذبات کی فراوانی سب سے نمایاں تھی۔ بناوٹ اور تصنع سے پاک عقیدت، تکلف کی رسموں سے بے نیاز ادب و احترام ہی اس امیر کے کردار کی ظاہری خوبیاں تھیں۔ ایک دولت مند شخص ہوتے ہوئے وہ جس طرح ایک درویش صفت عالم کو گھر لیے جا رہا تھا، یہ اس کی علم دوستی کا اظہار تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک باغ کے درمیان عالیشان رہائش گاہ کے سامنے کھڑے تھے۔ عمارت کے در و دیوار سے امارت جھلک رہی تھی۔ دیکھنے والا پہلی نظر میں ہی اندازہ کر سکتا تھا کہ اس گھر کے مکین کس قدر آسودہ حال ہوں گے۔ رئیس نے بڑے والہانہ انداز میں اسے گھوڑے سے نیچے اتارا اور اس کے ساتھ ہی بلند آواز میں اپنے خدمت گاروں کو پکارا۔

اپنے آقا کی آواز سنتے ہی کئی ملازم دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے۔ اس نے انھیں کھانے کے بارے میں ہدایات دیں اور خود فرزند حجاز کو لے کر اپنے مخصوص کمرے میں چلا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں بھی قدم قدم پر دولت و آسائش کی نشانیاں موجود تھیں۔ امام نے اس سے پہلے بھی دولت و ثروت کے بہت سے مظاہرے دیکھے تھے۔ وہ حاکم مکہ، عامل مدینہ اور خلیفہ ہارون الرشید کے دربار سے بھی گزرا تھا لیکن سرمائے کی کسی علامت نے بھی اس کے دل و دماغ پر کوئی تاثر نہ چھوڑا تھا۔ پھر وہ ان کے اس امیر کی دولت سے کس طرح مرعوب ہوتا؟ لہٰذا بے نیازانہ مکان میں داخل ہو کر مومنانہ شان سے بیٹھ گیا۔ یہاں وہ کسی چیز سے متاثر تھا تو وہ رئیس کا جذبۂ عقیدت تھا۔

اب امیر احترام کے ساتھ دوزانو ہو کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ فرزندِ حجاز نے اس کی اس نیازمندی کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا لیکن ساتھ یہ بھی کہا:

''اگر تم اسی طرح تکلفات کا مظاہرہ کرتے رہے تو میں زیادہ دیر تک یہاں ٹھہر نہیں سکوں گا۔ تم میرا جتنا ادب کر چکے وہی کافی ہے۔ میں اسے فراموش نہ کر سکونگا۔ پھر مجھے مزید زیر بار کیوں کرتے ہو۔'' اس کے اصرار پر امیر نے اپنی نشست کا انداز بدل دیا۔

''ابھی نماز میں کچھ وقت باقی ہے۔ کیا آپ اذان سے پہلے کچھ کھانا پسند فرمائیں گے۔'' امیر نے اس سے اس طرح دریافت کیا جیسے فرزندِ حجاز اس کا آقا ہو اور وہ غلام۔

''نماز کے بعد۔ مجھے صرف تمھاری خاطر یہ دعوت منظور ہے لیکن کسی اہتمام کی ضرورت نہیں۔'' اس نے جواباً کہا۔ امیر یہ جواب سن کر کچھ دیر کے لیے اندرون خانہ چلا گیا اور جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں کوئی مشروب تھا۔

''اسے نوش فرمایئے!'' میزبان نے خود ہی مشروب کا بلوریں برتن پیش کرتے ہوئے کہا ''طویل سفر نے آپ کو یقیناً تھکا دیا ہوگا''۔

اس نے پیالہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور رک رک تین سانس میں سارا مشروب ختم کر دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''خدا میرے شریف النفس میزبان کو جزائے خیر عطا فرمائے''۔اس نے میزبان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔اُمیر کی خوشی ناقابل بیان تھی۔ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے فرزندِ حجاز کی زبان سے ادا ہونے والے چند کلمات ہی اس کی زندگی کا سرمایہ تھے۔پھر وہ اپنے مہمان کے سفر کا حال معلوم کرنے لگا۔ابھی گفتگو جاری تھی کہ قریب کی مسجد سے موذن کی آواز سنائی دی۔ اُنھوں نے پرجوش لہجے میں اللہ اکبر کے الفاظ دھرائے اور مسجد کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

نماز کے بعد رئیس فرزندِ قریش کو مہمان خانے میں بٹھا کر اندر چلا گیا۔تھوڑی دیر بعد وہ اس طرح واپس آیا کہ اس کے ساتھ خادموں نے کھانے کے مختلف خوان اُٹھائے ہوئے تھے۔ خود اُمیر لوٹا ہاتھ میں لے کر بولا:

''حضرت! ہاتھ دھو لیجیے۔''

ہاتھ دھونے کے بعد جب وہ دستر خوان پر بیٹھا تو قسم قسم کے کھانے چنے جا چکے تھے۔

''تم نے کھانے کے بارے میں بہت زیادہ تکلف کیا ہے''۔فرزندِ حجاز نے لذیذ کھانوں کی کثرت دیکھ کر کہا۔

''میں جانتا ہوں کہ آپ کو کھانے کا یہ اہتمام پسند نہیں آئے گا مگر میری خواہش ہے کہ اس دعوت کو قبول فرما کر مجھے خصوصی شرف بخش دیجیے۔''اُمیر نے ایک رکابی میں اس کے لیے کھانا ڈالتے ہوئے کہا۔وہ جواباً خاموش رہا۔حرّان کے رئیس کی بے انتہا خوشی اور غیر معمولی تواضع دیکھ کر وہ حیران تھا کہ بھلا یہ کون شخص ہے جو اس کی تواضع میں اس قدر بچھا جا رہا ہے۔

''بسم اللہ کیجیے!''میزبان نے مہمان کے سامنے کھانے کی رکابی رکھتے ہوئے کہا لیکن وہ بدستور خاموش بیٹھا رہا اور کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔گزرتے ہوئے لمحوں کے ساتھ ہی میزبان سمجھ گیا کہ معزز مہمان کسی وجہ سے کھانے سے گریز کر رہا ہے۔

''حضرت کیا بات ہے مزاج گرامی تو ٹھیک ہے نا؟''میزبان نے بڑی عاجزی پوچھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"میں کھانا ہرگز نہ کھاؤں گا۔" اس نے اپنے آپ کو سمیٹتے ہوئے کہا۔

"کیا مجھ سے کوئی کوتاہی سرزد ہوگئی ہے؟" میزبان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں دریافت کیا۔

"عزیزم! تم کسی غلطی کے مرتکب نہیں ہوئے۔ تمھاری خاطر مدارت تو مجھے برسوں یاد رہے گی۔ تم نے ایک اجنبی مسافر کے ساتھ جس حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اسے کوئی غیرت مند شخص بھلا سکتا ہے؟"

"اگر مجھ سے کوئی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی تو پھر آپ نے کھانے سے ہاتھ کیوں روک رکھے ہیں۔" میزبان بہت دل گرفتہ اور اداس نظر آرہا تھا۔

"میں تمھارا ایک نوالہ بھی نہیں کھاؤں گا جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم نے مجھے کیسے پہچانا؟ میں اپنی حد تک پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ میں نے تمھیں آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ چند لمحے بھی تمھارے ساتھ نہیں گزارے۔ جبکہ تم اس قدر احترام سے پیش آرہے ہو جیسے ہمارا بڑا پرانا تعلق ہو۔ میں اب تک صرف تمھارے بارے میں سوچتا رہا ہوں۔ میں نے اپنے ذہن کے ایک ایک گوشے میں تمھیں تلاش کیا مگر وہاں تم سے شناسائی کا کوئی نقش موجود نہیں۔ پھر یہ گرمجوشی کیسی؟ مہمان نوازی اور قربتوں کا اظہار کس لیے؟" وہ بیباکی کے ساتھ اپنے دل کی بات زبان پر لے آیا۔

"حضرت! یہ کونسی بات ہے" میزبان مسکراتے ہوئے بولا "جب آپ بغداد میں رہتے تھے اس زمانے میں آپ نے جو کتاب سہو کے مسائل پر لکھ کر سنائی تھی۔ اس کے سننے والوں میں خوش قسمتی سے میں بھی شامل تھا۔ اگرچہ میں نے باقاعدہ آپ کی شاگردی اختیار نہیں کی لیکن میں تو آپ کو اپنا اُستاد ہی سمجھتا ہوں۔ اس اعتبار سے آپ کی خدمت و تعظیم مجھ پر واجب ہے"۔ رئیس میزبان کا اشارہ محمد بن ادریس کی تصنیف "کتاب الزعفران" کی طرف تھا۔ اس انکشاف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر اس نے حران کے رئیس کو وفورِ مسرت کے ساتھ دیکھا اور پھر والہانہ انداز میں اُٹھ کر اسے گلے لگا لیا اور کہا:

''واقعی علم ہی دو انسانوں کے درمیان ایک ایسا رشتہ ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔'' یہ کہہ کر اس نے بے تکلفانہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

❖❖❖

مہمان نے میزبان کے ہاں تین دن گزار دیئے۔ میزبان کا حسنِ سلوک ہر روز بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کے روز و شب کی ایک ایک گھڑی بارگاہِ علم میں عقیدت سے خم نظر آتی تھی۔

چوتھے دن کا سورج طلوع ہوا۔ رئیس کی مطمئن زندگی میں اضطراب کی تلخ لہر سی دوڑ گئی۔ اس لیے کہ جس آفتابِ علم کی روشنی سے اس کے بام و در جگمگا رہے تھے، آج وہ آفتاب حران کی حدود سے گزر کر کسی اور اُفق پر اُبھرنے والا تھا۔

''آج تم کچھ پریشان نظر آتے ہو؟'' فرزندِ حجاز نے اپنے میزبان کو اداس دیکھ کر کہا۔

''اہلِ دُنیا کو تو اس سے غرض ہی کیا، خود میرے اہلِ خانہ بھی میری اداسی کا سبب نہیں جانتے''۔ امیر نے نہایت افسردہ لہجے میں کہا ''بس ایک آپ میری آزردگی کی وجہ جانتے ہیں لیکن مجھ میں آپ کے روبرو کچھ کہنے کا یارا نہیں۔''

''میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا، پھر تم میرے سامنے عاجز کیوں ہو؟'' فرزندِ حجاز مسلسل اپنایت کے لہجے میں بات کرتے رہے۔ ''تمھارا ہی احسان مجھ پر ہے کہ تم تین چار دن سے میری خاطر تکلیف اُٹھا رہے ہو۔''

''معاذ اللہ!'' اُمیر ایک لمحے کے لیے تڑپ اُٹھا۔ میں تو کسی احسان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔'' جو شخص آدابِ میزبانی کا ڈھب سے لحاظ نہ رکھ سکا ہو، وہ کسی پر احسان کیا کرے گا۔'' امیر کے چہرے پر رنگِ ندامت جھلک رہا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تو پھر دل کی بات کہتے ہوئی تمھاری زبان لڑکھڑا کیوں رہی ہے''۔اس نے بے تکلفی سے پوچھا۔

''مجھے یہ خوف ہے کہ آپ میری بات سن کر مجھ سے خفا نہ ہو جائیں۔'' اُمیر کی اس وقت وہی کیفیت تھی جو کسی غلام کی اپنے آقا کے سامنے ہوتی ہے۔

''اللہ نے مجھے اتنی قوت برداشت عطا کی ہے کہ میں دل آزاری کرنے والوں کو بھی معاف کر سکوں''۔ یکا یک فرزندِ حجاز کی قلندرانہ شان اُبھر آئی تھی۔'' پہلے تو علم دوست کسی کا دل نہیں دکھاتے۔ اگر تم سے ایسی کوئی غلطی سرزد بھی ہو جائے تو تم نے اتنی بار میرا دل خوش کیا کہ ایسی کوتاہی تمھاری نیکیوں کے نیچے دب جائے گی۔''

فرزندِ حجاز کی حوصلہ افزا باتوں سے میزبان کا کھویا ہوا اعتماد لوٹ آیا۔ اب وہ روانی سے بولنے لگا لیکن اس کی آنکھیں عقیدت سے جھکی ہوئی تھیں۔

''حضرت حران کے اطراف میں میرے چار گاؤں ہیں اور چاروں نہایت زرخیز ہیں۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ اگر آپ حران میں قیام فرمائیں تو یہ چاروں گاؤں آپ کی نذر ہیں۔'' اتنا کہہ کر اُمیر نے گھبراہٹ میں محترم مہمان کی طرف دیکھا۔ وہ اس کے چہرے پر اپنی گفتگو کا ردِعمل تلاش کر رہا تھا۔ مہمان نے میزبان کی پیش کش پر کسی تاثر کا اظہار نہ کیا۔ وہ خاموشی سے رئیس میزبان کو دیکھ رہا تھا۔ مہمان کے اس سکوت نے میزبان کو مزید بدحواس کر دیا۔

''خدا گواہ ہے کہ میں آپ کے سامنے اپنی امارت و سرمایہ داری کی نمائش نہیں کر رہا ہوں۔ میری ساری دولت آپ کے قدموں سے اُٹھنے والے غبار کے برابر بھی نہیں۔ آپ حجاز مقدس سے واپس آ کر حران میں قیام فرمائیں اور والدہ محترمہ کو بھی ہمراہ لیتے آئیں۔''

اُمیر ہر طرح سے اسے رضامند کرنا چاہتا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''علم کے لیے تمھارا یہ جذبہ یقیناً قابل ستائش ہے مگر اس میں خود غرضی کی جھلک نظر آتی ہے۔'' مہمان نے محبت آمیز لہجے میں میزبان کو سمجھاتے ہوئے کہا۔'' جب میں بغداد سے رخصت ہو رہا تھا تو اس وقت بھی ایک آسودہ حال انسان نے ایسے ہی جذبات کا اظہار کیا لیکن میں نے اسے بتایا کہ علم ایک سورج ہے جس کو کسی دائرے یا مقام پر اسیر نہیں کیا جا سکتا۔ میں علم کی خاطر زمین اور خون کے تمام رشتے توڑ آیا ہوں۔ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ ان گلیوں میں مستقل قیام کروں جہاں میرے بچپن کے دوست ہیں، عزیز ہیں اور جہاں کا ایک ایک ذرہ مجھ سے آشنا ہے۔ تمھیں کیا خبر کہ ماضی کی کتنی یادیں میرے دامن دل کو اپنی طرف کھینچتی ہیں لیکن میں ان کو حصول علم کی خواہش پر غالب آنے نہیں دیتا۔ اگر تم مجھے حران کی زرخیز زمین کی سنہری زنجیر پہنا دو گے تو اہل حجاز مجھے کہاں ڈھونڈتے پھریں گے، اہل شام پر کیا گزرے گی، اہل مصر کا کیا ہوگا۔ یہ بھی تمھاری طرح کلمہ گو انسان ہیں، ان کے بھی مجھ پر بے شمار حقوق ہیں۔ کسی ایک جگہ ٹھہرنے کا یہی مطلب ہے کہ میں لاتعداد بندگان خدا کی حق تلفی کر رہا ہوں۔ کیا تمھاری شرافت نفس اور کشادہ ظرفی اس ناانصافی کو برداشت کر لے گی؟'' یہ کہہ کر مہمان نے کچھ توقف کیا اور اپنی سوالیہ نظریں میزبان کے چہرے پر گاڑ دیں۔ مہمان پھر دوبارا اسی جذب و شوق میں بولنے لگا:

''جب یہی بات میں نے بغداد کے اس شخص سے کہی تھی تو وہ اپنے ذاتی نقصان کے باوجود منزل فراق کی جانب چلنے کے لیے آمادہ ہو گیا تھا۔ بلاشبہ میں اس شخص سے بچھڑ گیا ہوں اور آیندہ ملاقات کا امکان بھی کم ہے لیکن وہ مجھے آخری سانس تک یاد رہے گا۔ علم کے رشتے اتنے معتبر اور مستحکم ہوتے ہیں کہ انسانی جسم کے خاک میں گل جانے کے بعد بھی فنا نہیں ہوتے۔ میں کچھ دیر بعد تمھیں الوداع کہہ کر چلا جاؤں گا مگر جب بھی روز و شب کے ہنگاموں سے نجات ملے گی مجھے حران یاد آئے گا اور حران کی یادوں کے ساتھ ہی ذہن میں تمھاری بے پناہ محبتوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نقوش اُبھر آئیں گے۔ پھر میں لوگوں سے کہا کروں گا کہ حرّان میں میرا ایک دوست رہتا ہے جس نے اپنا سارا سرمایہ علم کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ یہ کیسی خوشگوار یادیں ہونگی! دل ودماغ اور روح کو مہکا دینے والی یادیں۔"

فرزندِ حجاز علم اور حصول علم کے لیے سفر کی فضیلت پر اس طرح بول رہا تھا کہ اُمیر ساکت ہو کر رہ گیا تھا تھوڑی دیر پہلے اس نے مہمان کو روکنے کے لیے کئی دلائل اور جواز تراشے تھے، کئی توجیہات پیش کی تھیں مگر اب اس کی زبان گنگ تھی اور اس نے فرزندِ علم کے سامنے سپر ڈال دی تھی۔ میزبان خاموش بیٹھا ہوا بڑی حسرت سے اپنے مہمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں تک کمرے کی فضا پر گہرا سکوت طاری رہا۔ پھر مہمان اپنے میزبان سے دوبارہ مخاطب ہوا۔

"تم جانتے کہ میرے نزدیک سفر کیا ہے؟" اُمیر کیا جواب دیتا بس سوالیہ نظروں سے علم کے اس مینار کو دیکھتا رہا۔

"سفر میرا مقصدِ حیات ہے، سفر ہی میری کائنات ہے۔" وہ بڑے جذب کے عالم میں بول رہا تھا۔ پھر اس نے نہایت اثر انگیز لہجے میں ایک شعر پڑھا۔ "میں زمین کے طول وعرض کا سفر کرونگا یا تو اپنی مراد کو پہنچوں گا یا غریب الوطنی ہی میں جان دے دوں گا۔" میزبان کو مہمان کی بلند اور پرسوز آواز اپنی روح کی گہرائیوں میں اُترتی ہوئی محسوس ہوئی۔ علم کے مسافر کو آمادۂ سفر پا کر میزبان گھبرا گیا اور اس نے بدحواسی کے عالم میں مہمان کا دامن پکڑ لیا۔

"بے شک میں آپ کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر میں آپ کو اس طرح نہیں جانے دونگا کہ ساری زندگی خود سے شرمندہ رہوں۔"

"پھر تم کیا چاہتے ہو؟" میزبان کی وارفتگی وشوق دیکھ کر فرزندِ علم کے ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم اُبھر آیا تھا۔

"میرے پاس چالیس ہزار درہم نقد موجود ہیں، بس آپ اِنھیں قبول کر لیجئے۔" میزبان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے التجا کرتے ہوئے کہا۔

''بندہ خدا میں اپنا وطن چھوڑ کر شہر شہر اس لیے تو نہیں پھر رہا ہوں کہ دولت جمع کروں میں تو اپنی بوڑھی ماں سے یہ دُعا لے کر نکلا ہوں کہ خدا مجھے آسمان علم پر سورج بنا کر چمکائے۔'' مہمان نے پرجوش لہجے میں کہا۔

''حضرت یہ تو صحیح ہے کہ آپ نے واقعی بہت اونچا مقصد اپنایا ہے لیکن اس کے لیے کچھ وسائل کی بھی تو ضرورت ہے۔ اسی مقصد کے لیے یہ نقدی قبول کر لیجیے۔''

''بندہ خدا میں اس دولت کے انبار کا کیا کروں گا۔'' محمد بن ادریس نے اس طرح کہا کہ اس کے لہجے سے حیرت صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

''آپ مسافر ہیں اور نہیں معلوم کہ آپ کو اس عظیم مقصد کے لیے کہاں کہاں جانا پڑے۔'' میزبان رئیس اپنی ضد پر قائم تھا۔ ''مسافر کو کوئی نہ کوئی ضرورت پیش آ ہی جاتی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی سنگین وقت میں آپ چند سکوں کے حصول کے لیے رنجیدہ خاطرہ ہوں اور علمی مشاغل چھوڑ کر دوسرا ذریعہ معاش اختیار کریں۔ میں کسی نہ کسی طرح آپ سے جدائی کے صدمے کو برداشت کر لوں گا لیکن مجھے یہ گوارا نہیں کہ بھوک اور تنگدستی کا کوئی مہیب سایہ آپ کے روشن چہرے پر پڑے''۔ یہ کہتے ہوئے اُمیر رونے لگا۔

فرزندِ حجاز اس کی مہمان نوازی سے پہلے ہی متاثر تھے لیکن جب شدت احساس کا یہ مظاہرہ دیکھا تو اس کا تاثر کچھ اور بڑھ گیا۔

''اگر تمھاری خوشی اسی میں ہے تو تھوڑی سی رقم دے دو۔ میں تنہا انسان اس کا بوجھ اُٹھائے اُٹھائے کہاں پھروں گا''۔ محمد بن ادریس نے اپنے میزبان کی دلجوئی کرتے ہوئے کہا۔

''آپ کئی بار مجھے علم دوست کہہ کر پکار چکے ہیں''۔ اُمیر عجیب وغریب انداز میں امام کو مجبور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”تمھارے علم دوست ہونے میں کسی کو کیا شک ہے؟“

”تو پھر اس علم کی خاطر ہی میری درخواست قبول کر لیجیے۔“ رئیس نے منطق کا سہارا لیا مگر ایسی منطق کہ جس میں دل کا درد شامل تھا۔ آخر مہمان مجبور ہو گیا۔ رئیس میزبان نے اپنے خادموں کو آواز دی۔ اُنھوں نے دولت سے بھرے صندوق خچروں پر لاد دیئے۔

کچھ دیر بعد میزبان اپنے مہمان کو الوداع کہنے کے لیے 7 ان کی سرحد تک آیا۔ فرزندِ قریش کے سفر کے لیے ایک نہایت آراستہ اونٹ کا اہتمام تھا۔ وقتِ رخصت میزبان مہمان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے کھڑا رہا۔ بڑا رقت آمیز منظر تھا۔ میزبان کے آنسو اس کے دامن کو بھگو رہے تھے۔ خود مسافر بھی میزبان کی اس جذباتی کیفیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور آہستہ آہستہ اس کی پلکیں بھی نم ہوتی چلی گئیں۔

”مجھ تشنہ کام نے اپنے دروازے پر علم کے دریا کو موجزن دیکھا مگر جب میں لب دریا پہنچا تو اس کا شیریں پانی مرے ہونٹوں سے دور ہو گیا۔“ رئیس میزبان نے شکستہ لہجے میں کہا۔

”کیا تم اس حقیقت کو نہیں جانتے کہ ہر شے کو فنا ہے۔ انسان کس لیے خواب دیکھتا ہے اور کیوں اداس ہو جاتا ہے۔“ علم کے مسافر نے اپنے میزبان کو تسلی دیتے ہوئے کہا جو بہت شکستہ دل نظر آ رہا تھا۔

”ہر ذی ہوش انسان قدرت کے اس نظام سے واقف ہے مگر تمناؤں کا شور اسے کچھ سننے نہیں دیتا۔“ رئیس نے اپنی لرزتی ہوئی آواز پر قابو پاتے ہوئے کہا: ”میں جوشِ جذبات میں صبر کا مفہوم بھول گیا۔ واقعتاً یہ خود غرضی کی انتہا ہے کہ انسان سورج کی روشنی کو اپنے گھر میں محصور کرنے اور دریا کو اپنے دروازے کے سامنے بہنے کا پابند کرے۔ خدا مری ناشکر گزاریوں کو معاف کرے۔ میرے لیے یہی شرف کافی ہے کہ سورج اور دریا نے چند دن کے لیے اپنا رخ میری طرف کئے رکھا۔“ رئیس بظاہر پرسکون ہو گیا تھا لیکن اس کی آنکھوں سے آنسو اب بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رواں تھے۔

محمد بن ادریس شافعی نے اپنے میزبان کو بڑی گرمجوشی سے گلے لگایا اور اونٹ پر سوار ہو گیا اور پھر علم کا مسافر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا۔ رئیس نے اپنے ہاتھ کو فضا میں بلند کیا۔ وہ اپنے مہمان کو اس طرح رخصت کر رہا تھا کہ اس کی آنکھیں اشکبار تھیں اور ہونٹوں پر ''الفراق، الفراق'' کے جاں گداز کلمات لرز رہے تھے۔ مسافر بھی بار بار مڑ کر دور تک اسے دیکھتا رہا۔ ''الفراق، الفراق'' کی آوازیں مسلسل اس کا تعاقب کر رہی تھیں پھر فاصلے بڑھ گئے، رئیس کی آواز مدہم پڑ گئی، چہرہ دھندلا گیا، یہاں تک کہ غبار راہ نے ان کے درمیان پردہ کھینچ دیا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مدینہ کا ایثار

جس وقت وہ حران کی حدود سے نکل رہا تھا اس کے آگے پیچھے بوجھ ہی بوجھ لدے ہوئے تھے۔ اسے اس وقت کا خیال آیا کہ جب وہ حران میں داخل ہوا تھا۔ بے اختیار اس کی زبان سے نکلا:

''خداوند تو بڑا ہی بے نیاز ہے۔ ابھی چار دن پہلے جب میں حران میں آیا تھا تو حجام نے میرے ساتھ کیسا ذلت آمیز سلوک کیا تھا اور اب یہاں سے رخصت ہو رہا ہوں تو کس شان و شوکت کے ساتھ کہ دولت سے لدا ہوا ہوں۔''

محمد بن ادریس کے پاس دولت کے انبار ضرور تھے لیکن اس کے دل میں لحہ بھر کے لیے بھی مال کی محبت پیدا نہ ہوئی۔ وہ سیم وزر کے اس بوجھ کو اٹھانے کا عادی بھی نہ تھا۔ اس لیے درہم و دینار کا یہ ذخیرہ کچھ دور تک ہی اس کا ساتھ دے سکا۔ راستے میں جو بھی ضرورت مند نظر آیا اسے اس کی ضرورت کے مطابق دے دیا۔ کوئی اہل علم ملا تو اس پر زیادہ مہربانی کر دی۔

راستے میں اسے احمد بن حنبل، سفیان بن عیینہ اور امام اوزاعی اور دیگر علمائے حدیث ملے تو اس نے ان کی ضروریات پر وہ سب کچھ خرچ کر دیا جو حران کے رئیس نے دیا تھا۔ جب وہ رملہ شہر میں داخل ہوا تو اس کے پاس چالیس ہزار کی رقم میں سے صرف دس دینار باقی رہ گئے تھے۔ خدا کی ذات پر اس مرد قلندر کے یقین و توکل کا یہ عالم تھا کہ ایک لمحے کے لیے بھی آنے والے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالات کی سنگینی کا خوف نہ تھا۔طویل اور دشوار گذار سفر میں مادی وسائل سے یہ بے نیازی اسی کی شان تھی۔ ورنہ انسان تو اپنی گردن میں دولت کا طوق ڈالنے کے لیے ہر موسم اور ہر زمانے میں بے چین رہتا ہے۔

رملہ پہنچ کر اس نے کرایہ پر سواری لی اور اپنے محسن امام مالک سے ملاقات کیلئے حجاز روانہ ہوا۔ منزل پر منزل طے کرتا ہوا آخر ستائیسویں دن وہ نبی ﷺ کے شہر مبارک میں داخل ہوا۔

جب وہ مسجد نبوی میں پہنچا تو عصر کی نماز سے لوگ فارغ ہو چکے تھے۔نماز کی ادائیگی کے بعد اس نے مسجد میں دیکھا کہ لوہے کی ایک شاندار اونچی کرسی رکھی ہوئی ہے جس پر نہایت خوبصورت گدی رکھی ہوئی ہے اور ایک بیش قیمت مصری تکیہ جما ہوا ہے۔

وہ ابھی کرسی کو حیرت سے دیکھ ہی رہا تھا کہ باب النبی کی طرف جو اس کی نظر اُٹھی تو وہ حیرت سے دیکھتا رہ گیا۔اس کے محسن اور استاد امام مالک رحمہ اللہ بن انس شاہانہ شان وشوکت کے ساتھ آرہے تھے۔ان کے پیچھے پیچھے شائقین حدیث چلے آرہے تھے۔جن کی تعداد چار سو سے زائد ہی ہوگی۔مسجد خوشبوؤں سے مہک گئی۔امام مالک رحمہ اللہ نہایت وقار کے ساتھ مسند پر آکر بیٹھ گئے۔ ایک نظر مجمع پر ڈالی اور درس حدیث شروع ہوگیا۔آج کے درس کا موضوع تھا ''جرح عمد'' یعنی اگر کوئی ارادتاً کسی کو زخمی کردے تو کیا کیا مسائل پیدا ہوسکتے ہیں۔ وہ بھی مجلس کے ایک گوشے میں خاموشی کے ساتھ بیٹھ گیا۔

امام مالک رحمہ اللہ نے ''جرح عمد'' کا ایک سوال پوچھا،طلبا سوچنے لگے۔محمد بن ادریس کے قریب ہی ایک ان پڑھ آدمی بیٹھا ہوا تھا۔اس نے آہستہ سے اس ان پڑھ کو بتایا کہ اس مسئلہ کا جواب یہ ہے۔اس نے اونچی آواز سے امام مالک رحمہ اللہ کو مخاطب کرکے جواب دیدیا۔امام صاحب خاموش رہے اور طلبا کے جواب کا انتظار کرنے لگے۔طالب علموں نے جواب تو دیئے لیکن سب غلط تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سب جواب غلط ہیں صرف پہلے شخص کا جواب صحیح ہے۔'' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بلند آواز سے پکارا اور وہ جواب بھی اپنی زبان سے دہرادیا۔ یہ دیکھ کر وہ شخص بہت خوش ہوا۔ اب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا مسئلہ پیش کیا۔ طلبہ سوچنے لگے، وہ ان پڑھ آدمی پھر اس کا منہ تکنے لگا۔ اس نے اسے آہستگی کے ساتھ پھر جواب بتادیا۔ ان پڑھ آدمی نے اونچی آواز میں پھر جواب بیان کیا۔ دیگر طلباء نے بھی اپنی اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سب جوابات غور سے سنے اور کہا:

''سب کے جواب غلط ہیں، صرف اسی پہلے شخص کا جواب صحیح ہے''۔

اب تو وہ شخص بہت ہی خوش ہوا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تیسرا مسئلہ پیش کیا تو پھر یہی صورت پیش آئی۔ اب تو اس ان پڑھ شخص کی طرف لوگوں کی نگاہیں اُٹھنے لگیں۔ حتیٰ کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے اور بڑے پیار سے کہا:

''یہاں میرے قریب آیئے! آپ کی جگہ یہاں ہے، وہاں نہیں۔''

وہ شخص چاروں طرف نظر ڈالتا ہوا امام کے قریب پہنچا اور بیٹھ گیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کے علمی جوابات سے متاثر نظر آرہے تھے۔ اُنھوں نے اس سے پوچھا:

''کیا آپ نے میری حدیث کی کتاب موطا کا مطالعہ کیا ہے؟''

''جی نہیں! میں نے موطا نہیں دیکھی ہے۔'' اس شخص نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے نظریں جھکائے ہوئے جواب دیا۔

''کیا ابن جریج کے علم پر آپ کی نظر ہے؟''

''جی نہیں! میں نے ابن جریج کی کوئی کتاب نہیں پڑھی۔''

''کیا آپ جعفر ابن صادق سے ملے ہیں؟''

''جی نہیں! میں نے ان سے کچھ نہیں پڑھا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"پھر یہ علم میں رسوخ اور گہرائی آپ کو کیسے حاصل ہوئی؟" امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حیرت سے اسے تکتے ہوئے پوچھا۔ وہ شخص خود بڑا حیران اور پریشان ہوا اور پھر وہ نہایت سادگی سے بولا:

"حضرت! یہ سب جوابات اس نوجوان نے بتائے تھے جو اپنی عالمانہ شان چھپائے بیٹھا ہے"۔ اس نے محمد بن ادریس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اس وقت وہ پیچھے کافی دور بیٹھا ہوا تھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جب اسے دیکھنے کی کوشش کی تو شاگردوں نے بھی گردنیں اُٹھا اُٹھا کر پیچھے دیکھنا شروع کر دیا۔

"اچھا تم جاؤ اور اس نوجوان عالم کو میرے پاس بھیج دو۔" امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو بڑے پیار سے رخصت کرتے ہوئے کہا۔ اس شخص نے آکر اسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام دیا تو وہ فوراً اُٹھ کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مسند کے قریب جا کر ادب سے بیٹھ گیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر اسے تکتے رہے جیسے اسے پہچاننے کی کوشش کر رہے ہوں اور پھر گویا ہوئے:

"آپ محمد بن ادریس شافعی تو نہیں ہیں؟"

"جی ہاں خادم شافعی ہے"۔ اس نے سر جھکائے ہوئے نہایت دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

یہ سنتے ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے گھسیٹ کر گلے لگا لیا اور اپنی کرسی سے اُتر پڑے۔ پھر بڑی بے تکلفی سے فرمایا:

"اُٹھیے اب آپ مسند پر بیٹھیے اور علم کے اس باب کی تکمیل کیجیے جو میں نے شروع کیا ہوا ہے"۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت پر جوش انداز اور محبت سے کہا۔ اس نے کچھ جھجک کا مظاہرہ کیا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا بازو پکڑ کر اسے مسند پر بٹھا دیا۔ اب اسکے لیے ان کے حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس نے "جرح عمد" کے چار سو مسائل پیش کیے۔ طلبا پر اس کے درس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا رعب طاری ہو گیا۔ مجلس ختم ہوئی تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے درس کی خوب تحسین کی اور دُعائیں دیں۔

❖❖❖

اب سورج ڈوب چکا تھا۔ مغرب کی اذان ہوئی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی شفقت و محبت سے اِس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ گھر چلنے کی دعوت دی۔ فرزندِ قریش کی تو آمد کا مقصد ہی یہ تھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عزت افزائی کی تو اس نے سر جھکا دیا۔ راستے میں زیادہ تر خاموش ہی رہا۔ کبھی کبھی امام مدینہ کچھ دریافت کرتے تو وہ مختصر جواب دے کر چپ ہو جاتا۔ وہ احترام اُستاد کے پیشِ نظر بلا ضرورت ایک لفظ بھی زبان پر نہ لاتا مگر دل میں جذبات کا سمندر موجزن تھا۔ بغداد میں جس نوجوان حاجی نے خبر دی تھی کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اب زیادہ دولت مند ہو گئے ہیں، اس کی بات میں سچائی نظر آ رہی تھی۔ امام مدینہ کے قیمتی لباس پر آسودہ حالی کے واضح نشانات موجود تھے۔ اس نے یہی دیکھنے کے لیے اتنا طویل سفر کیا تھا کہ امارت وخوشحالی کے دور میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شب و روز کیسے گزرتے ہیں اور دولت کی بہتات نے ان کے رویے میں کوئی منفی تبدیلی تو نہیں پیدا کی۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ ایک محل نما شاندار مکان کے دروازے پر کھڑے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسے ہاتھ سے پکڑے اندر داخل ہو گئے۔ وہ ایک چھوٹے سے باغیچے میں سے گزر کر اب مختلف راہداریوں میں سے گزر رہے تھے۔ مختلف کمرے قیمتی آرائشی سامان، فرنیچر سے سجے اور فانوسوں سے چمک رہے تھے۔ سب کچھ اس کے لیے بالکل نیا تھا۔ اس نے حیران ہو کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:

''حضرت وہ پرانا مکان کس جگہ تھا؟''

''اسی مکان کی زمین پر تو یہ عمارت تعمیر کروائی ہے''۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے آراستہ و پیراستہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہمان خانے میں اسے بٹھاتے ہوئے کہا۔

''ایک عالم دین کے گھر کی یہ سجاوٹ و بناوٹ اور دولت کی ریل پیل اسے اس کے اصل فرض منصبی سے غافل بھی تو کرسکتی ہے۔ اور اگر اہل علم بھی دولت کی بھول بھلیوں میں کھو گئے تو نبی کی وراثت کی نگہبانی کون کرے گا۔'' یہ تصور ہی اس کے لیے سوہانِ روح بن رہا تھا۔ دل کا یہ حزن وملال بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی صورت بہہ نکلا۔ یہ دیکھ کر امام مالک رحمہ اللہ پر بھی رقت طاری ہوگئی۔ وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولے:

''شافعی آپ روتے کیوں ہیں؟ کیا آپ سمجھ رہے ہیں کہ میں دُنیا کا طالب بن گیا ہوں۔ اور آخرت کو میں نے دُنیا پر قربان کر دیا ہے؟''

''حضرت! اسی اندیشہ نے میری حالت غیر کر دی اور میرا دل دہل رہا ہے۔'' اس نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔

''شافعی! آپ واقعی سچے دوست ہیں اور مجھے توقع ہے کہ جب تک آپ جیسے دوست میسر ہیں، ان شاء اللہ میں دُنیا کی فانی لذتوں میں پھنس کر آخرت کو نہ بھول سکوں گا۔''

امام مالک رحمہ اللہ نے کچھ لمحے توقف کیا اور پھر بولتے گئے: ''یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں، محض خدا کا فضل ہے، میری کوششوں کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ یہ شائقین علم کے تحفے ہیں جو خراسان، مصر اور دُنیا کے دور دراز گوشوں سے برابر چلے آرہے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ہمارے اور آپ کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ رد نہیں فرماتے تھے اور میں نے بھی سنت کی پیروی میں کوئی تحفہ رد نہیں کیا۔''

وہ اپنے استاد، مربی اور محسن کی بات ادب اور خاموشی سے سنتا رہا۔ امام مالک رحمہ اللہ بھی اسے اپنا شاگرد ہی نہیں دوست، محرم راز اور خیر خواہ سمجھتے ہوئے اس کے سامنے اپنے دل کی بات کرتے رہے۔

''تحفوں میں دوست احباب نے سب ہی کچھ بھیجا ہے۔ اس وقت آپ چل کر دیکھئے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصر اور خراسان کے ایک سے ایک بڑھ کر نفیس تین سو جوڑے بکسوں میں رکھے ہوئے ہیں اور ہدیوں اور تحفوں کا یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ اب یہ جوڑے آپ کے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ آپ یہ دوستانہ ہدیہ قبول کر لیں۔ اور یہ جو صندوق رکھے ہیں ..... '' امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے ساتھ والے کمرے میں رکھے صندوقوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: '' ان میں پانچ ہزار سونے کے دینار ہیں اور میں پورے اہتمام سے ہر سال ان کی زکوٰۃ ادا کرتا ہوں، اس میں سے بھی آدھی رقم آپ کی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے چہرے سے خلوص اور مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے چہرے کو تکے جا رہا تھا۔ اس کے دل کا گوشہ گوشہ امام کی عظمت محسوس کر رہا تھا۔ اسے احساس ہوا کہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ واقعی بہت بڑے انسان ہیں ایسے شخص پر ذلیل دُنیا کبھی پنجے نہیں گاڑ سکتی۔

'' حضرت میں آپ کی اس مخلصانہ پیش کش کو کیسے رد کر سکتا ہوں۔'' اس نے امام کی پیش کش قبول کرتے ہوئے کہا: '' میں حیران ہوں کہ آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں۔ آپ نے علم دین کی دولت تو مجھے دی ہی تھی، دولت دُنیا سے بھی مال مال کر دیا۔ مگر میری بھی ایک گزارش ہے..... ''

'' وہ کیا صاحبزادے!'' امام مالک نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

'' وہ یہ کہ جو کچھ آپ مجھے دے رہے ہیں، شریعت کی ہدایت کے مطابق اس کی تحریر بھی ہو جائے تو اچھا ہے۔ وارث آپ کے بھی ہیں اور میرے بھی۔ اگر میں مر گیا تو میرے وارث اس کو اپنا حق سمجھیں گے اور آپ کے وارث کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں گے اور اگر خدانخواستہ آپ نے وفات پائی تو یہ مال میرا ہوگا اور آپ کے وارث مطمئن ہو نگے۔''

'' بھئی بڑے ہوشیار ہو، یہاں بھی اپنے علم سے کام لے ہی لیا۔'' امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے کہا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"حضرت علم سے کام لینے کا اس سے بہتر موقع اور کونسا ہوگا"۔ اس نے بھی ہنستے ہوئے جواب دیا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اسی رات قانونی تحریر لکھ کر اس کے حوالے کر دی۔

مکہ سے صرف ایک لمبی چادر اوڑھ کر حصول علم کے لیے نکلنے والا بے نوا فقیر لڑکا آج رات اس حال میں سویا کہ وہ مدینہ کا ایک دولت مند شخص تھا۔ شوق علم کے باعث اس نے ہمیشہ ہی دولت دُنیا سے بے نیازی اختیار کی اور اللہ نے قدم قدم پر دولتِ دُنیا اس کی طلب کے بغیر اسے عطا کی اور روزگار کے تفکرات سے اسے بچائے رکھا۔

❖❖❖

نماز فجر کے بعد کے معمولات سے فارغ ہو کر وہ امام مالک رحمہ اللہ کے ساتھ مسجد سے نکلا۔ امام مالک رحمہ اللہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے بڑی بے تکلفی سے اسے اپنے گھر لے جا رہے تھے اور وہ بھی ان کی عقیدت ومحبت سے سرشار باتیں کرتا ہوا ساتھ چل رہا تھا۔ گھر کے دروازے پر پہنچے تو وہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک طرف خراسان کے سجیلے گھوڑے کھڑے ہیں اور دوسری طرف مصر کے خوبصورت خچر۔ اس نے ان پر طائرانہ نظر ڈالی اور پھر اندر چلے گئے۔ اندر پہنچتے ہی بے اختیار اس کی زبان سے نکلا:

"حضرت گھوڑوں کی کونچیں کیا بتاؤں کتنی خوبصورت ہیں۔ میں نے تو ایسے گھوڑے کبھی دیکھے ہی نہیں"۔ اس کی زبان سے یہ جملہ ابھی پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا:

"یہ سب بھی میں آپ کو ہدیہ کرتا ہوں"۔

"حضرت! آپ سب کچھ مجھے دے رہے ہیں، کم از کم ایک گھوڑا تو اپنی سواری کے لیے رکھ لیجیے"۔ یہ سنتے ہی امام مالک رحمہ اللہ پر رقت طاری ہوگئی اور پھر رندھی ہوئی آواز میں گویا ہوئے:

"شافعی! مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میری سواری اپنی ٹاپوں سے اس سرزمین کو روندے جس کے نیچے اللہ کے رسول آرام فرما رہے ہیں"۔ یہ کہتے کہتے ان کی آواز گھٹنے لگی اور پھر دیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک روتے رہے۔ اس کارواں رواں امام مالک رحمہ اللہ کی عقیدت سے سرشار تھا۔ اس کی آنکھیں امام مالک رحمہ اللہ کے نورانی چہرے پر جمی ہوئی تھیں جو رسول اللہ ﷺ کے عظمت و منزلت کے بے مثال احساس سے جگمگا رہا تھا اور حب رسول کے آنسوؤں سے مسلسل دھل رہا تھا۔ اس کے کانوں میں مسلسل یہ آواز گونجتی رہی:

"شافعی مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میری سواری اپنی ٹاپوں سے اس سرزمین کو روندے جس کے نیچے اللہ کے رسول آرام فرما رہے ہیں"۔ اس کے دل نے گواہی دی کہ امام مالک رحمہ اللہ تو بہت ہی عظیم انسان ہیں، ان پر دُنیائے فانی کے حملے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

❖❖❖

محمد بن ادریس کو مدینے میں رہتے ہوئے تین دن ہو چکے تھے۔ اب اسے رہ رہ کر وطن کی یاد اور بوڑھی ماں کی یاد ستا رہی تھی۔ اسے گھر سے نکلے آٹھ سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ اس کی تمنا تھی کہ ماں سے زندگی میں ملاقات ہو جائے اور وہ اپنی کمزور آنکھوں سے یہ دیکھ لے کہ آرزوؤں کا جو شجر طیب اس نے لگایا تھا اور جس کی شادابی کے لیے اس نے رات کی تنہائیوں میں اپنے رب کے حضور دامن پھیلا پھیلا کر دُعائیں مانگی تھیں، آج وہی پودا خدا کے فضل اور اس کی مقبول دُعاؤں کی برکت سے دین و دُنیا کے برگ و بار سے لدا ہوا ہے۔ یہ شوق اس قدر فراواں ہوا کہ اس نے امام مالک رحمہ اللہ سے مکہ جانے کی اجازت طلب کی۔

امام مالک رحمہ اللہ نے نہ صرف اسے اپنی ماں کی خدمت میں پہنچنے کی اجازت دی بلکہ فوراً سفر کی تاکید فرمائی اور ایک آدمی پہلے سے مکہ کی طرف روانہ کر دیا تاکہ وہ اس کی آمد کی اطلاع اس کے گھر پہنچا دے۔

وہ مدینہ سے اس شان کے ساتھ روانہ ہوا کہ اس کے آگے پیچھے خراسانی گھوڑے اور مصری خچر غلوں کپڑوں اور درہم و دینار سے لدے ہوئے تھے۔ سفر تو وہ برسوں سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر رہا تھا لیکن آج کا سفر بہت طویل محسوس ہو رہا تھا۔ کبھی اسے بوڑھی ماں کی ممتا بھری آواز کا خیال آتا تو کبھی مکے کی گلیوں میں گزرے ہوئے بچپن کے دن اور کبھی اپنے ساتھی یاد آتے۔ انھی یادوں میں مگن وہ مکہ کے قریب ہو رہا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درویش ماں

فاطمہ بنت عبداللہ کا جھریوں بھرا چہرہ آج خوشی سے تمتا رہا تھا۔ اس کی تمناؤں کا مرکز اس کا چاند علم کی تابانیوں کے ساتھ آج اس کے آنگن میں اترنے والا تھا۔ وہ اپنی بہنوں اور ان کے بچوں کے ہمراہ بڑی بے تابی سے اپنے بیٹے کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ بیٹا جس کی تعلیم وتربیت کی اسے ہر گھڑی فکر تھی۔ جس کے آفتاب علم بننے کی وہ ہر ساعت دُعائیں مانگتی رہتی تھی۔ ان سالوں میں وہ کتنا بڑا ہو گیا ہوگا۔ پھر اس نے دیکھا کہ گھوڑوں اونٹوں اور خچروں کا ایک قافلہ دھول اُڑاتا ہوا حدود حرم میں داخل ہو رہا ہے تو وہ اپنے ضعف وکمزوری کے باوجود بے تابانہ آغوش محبت وا کیے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔

قافلہ قریب آ کر ٹھہر گیا۔ ایک سجیلے گھوڑے پر سوار اس کا فرزند ماں کو دیکھ کر اُتر پڑا اور دوڑتا ہوا ممتا کے بازوؤں میں سمٹ گیا۔ وہ دیر تک اس کی بلائیں لیتی رہی اور خوشی کے آنسو بہاتی رہی۔ پھر اس کی بوڑھی خالہ آگے بڑھی۔ اس نے اسے چمٹا لیا اور اس کی پیشانی چومتے ہوئے والہانہ انداز میں یہ شعر گنگنانے لگی:

موت کی موجیں

تیری ماں کو

بہا نہیں لے گئی ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج ہر دل

مامتا میں اپنی

ماں بنا ہوا ہے تیری

سرزمین مکہ پر ان محبت بھرے بولوں نے اسے خوشی سے سرشار کر دیا۔ اب شہر کے مردوں، عورتوں اور بچوں کی بڑی تعداد یہاں جمع ہو گئی تھی۔ وہ ہر آنے والے سے دیر تک ملتا رہا۔ قیمتی سامان سے لدے ہوئے اونٹ اور خچر اس کے قریب کھڑے تھے۔ وہ دیر تک وہاں کھڑا کبھی اپنے ہمراہ لائے ہوئے قیمتی سامان کو دیکھتا اور کبھی اپنی بوڑھی والدہ کو۔ اب اس نے محسوس کیا کہ سب خوش ہیں مگر اس کی ماں کے چہرے پر نام کو بھی مسکراہٹ نہیں ہے۔ جب کافی دیر ہو گئی تو اس نے آگے بڑھ کر عرض کیا:

''چلیے اماں!''

''بیٹے کہاں چلیں'' بوڑھی ماں نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

''اماں گھر چلیے'' اس نے ماں کو اپنے بازو کا سہارا دیتے ہوئے کہا۔

''بیٹے یاد ہے جب میں نے تجھے رخصت کیا تھا تو میرے پاس تمھیں دینے کے لیے صرف دو پرانی یمنی چادریں تھیں اور میں نے تیرے شوق کے پیش نظر وہی تیرے حوالے کر دیں اور اس طرح تجھے گھر سے روانہ کیا کہ تو میرا اکلوتا سہارا تھا اور اس آرزو کے ساتھ روانہ کیا کہ تو حدیث رسول کی دولت سے مالا مال ہو کر لوٹے......'' وہ ایک لمحے کے لیے رکی اور پھر اونٹوں گھوڑوں اور خچروں کی طرف اشارہ کر کے بولی:

''میں نے تجھے یہ مال اور دینار لانے کے لیے تو نہیں بھیجا تھا۔ بیٹے یہ تو غرور کی پونجی ہے۔ کیا تو یہ سب اس لیے لایا ہے کہ اپنے چچا کے بیٹوں پر اپنی بڑائی جتائے اور انھیں حقیر گردانے۔''

وہ بالکل ساکت و جامد کھڑا اماں کو تک رہا تھا۔ علم دین کی یہ عظمت، خدا پر توکل اور بھروسہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دولت دُنیا سے بے نیازی کا یہ مختصر سا وعظ جو اس کی ماں نے دیا، کسی درسگاہ کے ہزاروں دروس پر بھاری تھا۔ اس کا دل عقیدت سے جھک گیا اور آنکھیں گرم گرم آنسوؤں سے بھیگ گئیں اور اسے یقین ہو گیا کہ اسے جو کچھ ملا ہے، ماں کی مقبول دُعاؤں اور پاکیزہ آرزوؤں کی بدولت ملا ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ برسوں پڑھنے اور سیکھنے کے باوجود آج ریت کے اس ٹیلے کے نیچے بوڑھی ماں نے جو کچھ اسے سکھایا ہے، وہ اس سے پہلے اس نے کہیں نہ سیکھا تھا۔ اس نے فرطِ شوق و محبت سے اپنی ماں کے کھردرے ہاتھ چوم لیے۔

''اماں فرمایئے! اب میں کیا کروں؟'' اس نے نہایت عاجزی سے کہا۔

''بیٹے کرنا کیا ہے! اعلان کر دے کہ بھوکے آئیں اور غلّہ لے جائیں، ننگے آئیں اور کپڑے لے جائیں، نادار آئیں اور دولت لے جائیں، پیادے آئیں اور سواریاں لے جائیں۔''

اس نے ماں کے حکم کی تعمیل کی اور شام تک وہ ساری دولت مکے کے غریبوں اور ناداروں میں تقسیم ہو گئی۔ اب اس کے پاس ایک خچر اور پچاس دینار کے سوا کچھ نہ بچا تھا۔ وہ شہر میں داخل ہو رہے تھے کہ اتفاق سے راستہ میں سواری سے اس کا کوڑا گر گیا۔ ایک باندی پیٹھ پر مشک باندھے جا رہی تھی۔ اس نے لپک کر کوڑا اُٹھایا اور نہایت ادب سے اس کے حوالے کیا۔ اس نے باندی کو انعام دینے کے لیے پانچ دینار نکالے تو ماں نے دیکھ کر کہا:

''بیٹے یہی پانچ دینار ہیں تیرے پاس؟''

''نہیں اماں! اور بھی باقی بچے ہیں۔''

''تو بیٹا وہ کس لیے رکھے ہیں''؟

''اماں وقت بے وقت کام دیں گے اور غلّہ بھی تو نہیں بچا ہے، شاید آج ہی ضرورت پڑ جائے۔''

''ارے بیٹا! تعجب ہے ان تیس چالیس دیناروں پر تو اتنا بھروسہ اور یہ سب کچھ دینے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے پر ذرا بھروسہ نہیں۔ نکال سارے دینار اور اس باندی کے حوالے کر!'' اس کی ماں نے اسے حکم دیا۔

اس نے ایک سعادت مند بچے کی طرح سارے دینار اس باندی کی ہتھیلی پر رکھ دیئے۔ اب اس کا ہاتھ بالکل خالی تھا لیکن دل ایسا غنی تھا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا غنی نہ تھا۔ ماں نے یہ دیکھ کر ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کیا اور بڑے محبت آمیز لہجے میں کہا:

''بیٹے اب تو اس حال میں اپنے جھونپڑے میں داخل ہوگا جس حال میں وہاں سے نکلا تھا۔ لیکن میرے جھونپڑے میں آج وہ روشنی ہوگی جو اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ علم وعرفان کی روشنی، ایمان ویقین کی روشنی، اللہ کی تائید اور توکل کی لازوال روشنی۔'' وہ ایسے بول رہی تھی جیسے جنت کی آبشاروں اور جھرنوں کی گنگناہٹ کی صدا ہو۔ پھر اس نے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑا جیسے وہ یقین کرنا چاہتی ہو کہ وہ اس کے ساتھ ہے یا کہیں اور۔ پھر کہنے لگی:

''بیٹے خدا نے تیری پیشانی میں علم کا نور رکھا ہے، میں نہیں چاہتی کہ یہ نور دُنیا کی فانی راحتوں سے میلا ہو اور اس نور میں کمی آئے۔ بیٹے تجھے یاد ہے کہ میں نے رخصت کرتے وقت تجھے دُعا دی تھی کہ خدا تجھے علم کے آسمان پر سورج بنا کر چمکائے۔ بیٹے میں نہیں چاہتی کہ دُنیاوی مال ودولت کی بدلیوں میں اس سورج کی روشنی پھیکی پڑ جائے۔ دُنیا میں بھی اللہ تیرے علم کی روشنی سے اُمت کو راہ ہدایت دکھائے اور آخرت میں بھی یہ روشنی مومنوں کے کام آئے۔ آمین!''

اس واقعہ سے محمد بن ادریس شافعی کے علم وزہد اور ان کی والدہ کے فقر وغنا کی دھوم دور تک پھیل گئی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اسکی اطلاع ہوئی تو اُنھوں نے فرزندِ حجاز کو مبارکباد دی اور یہ پیغام بھیجا کہ وہ یکسوئی کے ساتھ رسول اللہ کے علم کو پھیلائے اور جتنا کچھ اُنھوں نے اسے مدینہ سے روانگی کے وقت دیا تھا وہ اتنا ہر سال بھیجتے رہیں گے۔

قرب وجوار کے تشنگانِ علم نوجوان شافعی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے لگے۔ جوں جوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت گزرتا گیا، حجاز و عراق سے حدیث وفقہ کے شائقین کی سواریوں کا رخ مکہ کی طرف ہونے لگا۔

اب فرزندِ قریش کے روز شب کے معمولات کچھ اس طرح تھے کہ نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب کے بعد تک شاگردوں کو درس فقہ دیتے۔ اس کے بعد تعلیم حدیث کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ ناشتے کے وقفے کے بعد مجلس وعظ کا اہتمام ہوتا۔ جس میں اہل علم کے علاوہ عوام الناس کی کثیر تعداد اپنے قلوب و اذہان میں یاد الٰہی کو تازہ کرنے حاضر ہوتی۔ فرزندِ قریش دُنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی ہولناکی کا ذکر اس انداز سے کرتے کہ سنگدل انسانوں کی بھی آنکھیں بھیگ جاتیں اور عیش ولذت کے حریص اہل دُنیا کو بھی دُنیا اور اس کی دلفریبیوں سے نفرت ہو جاتی۔ اس کا حسن بیان گم کردہ راہ لوگوں کے ذہنوں کو بھی زیروزبر کر کے رکھ دیتا۔ مجلس وعظ کے اختتام پر دیگر علمی تذکرے ہوتے یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہو جاتا۔ پھر وہ بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو جاتا۔ اس کی نماز بھی عجیب نماز تھی کہ دیکھنے والوں کو محسوس ہوتا کہ خالق کائنات کے سامنے ہاتھ باندھنے کے بعد وہ کسی اور ہی دُنیا میں چلا گیا ہے۔ اللہ کے ایک برگزیدہ بندے ابراہیم بن محمد کہا کرتے تھے: ''میں نے شافعی سے بہتر نماز کسی کو پڑھتے نہیں دیکھا۔ شافعی کی نماز مسلم بن خالد کی نماز سے مشابہ تھی اور خالد کی نماز مسلم بن جریج کی نماز سے مماثل تھی۔ مسلم بن جریج کی نماز عطاء کی نماز سے، عطاء کی نماز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز سے اور صدیق اکبر کی نماز رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ تھی۔''

ظہر کی نماز کے بعد مختصر وقت کے لیے شعروادب پر بحث ہوتی اور پھر وہ عصر تک آرام کرنے گھر چلا جاتا۔ عصر سے مغرب تک کا وقت صرف عبادت وذکر الٰہی کے لیے مخصوص تھا۔

اوقات شب کی تقسیم اس طرح تھی کہ ایک تہائی حصے میں وہ اپنا تحریری کام سرانجام دیتا۔ دوسرے حصے میں اتنا آرام کرتا کہ جس سے انسانی صحت برقرار رہ سکے۔ تیسرے حصے میں رب کے حضور گریہ وزاری کے لیے کھڑا ہو جاتا۔ اکثر لوگوں کی خواہش ہوتی کہ وہ حرم میں نماز کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امامت کرائے لیکن اس کے انکسار اور عاجزی کا یہ عالم تھا کہ وہ یہ کہہ کر ٹال جاتا کہ جب مجھ سے بہتر افراد امامت کے لیے موجود ہیں تو میری کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ حجاز مقدس میں اس کارِ عظیم کے لیے علم و عمل میں اس سے بہتر شخص اور کون تھا۔

❖❖❖

سرزمین حرم میں محمد بن ادریس شافعی کو علم حدیث وفقہ کی تعلیم و تدریس کا فریضہ انجام دیتے ہوئے گیارہ سال بیت چکے تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ اسے یکسوئی سے علم دین کی خدمت جاری رکھنے اور فکر معاش سے بے نیاز رکھنے کے لیے ہر سال اتنی رقم بھیج دیتے جو اس کی ذاتی ضرورت اور غریب و نادار تشنگان علوم کی خدمت کے لیے کافی ہو جاتی۔ اس طرح وہ آسودہ حالی کے ساتھ علمی و تحقیقی کام میں مصروف رہا۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موت العالم

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ۸۳ سال سے زائد عمر کے ہو چکے تھے۔ پیرانہ سالی کے باعث اب وہ نماز جمعہ اور جماعت کے لیے بھی مسجد نہیں جاتے تھے۔ اب وہ تقریباً گوشہ نشیں ہو چکے تھے۔ درحقیقت انھیں سلسل البول کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ اس حالت میں مسجد نبوی میں جانا اس لیے انھیں مناسب نہ لگتا تھا کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم میں فرق آئے گا اور وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ اپنی بیماری کا لوگوں کے سامنے تذکرہ کر کے اللہ سے شکوہ کریں۔

بالآخر ۱۷۹ھ میں وہ شدید بیمار ہو گئے اور بائیس دن تک صاحبِ فراش رہے۔ ۱۴ ربیع الاول کے دن اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ابن کنانہ اور ابن زبیر نے غسل دیا۔ ان کے صاحبزادے یحییٰ اور کاتب حبیب پانی ڈالتے تھے۔ وصیت کے مطابق سفید کپڑے کا کفن دیا گیا اور والیٔ مدینہ عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات عالم اسلام کے لیے ایک عظیم حادثہ تھی علماء نے تعزیتی کلمات کہے۔ شعراء نے مرثیے کہے اور جہاں جہاں خبر پہنچی رنج و غم کی فضا پیدا ہو گئی۔ بغداد میں امام محمد کے حلقہ درس میں جب یہ خبر پہنچی تو امام محمد نے کہا کہ کتنی بڑی مصیبت آ پڑی، حدیث کے امیر المومنین مالک رحمۃ اللہ علیہ بن انس وفات پا گئے۔

❖❖❖

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ۱۷۹ھ کی ایک شام تھی جب فرزندِ قریش کو مدینہ کے آنیوالے ایک قافلہ کی مکہ میں آمد کی اطلاع ہوئی۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ دیارِ محبوب سے کوئی گزر کر آئے اور وہ اس کی خوشبو سے معطر ہونے کے لیے اس تک رسائی نہ کرے۔ وہ تو مدینے کی طرف سے آنیوالی ہواؤں کا بھی منتظر رہتا تھا۔ مدینے سے آنیوالے قافلوں کی آمد تو اسے بے چین کر دیتی تھی۔ یہی اضطراب کشاں کشاں اسے قافلہ سالار تک لے گیا۔ قافلہ سالار سے اس نے اہل مدینہ کے حالات پوچھے تو اس نے افسردہ لہجے میں کہا:

''حضرت مدینہ کی شمع علم گل ہوگئی۔''

''کیا مطلب ہے تمھارا؟'' محمد بن ادریس کو جیسے دھچکا سا لگا ہو اور وہ بات سمجھ گئے ہوں لیکن اُمید کے تنکے کا سہارا لیتے ہوئے اس نے قافلہ سالار کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔

''حضرت مسجد نبوی کی مسند علم کے تاجدار امام مالک رحمہ اللہ اس دُنیا سے رخصت ہو گئے''۔ قافلہ سالار نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔

''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن ''اس نے گلوگیر لہجے میں کہا اور پھر اس پر ایک سکتے کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ اب صرف شدت غم سے اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔'' خدا کی قسم! انسانی آنکھ نے مالک رحمہ اللہ بن انس جیسا کوئی دوسرا اصاحبِ علم نہیں دیکھا۔'' فرزندِ قریش کی آواز نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

''حضرت آپ نے درست فرمایا''۔ قافلہ سالار گردن جھکائے کہنے لگا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ عنقریب لوگ طلبِ علم میں سفر کر کے اونٹوں کے جگر پگھلا دیں گے پھر بھی اُنھیں مدینے کے عالم سے بہتر کوئی نہ ملے گا۔ اور یہ عالم امام مالک رحمہ اللہ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟''

''خدا کی قسم حشر تک شائقین کے بے شمار قافلے مدینے کی طرف آئیں گے اور دیارِ رسول ﷺ کی خاک کو بوسہ دے کر واپس چلے جائیں گے مگر ان میں مالک بن انس رحمہ اللہ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح اپنے آقا ﷺ کا احترام کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔" یہ کہتے کہتے فرزندِ قریش کی آواز ڈوبنے لگی اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

❖❖❖

متاعِ دین ودانش اور پیکرِ علم وعرفان کی رخصتی کا صدمہ ایسا نہ تھا جسے آسانی سے بھلایا جاسکتا۔ جذبات کا سیلاب اتنا شدید تھا کہ وہ بہت دن تک اس کے حصار سے باہر نہ نکل سکا۔ مدینے کی ہوائیں آتیں اور اسے رُلا کر گزر جاتیں۔ اس کی نظروں کے سامنے امام مدینہ کے ساتھ گزرا ہوا ایک ایک لمحہ مجسم ہوتا رہا۔ یادیں نورانی پیکر میں ڈھلتی رہیں۔ اس کی اشکبار آنکھوں کے سامنے بار بار وہ منظر آتا تھا جب امام مالک باب النبی ﷺ سے نمودار ہوتے تھے اور پوری مسجد ایک مخصوص خوشبو سے مہک اُٹھتی تھی۔

"خدا کی قسم اب کوئی اس انداز سے مسجد نبوی میں داخل نہیں ہوگا۔" اس کے ہونٹوں سے سردآہ نکلتی۔ اور پھر آنسوؤں سے بھیگی ہوئی دھندلی آنکھوں کے سامنے دوسرا منظر ابھرتا۔ امام مدینہ مسند درس پر جلوہ افروز ہیں اور بڑے والہانہ انداز میں حدیث رسول بیان فرما رہے ہیں: "مجھ سے نافع نے ابن عمر کے حوالے سے صاحب قبر کی یہ روایت بیان کی ہے۔" یہ کہہ کر امام مالک رحمہ اللہ اپنا دایاں ہاتھ پھیلا دیتے اور ایک جاں نثار کی طرح رسالت مآب ﷺ کی قبر کی طرف اشارہ کرتے۔

"خدا کی قسم آج کے بعد زمین وآسمان امام مالک رحمہ اللہ جیسا کوئی دوسرا حدیث بیان کرنے والا نہیں دیکھیں گے۔" فرزندِ قریش کی آواز شدتِ غم سے لرز رہی ہوتی تھی۔

پھر ایک اور جاندار منظر ذہن کے افق پر اُبھرتا۔ امام مدینہ نادر ونایاب خراسانی گھوڑے اس کی نذر کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں: فرزند! "مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں اپنی سواری سے اس زمین کو پامال کروں جس کے نیچے میرے آقا ﷺ محوِ خواب ہیں۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''واللہ مدینۃ النبی ﷺ کا اس سے بڑھ کر احترام کرنے والا کوئی اور نہ ہوگا۔'' اس کی زبان سے بے اختیار نکلتا اور دل سے ایک ہوک سی اُٹھتی۔ فرزندِ قریش کا کئی دن تک یہی حال رہا۔ اشک بہتے رہے اور دامن بھیگتا رہا۔ کوئی غمگسار دلاسہ دیتا تو وہ کہتا:

''اگر زمین پر بسنے والے یہ اندازہ کرلیں کہ وہ کس عظیم نقصان سے دوچار ہوئے ہیں تو پھر ان کے چہروں کی رنگت بدل جائے، آنکھیں اشک ریزی کرتے کرتے خراب ہو جائیں۔''

فرزندِ قریش کے حاسدین اس کی یہ حالت دیکھ کر اذیت ناک باتیں کرنے لگے:

''محمد بن ادریس اس لیے روتا ہے کہ اس کی معاشی کفالت کرنے والا دُنیا سے چلا گیا۔''

اہل دُنیا کی نظر میں مادی فوائد ہی سب کچھ ہوتے ہیں۔ علم و فضل کی بنیاد پر بننے والے رشتوں کی انھیں کیا پہچان۔ کسی اور طرف سے لقمہ دیا جاتا:

''اب اسے ہر سال اتنے قیمتی تحفے کون بھیجے گا۔ شافعی تو ماضی کی ان آسائشوں کا ماتم کر رہا ہے۔ اب وہ گلچھرے کیسے اڑائے گا۔''

کسی اور نے یہ نکتہ اُٹھایا۔ ''اب اس کے گھر کی دیواروں پر غربت و افلاس دوبارہ ڈیرے ڈال لے گی، اسی ہولناکی کے تصور سے ڈر کر رو رہا ہے۔''

زہر میں بجھے ہوئے یہ لفظی تیر اس کے سینے کو الگ چھلنی کر رہے تھے۔ لیکن وہ خاموش رہا۔ اس نے بچپن سے ہی اپنی قوت برداشت کی پرورش کی تھی۔ نکتہ چیں لوگوں کا جو نشتر بھی اس کے جسم کی طرف آیا، ٹوٹ گیا۔ بدخواہوں کے جس تیر نے بھی علم و تقویٰ کی اس چٹان کا رخ کیا، پھسل کر کسی اور سمت چلا گیا۔ کم نظر اہل ہوس دُنیاوی سود و زیاں کا حساب کر رہے تھے، اُنھیں دل کی تباہی کا اندازہ ہی نہیں تھا۔ پھر اس سوگوار فضا میں کئی دن گزر گئے۔ تمام علمی مشاغل چھوٹ گئے۔ وہ بار بار مدینہ منورہ کی جانب رخ کر کے مسلسل کسی غیر مرئی شے کو دیکھتا رہتا۔ اس کا یہ انہماک دیکھ کر کسی ہمدرد نے پوچھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”امام کس کا انتظار ہے؟“

ہوائے مدینہ کا جو دیارِ رسول ﷺ کو چھو کر مجھ تک پہنچتی ہے۔“ اس نے نہایت آزردہ لہجے میں کہا۔

”کیا وہ ہوائیں اب تک نہیں آئیں؟“ یہ کہتے کہتے غمگسار کا لہجہ بھی اداس ہو گیا۔

”آتی تو ہیں! مگر ان میں میرے استادِ گرامی کے پیرہن کی خوشبو شامل نہیں ہوتی۔“

فرزندِ قریش نے اس طرح دردِ دل بیان کیا کہ سننے والوں کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔

”پھر کب تک انتظار کرو گے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا جسم تو خاک میں مل چکا اب پیرہن کی خوشبو کہاں سے آئے گی؟“

”وہ خوشبو ہواؤں کی پابند نہیں۔“ شکستگی کے باوجود اس کے چہرے پر ایک عجیب سا رنگ اُبھر آیا تھا۔ ”وہ خوشبو تو قبر میں بھی میرے ساتھ جائے گی۔ میں تو ہواؤں کی سرگوشیاں سنتا ہوں۔ ہوائیں مجھے امام مالک رحمہ اللہ کا پیغام سنایا کرتی تھیں۔ میری ماں کے بعد وہ امامِ مدینہ ہی تھے جو مجھے فرزند کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ سب کچھ وہی ہے بس ایک وہ شخص نہیں ہے جو مجھے فرزند کہہ کر اس طرح آواز دیتے تھے کہ اس لفظ کا حق ادا ہو جائے۔ خدا امامِ مدینہ کی قبر کو نور سے بھر دے کہ ان کے بعد دُنیا میں بڑا اندھیرا ہے۔“

فرزندِ قریش کے حاسدین نے پھر طعنہ زنی شروع کی: ”شافعی اس لیے روتا ہے کہ اس کی مالی پناہ گاہ تباہ ہو گئی۔“

اب کی بار وہ خاموش نہ رہ سکا۔ ”ہاں! میں اس بطلِ عظیم کے لیے روتا ہوں جس کی نظروں میں شاہانِ وقت کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ جس نے گیارہ سال تک مجھ پر اتنی دولت لٹائی کہ اہلِ دُنیا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بیشک وہ عالمِ اسباب میں میرے کفیل تھے لیکن کسی نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے درہم و دینار کے وہ ذخائر کہاں خرچ کیے۔ اگر میں اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الطاف وکرم یاد کر کے آنسو نہ بہاؤں تو یہ کیسی احسان ناشناسی ہوگی۔ اہل غرض نے میرے مادی وسائل کے زیاں پر تو نظر کی لیکن کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ دُنیا سے کون گزر گیا؟ لوگو! تم نے میرے بارے میں جو غلط اندازہ لگایا، اس پر تو مجھے کوئی افسوس نہیں لیکن تم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی ایسی سطحی رائے قائم کی کہ شاید لوگ ان کے مال کی وجہ سے ہی ان سے محبت کرتے تھے۔ آج کتنے ہی علم وعمل کے شیدائی ہیں جن کے گھروں میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے حالانکہ ان تک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی درہم و دینار نہیں پہنچا۔ آج ساری دُنیا تہی دست ہوگئی۔ دماغوں کو متاثر کرنے والے بہت آئیں گے مگر وہ تو دلوں کا تاجدار تھا، جذبوں کا حکمران تھا، روحوں پر اس کی حکومت تھی، تمھیں نہیں معلوم کہ آج علم حجازی دُنیا سے رخصت ہوگیا۔ خاک مدینہ کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانیوالا کوئی دوسرا نہیں آئے گا۔ میں اسی کی یاد میں آنسو بہاتا ہوں۔"

❖❖❖

امام مالک کا انتقال ہوا تو اسے محسوس ہوا کہ اگرچہ علم کی پونجی تو اس کے پاس وافر ہے لیکن معاش حیات کے وسائل سے اس کا دامن خالی ہے۔ اب اس کے لیے تعلیمی وتدریسی مشاغل جاری رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے کسی وسیلہ روزگار کو اختیار کرنا ضروری تھا۔

اسی زمانہ میں عباسی خلیفہ کا مقرر کردہ والی یمن مکہ میں حج کے موقع پر آیا تو بعض عمائدین قریش نے محمد بن ادریس سے متعلق سفارش کی کہ یہ نوجوان بڑا عالم وفاضل اور ماہر وقابل ہے اس لیے کوئی سرکاری خدمت اس کے سپرد کی جائے۔ اس نے اس کی قابلیت کے پیش نظر یمن کے ایک علاقہ نجران کا اسے ضلعی عامل مقرر کر دیا۔

اس نے گھر آکر ماں کو یہ خبر سنائی تو ماں نے آزردہ لہجے میں کہا:

"ہاں بیٹا مجھے اس کی اطلاع ہوگئی ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اماں کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو۔ بیٹوں کے روزگار کا انتظام ہو تو مائیں تو بہت خوش ہوتی ہیں لیکن آپ تو......'' اس نے ماں کی آزردگی کا سبب جاننا چاہا اور اپنی بات نامکمل ہی چھوڑ دی۔

''بیٹے میرے لیے پریشانی یہ ہے کہ میں نے تمھیں علم حدیث کی خدمت کے لیے پڑھایا تھا لیکن اس سرکاری خدمت کے باعث تو تمھارے لیے یہ راستہ بند ہو جائے گا۔''

''تو پھر ماں اگر آپ خوش نہیں ہیں تو میں کسی ملازمت کو اختیار نہیں کرتا''۔ اس نے ماں کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''نہیں بیٹے! یہ ہماری مجبوری ہے۔ غربت و مفلسی انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے اور میں تمھارے ایمان کو زیادہ آزمائش میں ڈالنا نہیں چاہتی۔ تم ضرور جاؤ گے۔ اللہ تمھارے لیے بہتر اسباب پیدا کرے گا۔'' بوڑھی ماں نے عزم سے بھرپور لہجے میں کہا۔ لیکن پریشانی اور غم کی پرچھائیاں اس کے چہرے پر اپنا سایہ کیے ہوئے تھیں۔

''لیکن ماں آپ کے چہرے پر اداسی کی یہ پرچھائیاں کیسی؟'' اس نے ماں کے چہرے سے اس کی پریشانی بھانپتے ہوئے پوچھا۔

''بیٹا جب میں نے تجھے علم حدیث کی تحصیل کے لیے بھیجا تھا تو اس وقت بھی میرے پاس تجھے دینے کے لیے کچھ نہ تھا اور آج بھی میں تمھارے لیے سامان سفر کے اہتمام کرنے کے قابل نہیں''۔ یہ کہتے ہوئے دو آبدار قطرے اس کی آنکھوں سے چہرے پر ڈھلک آئے تھے۔

''اماں جس رب نے اس وقت دستگیری کی تھی وہ حی وقیوم اب بھی کرے گا۔ اس میں فکرمندی والی تو کوئی بات نہیں ہے''۔

''نہیں بیٹا تیری اس حیثیت میں اور آج کی حیثیت میں فرق ہے۔ مجھے یہ گوارا نہیں کہ تو سرکاری افسر بن کر جائے اور تو خالی ہاتھ ہو جبکہ عوام کو تنگ کرنے کے تیرے پاس وسیع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیارات ہوں۔اس طرح تو اپنی مجبوریوں کے ہاتھوں تنگ ہو کر ان سے ناجائز رقمیں بٹورنے لگے گا۔ یہ بات میرے لیے سوہان روح بنی ہوئی ہے۔'' ماں نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔

''اماں! آپ کا بیٹا آپ کو دُنیا و آخرت میں رسوا نہیں کرے گا''۔

''بیٹے میں نے اس مسئلے کا حل نکال لیا ہے'' ماں نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔

''وہ کیا؟''

''میں تمھیں نجران کے لوگوں کے سامنے ایک مفلس وقلاش شخص کی حیثیت سے نہیں بھیجوں گی۔ میں نے مکان کو رہن رکھنے کی بات کرلی ہے۔اس سے تمھارے اور میرے اخراجات کا اہتمام ہو جائے گا۔ تمھاری تنخواہ سے ممکن ہوا تو مکان واگزار ہو جائے گا۔ ماں نے مکان کے درودیوار پر حسرت واندوہ سے نظریں ڈالتے ہوئے کہا۔

''لیکن ماں......''

''بس یہ میرا قطعی اور حتمی فیصلہ ہے'' ماں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سازش

نجران پہنچ کر محمد بن ادریس نے والیٔ یمن کی طرف سے مقرر کیے گئے امور انجام دینا شروع کر دیے۔ ذکاوت و فراست، علم اور وسعت نظر کے باعث اس کی عالی ہمتی، شرافت نسب اور انتظامی صلاحیت بہت تیزی سے اجاگر ہو کر سامنے آ گئی۔ چنانچہ بہت جلد ایک عادل اور دانا شخص کی حیثیت سے اس کی شہرت کا ستارہ چمکنے لگا۔ نجران کی امن پسند اور عدل پسند رعایا کے لیے وہ ایک سایہ دار درخت کی مانند تھا۔ لیکن وہ لوگ جن کی نظر میں قدر و منزلت کا معیار عہدہ و منصب اور عزت کا معیار دولت ہوتی ہے، ان کے لیے وہ پریشانی کا سبب بن رہا تھا۔ کیونکہ انصاف کا ترازو صحیح صحیح قائم ہوتا ہے تو انھیں اس میں اپنا مفاد خطرے میں نظر آتا ہے۔ لوگوں کی گردنوں پر مسلط یہ گروہ ہر دور کے حکام کو اپنے شیشے میں اتارنے کا فن جانتا ہے۔ افسران بالا اور قاضیوں کو تحفے تحائف دے کر اپنے ناجائز کام کروانے ان کے لیے آسان ہو جاتے ہیں۔

بنو حارث اور موالی ثقیف نجران کے علاقے کے دو ایسے قبیلے تھے جو دوسروں کی محنت کی کمائیوں پر اپنے تاج محل تعمیر کرنے اور سادہ دل مسلمانوں کی گردن پر مسلط رہنے کو ہی اپنا کاروبار بنائے ہوئے تھے۔ علاقے کے ہر والی، عامل اور قاضی کی چاپلوسی اور خوشامد کرنا ان کا معمول تھا۔ محمد بن ادریس شافعی کے پاس بھی وہ اسی نیت سے پہنچے لیکن وہ اسے پرچانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ شافعی نے اپنے بے لوث اسلوب کار سے اس کی گنجایش ہی نہ چھوڑی کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھیں خوشامد اور چاپلوسی سے پرچایا جاسکے۔ یہ دروازہ اُنھوں نے بالکل بند کر رکھا تھا۔ یہ وہ دروازہ تھا جس میں داخل ہو کر چھوٹے لوگ بڑے لوگوں کے قریب پہنچتے تھے تاکہ انھیں عدل اور حق کے راستے سے ہٹا سکیں۔ اس لیے کہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ بڑے لوگ لالچ اور خوشامد سے متاثر ہوتے ہیں تو پھر عدل کا قائم رکھنا ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے چاہے ان کی کوشش یہی ہو کہ عدل کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے لیکن عدل ایک ایسا منہ زور اور سرکش گھوڑا ہے کہ جس پر صرف ایسے اولوالعزم لوگوں ہی کی ران ٹک سکتی ہے جو نہ زمانہ کی ملامت اور خشونت سے متاثر ہوتے ہیں اور نہ اذیتوں اور تکلیفوں کو اس راہ میں کوئی اہمیّت دیتے ہیں اور شافعی انھی اولوالعزم لوگوں میں سے تھا۔

بنو حارث اور موالی ثقیف عامل نجران کو رشوت دیا کرتے تھے اور وہاں کا والی ہمیشہ ان کا لحاظ کرتا رہتا تھا۔ محمد بن ادریس کو بھی یہ نذرانہ پیش کیا گیا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ بنو حارث اور موالی ثقیف نے محمد بن ادریس شافعی کو ایسا آدمی پایا جس پر لالچ کا اثر تھا نہ خوشامد کا۔ جس کے مزاج میں دخل حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہیں تھی۔ وہ عدل وانصاف کے معاملے میں نہ کسی رعایت پر آمادہ ہوتا اور نہ کسی کی سفارش قبول کرتا۔

بنو حارث اور موالی ثقیف نے اپنے ظلم کو تحفظ دینے کے لیے والیِ یمن تک رسائی حاصل کرلی۔ اور والیِ یمن کی خوشامد اور اسے تحفے تحائف کے نذرانوں کے ذریعے اس کے دربار میں اثر و رسوخ حاصل کیا اور اس طرح جن امور میں عامل نجران سے انھیں کوئی سہولت حاصل نہ ہوتی تھی وہ انھوں نے والیِ یمن سے حاصل کرنا شروع کر دیئے۔ وہ والیِ یمن سے اپنے حق میں ایسے احکامات حاصل کر لیتے جو نجران کے عوام کے اجتماعی مفاد کے خلاف ہوتے اور کسی بھی کمزور آدمی کے مقدمہ میں ناانصافی پر مبنی ہوتے۔ اوپر سے احکام صادر کروا کر جب وہ نیچے عامل نجران محمد بن ادریس شافعی کے پاس عملدر آمد کے لیے آتے تو وہ ایسے ظالمانہ فیصلوں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکام کے نفاذ میں رکاوٹ بنتا۔

اس صورتحال میں بنوحارث اور موالی ثقیف والی یمن کی خوشامد و چاپلوسی کر کے اسے محمد بن ادریس کے خلاف بھڑکاتے کہ آپ کا ایک ماتحت آپ کے احکام پر عملدرآمد نہیں کرتا۔ والی یمن حد درجہ سفاک اور ظالم تھا اور شافعی اس کا دست ظلم روکنے کی کوشش کرتا اور کم ازکم وہ اپنے حلقہ نجران کے لوگوں کو اس کے ظلم سے بچانے کی جدوجہد میں لگا رہتا۔ ایک طرف تو وہ جہاں تک بن پڑتا اس والی کی دراز دستیوں میں آڑے آتا اور دوسری طرف جب موقع ہوتا تو وہ بے رورعایت کلمہ حق سنا دیتا اور صاف اور کھری سنانے میں اسے کوئی تامل نہ تھا۔ اس طرز عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ والی یمن اس سے دل میں بغض وعناد رکھنے لگا۔ بھرے دربار میں تو وہ محمد بن ادریس کی سچائی کی کاٹ کا مقابلہ نہ کرسکتا لیکن درپردہ وہ محمد بن ادریس کے خلاف حیلہ سازی، سازشوں اور فریب کاریوں میں مشغول رہنے لگا۔

❖❖❖

محمد بن ادریس عامل نجران کی حیثیت سے اگرچہ والی یمن کا ماتحت تھا اور والی یمن جب چاہتا اسے معزول کرسکتا تھا لیکن وہ محمد بن ادریس کی نجران کے عوام میں نیک نامی اور اثر ورسوخ سے ڈرتا تھا کہ کہیں نجران کے عوام اس صورت میں اس کی شکایت خلیفہ ہارون الرشید سے نہ کردیں۔ کیونکہ شافعی نے نجران میں اپنے حسن بیان، قوت استدلال، خوش خلقی اور انصاف پروری کے باعث نجران کے شرفاء کے دلوں میں گھر کرلیا تھا۔ دوسرے یمن کا علاقہ اور اس کے لوگ اس کے لیے اجنبی نہ تھے کیونکہ اس کی والدہ یمن کے مشہور قبیلہ ازد کی خاتون تھیں اور شافعی نے اپنے بچپن کے آٹھ دس سال یمن میں ہی اپنے ننھیال میں گزارے تھے۔ اس اعتبار سے بھی والی یمن ان کے ننھیالی قبیلے سے بگاڑ کا متحمل نہ ہوسکتا تھا۔ لیکن اپنی سازشی فطرت کے باعث وہ اس کے خلاف کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد بن ادریس شافعی کو نجران کے عامل کی حیثیت سے سرکاری ذمہ داری ادا کرتے ہوئے چار سال ہو گئے تھے۔ اتنے لمبے عرصے سے وہ ماں جیسی شفیق ہستی کے قرب کی حرارت سے محروم تھا۔ وہ اس بے قراری کو تو روز اول سے ہی محسوس کر رہا تھا لیکن سرکاری فرائض کے بوجھ نے اسے اس قدر تھکا دیا تھا کہ مادر گرامی کی یادیں بھی دھندلی ہونے لگی تھیں لیکن آخر کب تک؟ پھر دل و جان کی گہرائیوں میں سمایا ہوا اضطراب آہستہ آہستہ اُبھرنے لگا۔ اب نوجوان شافعی کسی طرح بھی ان یادوں سے دستکش ہونے کے لیے تیار نہ تھا۔ بالآخر اس نے والیٔ یمن کو خط لکھا:

''مجھے اہل نجران کی خدمت انجام دیتے چار سال کا عرصہ ہو گیا ہے میں نے اپنی ذمہ داریوں کو کس حد تک نبھایا، اسے آپ سے بہتر کون جانتا ہے۔ مجھے اللہ کی طرف سے جو استطاعت بخشی گئی تھی اس کے مطابق میں نے قصداً کبھی کوتاہی سے کام نہیں لیا۔ پھر بھی اگر بے سمجھی میں مجھ سے کوئی لغزش سرزد ہو گئی ہو تو اللہ مجھے معاف فرمائے۔ میں آج بھی کسی قسم کی تھکن محسوس نہیں کر رہا ہوں لیکن والدہ محترمہ کے تصور فراق سے افسردہ و ملول ہوں۔ والدہ کا اداس چہرہ اب بھی میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ میری سربلندی و کامرانی کے لیے زندگی بھر اپنے دلی اضطراب کا اظہار نہیں کریں گی لیکن مجھے تو یہ احساس ہونا چاہیے کہ ایک غمگسار ماں اپنے بیٹے کی جدائی میں کس قدر کرب میں مبتلا ہو سکتی ہے۔ اسی صورت حال کے پیش نظر مجھے چند دن کی رخصت درکار ہے۔ اس عبوری وقت کے لیے آپ کسی دوسرے عامل کا انتظام کر لیں اور اگر حکومت کو میری خدمات کی مزید ضرورت نہیں تو میں اس بارے میں اصرار نہیں کروں گا۔ والسلام

❖❖❖

''حضور! عامل نجران کی طرف سے ابھی ابھی یہ چٹھی آئی ہے۔'' دربان نے والیٔ یمن کو اس کے کمرہ خاص میں ایک ملفوف پلندہ پکڑاتے ہوئے کہا۔ والیٔ یمن نے جلدی جلدی خط

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھولا اوراسے پڑھنا شروع کیا۔ جب وہ نصف خط پڑھ چکا تو خلاف عادت مسکرانے لگا۔ پورا خط پڑھنے کے بعد اس نے خط کو لپیٹتے ہوئے ایک قہقہہ لگایا۔

''ہاں! زندگی میں آخری بار ماں سے مل لو'' وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑا رہا تھا۔

''ہم تمھیں پکی رخصت پر ہی روانہ کردینگے۔'' چند لمحے وہ کمرے پر ٹہلتا رہا۔ جیسے کسی گہری سوچ میں مبتلا ہو۔ پھر اس نے دربان کو بلوایا اوراسے حکم دیتے ہوئے کہا:

''کاتب [سیکرٹری] کو اسی وقت میرے پاس بھیجو!'' چند لمحے گزرے تھے کہ کاتب قلم کاغذ سمیت پیش ہو گیا۔

''جی آقا!'' کاتب نے والی ٔیمن سے رہنمائی چاہی۔

''عامل نجران کے نام چٹھی لکھوانا ہے''۔ والی ٔیمن کے کہتے ہی کاتب قلم کاغذ سنبھال کر بیٹھ گیا۔

''لکھو! محمد بن ادریس! ہم تمھاری کارکردگی سے بہت خوش ہیں'' اس نے مکارانہ انداز سے بھوؤں کو سکیڑتے ہوئے لکھوانا شروع کیا۔ ''تم نے گزشتہ چار سال میں بڑے اہم امور سرانجام دیئے ہیں۔ اپنی والدہ گرامی کے سلسلے میں تم نے جن احساسات کا اظہار کیا ہے انھیں پڑھ کر مجھے رنج ہوا ہے۔ ماں آخر ماں ہے اس کی بے قراریوں کو دُنیا کا کوئی انسان اپنے تصور میں نہیں لاسکتا۔ مجھے شکوہ ہے کہ تم نے یہ بات پہلے کیوں تحریر نہیں کی۔ میں تمھیں اس وقت بھی نہ روکتا۔ تم پوری طمانیت کے ساتھ جاسکتے ہو۔ میری نظر میں عامل نجران کے منصب کے لیے تم سے زیادہ مناسب شخص اور کوئی دوسرا نہیں ہے۔ عبوری طور پر ہم اس منصب کے لیے کسی فرد کا تقرر کردینگے لیکن میری زندگی تک یہ عہدہ تمھارے لیے خالی رہے گا۔ علاوہ ازیں اگر تمھیں سفر کے لیے مزید رقم درکار ہو تو بلاتکلف مجھے لکھ دو اس کا بھی فوری انتظام ہو جائے گا۔''

والی ٔیمن کے خط کا ایک ایک لفظ منافقت اور عیاری سے لبریز تھا وہ جابر وسفاک انسان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوایک لمحے کے لیے بھی شافعی کا وجود برداشت نہیں کر سکتا تھا، اس طرح مہربان ہو رہا تھا جیسے ساری دُنیا میں اس سے بڑھ کر فرزندِ قریش کا کوئی ہمدرد نہیں ہے۔ والیٔ یمن نے اپنے خط میں جس مالی تعاون کی پیش کش کی تھی فرزندِ قریش نے اس کو کسی التفات کے قابل نہ سمجھا۔ اس کی غیرت والیٔ یمن کے کسی احسان کا بوجھ اُٹھانے کے لیے تیار نہ تھی۔ بالآخر فرزندِ قریش ہر شے سے بے نیاز ہو کر مکے کی طرف روانہ ہو گیا۔

❖❖❖

اب کی بار مکہ میں اس کا استقبال کرنے والے بے شمار تھے۔ دُنیا پرستوں کو اندازہ تھا کہ اس مرتبہ مکہ میں داخل ہونے والا مفلس نوجوان محض محمد بن ادریس نہیں، عامل نجران ہے جس کے اشارے پر اقتدار کی قوتیں متحرک ہو سکتی ہیں۔ وہ عراق سے واپسی پر جب اہل وطن کے درمیان پہنچا تھا اور کوئی کلاہِ منصب اس کے سر پر نہیں تھی، اس وقت بھی وہ کسی کے سامنے شرمسار نہ تھا اور آج جب خلافت عباسیہ کے ایک اعلیٰ افسر کی حیثیت سے وہ اہل مکہ سے ملا تو بھی عجز وانکسار کا پیکر تھا۔ وہ ایک عام انسان کی مانند سر جھکائے ہوئے اپنی ماں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی مہربان ماں کی آغوش محبت میں سما جاتا، فاطمہ بنت عبداللہ نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے فرزند کو روکتے ہوئے سوال کیا:

''محمد! کیا آزمائش کے یہ چار سال تم نے ایمان کی سلامتی کے ساتھ گزارے ہیں؟ اس عرصے میں کوئی ایسا لمحہ تو نہیں گذرا کہ تم سرورِ عالم ﷺ کی سنت سے بے خبر ہو گئے ہو؟''

سوال ایسا تھا کہ وہ فوری طور پر اس کا جواب نہ دے سکا۔ چند لمحے سوچنے کے بعد اس نے آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا:

''مادرِ گرامی! تمھارا بیٹا یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ قصداً تارکِ سنت کہلائے۔ البتہ سہواً مجھ سے کوئی لغزش ہوئی ہو تو اللہ معاف کرنے والا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''محمد! غور سے اپنے لباس کی طرف دیکھو!'' فاطمہ بنت عبداللہ کا لہجہ اس قدر پُر جلال تھا کہ وہ لرز کر رہ گیا۔ ''تم نے چار سال میں بے شمار فیصلے کیے ہوں گے۔ کہیں تمھارے دامن پر بندگانِ خدا کے خون کے کوئی چھینٹے تو نہیں ہیں؟''

''اُم محترمہ! خدا نے تیرے بیٹے کی قبا کو اس داغ سے محفوظ رکھا ہے'' والدہ محترمہ کے بے انتہا ادب کے باعث اس کی آواز میں اب بھی ہلکی سی لرزش باقی تھی: ''آپ یقین کیجیے میرا دامن بالکل صاف ہے۔''

فاطمہ بنت عبداللہ کا چہرہ جو کچھ دیر پہلے تک کسی چٹان کی مانند سخت نظر آرہا تھا، اب آہستہ آہستہ مامتا کے مہکتے گلزار میں تبدیل ہونے لگا۔ پھر اس کے دونوں ہاتھ بلند ہو گئے:

''محمد! میرے قریب آجاؤ۔''

وہ بے اختیار آگے بڑھا اور اس آغوش میں سما گیا جو اپنی محبت اور ایمان کے باعث زمین و آسمان سے بھی کشادہ تھی۔

''ادریس بیٹے! میں نے اسی دن کے لیے خدا سے تیری جوانی کی دُعائیں مانگی تھیں۔'' یہ کہتے کہتے فاطمہ بنت عبداللہ رونے لگیں۔ وہ کبھی اس کے ماتھے کی بلائیں لیتیں اور کبھی اس کے سر اور کندھوں پر اپنے کھردرے ہاتھوں کو پھیرتی جیسے وہ خود کو یقین دلا رہی ہو کہ یہ اسی کا بیٹا ہے اور وہ حیرت زدہ تھا کہ اس نے اپنی ماں کو اپنی چونتیس سالہ زندگی میں آج پہلی بار کھل کر روتے دیکھا تھا۔ پھر اس نے ماں کی رقت آمیز صدا سنی۔ فاطمہ بنت عبداللہ آسمان کی طرف دیکھ رہی تھیں اور ان کے ہونٹ لرز رہے تھے:

''اے خدائے لم یزل! اے عزیز و جلیل ذات! میں محمد بن ادریس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔''

یہ سکون کی ایک ایسی ساعت تھی جس کا احساس فرزندِ قریش کو آج پہلی بار ہوا تھا۔ گھر پہنچ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر اس نے ماں کو کچھ نقدی پیش کرتے ہوئے کہا:

''چار سال میں بمشکل اتنا ہی سرمایہ جمع کر سکا ہوں کہ آپ اپنی چاردیواری کو رہن کی زنجیروں سے آزاد کروا سکیں۔'' اس نے اداس لہجے میں کہا ''اگر مجھے یہ احساس نہ ہوتا کہ میرے آبائی مکان کی دیواریں غیروں کے احسانات سے جھکی جا رہی ہیں تو شاید میرے دامن میں ایک درہم بھی نہ ہوتا۔''

''بس بیٹے! یہ کافی ہیں۔ سرائے میں رہنے والوں کو مستقل قیام کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیے۔'' ماں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور ان دونوں کے چہروں پر طمانیت کا رنگ اور زیادہ نمایاں ہو گیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ محمد بن ادریس شافعی کی بے نیازی کو قلندری تک پہنچانے اور شافعی کو امام شافعی بنانے میں فاطمہ بنت عبداللہ کا بڑا ہاتھ تھا۔ اگر اس کی ماں بچپن ہی سے دولت کی ترغیبیں دیتی تو امام شافعی رحمہ اللہ کی آزاد فطرت اس لالچ کا اثر قبول کیے بغیر نہ رہتی۔ یہ فرزندِ قریش کی خوش قسمتی تھی کہ اسے غیور، قناعت پسند اور علم دوست ماں کی آغوش میسر آئی۔

❖❖❖

دورِ جاہلیت میں قریش کے دو خاندانوں بنو ہاشم اور بنو اُمیہ میں باہمی رقابت اور چشمک جاری رہتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض تربیت سے ایمانی رشتوں کی بنیاد پر ایک نئی برادری وجود میں آئی اور مسلمانوں کے دلوں میں خاندانی تعصبات کمزور پڑ گئے لیکن آہستہ آہستہ جب اسلام سے رشتہ کمزور ہوا تو انھی خاندانی تعصبات اور رقابتوں نے پھر سر اُٹھانا شروع کر دیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد بنو اُمیہ کا خاندان حکمران بن گیا۔ اس خاندان کے ایک حکمران یزید نے بنو ہاشم سے خطرہ محسوس کرتے ہوئے ۶۰ ھ میں امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کروادیا۔ بنو اُمیہ کے مظالم اور خلافت راشدہ ان کا اپنی خاندانی بادشاہت میں تبدیل کر دینا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام سے ایک بہت بڑا انحراف تھا۔اس حوالے سے مسلمانوں میں بڑی بے چینی پائی جاتی۔ مسلمانوں میں خلافت راشدہ کی بحالی کے جو جذبات پائے جاتے تھے ،اس کے لیے وہ خاندان بنو ہاشم کی طرف ہی دیکھتے تھے۔ چنانچہ بنو ہاشم بنو اُمیہ کے خلاف اندر ہی اندر ایک لمبے عرصے تک تحریک منظم کرتے رہے۔اس تحریک میں بنو ہاشم کے دو خاندان حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نسل مشترکہ طور پر پیش پیش تھے۔ بالآخر ۱۳۲ھ میں اس تحریک کے نتیجے میں بنو اُمیہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور ابو العباس السفاح حکمران ہوا جو بنو عباس سے تعلق رکھتا تھا۔

ایک طرف تو یہ نئے تاجدار بنو اُمیہ کے استیصال میں مصروف تھے اور ان کی قبروں میں ان کی ہڈیاں تک اُکھاڑ رہے تھے اور دوسری طرف اپنے ہی خاندان میں خلافت کو محدود کرنے کے اقدام کر رہے تھے۔ جس کی وجہ سے علوی خاندان بنو عباس سے جو توقع تھی وہ پوری نہ ہوئی۔اس طرح علوی بنو عباس سے ناراض ہو گئے۔

سفاح نے تو علوی خاندان کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا لیکن اس کے بعد خلیفہ منصور نے احتیاط اور سوئے ظن کی بنا پر علوی و فاطمی سادات کی بیخ کنی شروع کر دی۔ آخر تنگ آ کر سادات میں سے ایک مرد صالح نفس ذکیہ نے ۱۴۵ھ میں مدینہ میں خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اکثر لوگوں نے ان کا ساتھ بھی دیا لیکن وہ اور ان کا بھائی میدان جنگ میں شہید ہو گئے۔ خلیفہ منصور عباسی کے بعد مہدی اور ہادی حکمران بنے اور پھر ۱۷۰ھ میں عباسی خلیفہ ہارون الرشید کا دور شروع ہوا۔اس دور میں بھی عباسی و علوی خاندانوں کی کش مکش زیر زمین جاری تھی۔

❖❖❖

محمد بن ادریس رحمہ اللہ شافعی بنو ہاشم ہی کے ایک فرد تھے ،اپنے علم و فضل کے باعث علوی تحریک کو حق پر سمجھتے تھے لیکن وہ خفیہ سرگرمیوں میں براہ راست کبھی شریک نہ رہے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والیِ یمن کو اصل بُغض تو محمد بن ادریس کی حق گوئی و انصاف پسندی اور بے لاگ و بے لوث انتظامی اقدامات کے سبب تھا، کیونکہ وہ اس کے ظلم کو اعلانیہ روکنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ شافعی کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لیے اسے خلیفہ ہارون کی نظروں میں گرا کر اسے انتہائی سزا دلوانا چاہتا تھا۔ اور اس کے لیے وہ مناسب حالات کا انتظار کر رہا تھا۔

اس کے خیال میں قدرت نے اسے ایک سنہری موقع فراہم کیا تھا کہ امام شافعی نجران سے بہت دور تھے اور ان کی غیر حاضری سے بھرپور فائدہ اُٹھایا جا سکتا تھا۔ شکار دام کے قریب پہنچ چکا تھا لیکن ابھی زیرِ دام نہیں آیا تھا۔ والیِ یمن کے اضطراب میں ہر لحظ شدت پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے دن بے قرار اور راتیں بے خواب تھیں۔ آخر وہ سنگین ساعت بھی آ گئی جب والیِ یمن کے چہرے پر دل کی ساری کثافتیں اور منافقانہ جذبے نمایاں ہو گئے۔

❖❖❖

شافعی کے بارے میں یہ شہرہ عام تھا کہ وہ اولادِ علی رضی اللہ عنہ سے والہانہ محبت رکھتے ہیں اور اپنی حق پسند اور آزاد طبیعت کے باعث اُنھوں نے اس بات کو کبھی چھپایا نہ تھا۔ ان کا یہ شعر تو ان کے دلی جذبات اور حبِ اہلِ بیت کا آئینہ دار تھا کہ:

ان کان رفضاً حبّ اهل محمد فلیشهد الثقلان انی رافضی

”اگر اہلِ بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رافضیت ہے تو فرشتوں کو چاہیے کہ وہ گواہی دیں کہ میں رافضی ہوں“۔

اہلِ بیت کی محبت ہر مسلمان کے لیے ایمان کا تقاضا ہے اور یہی مسلک امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی تھا لیکن والیِ یمن نے اس مسئلے کو سیاسی رنگ دے دیا۔ ہارون الرشید کو جس فرد کے بارے میں بھی یہ معلوم ہوتا کہ وہ ان کے خلاف برپا خفیہ علوی تحریک سے وابستہ ہے، وہ اس کا سر اس کے شانوں پر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے والیِ یمن کی نگاہیں اس نکتے پر مرکوز ہو گئیں کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شافعی رحمہ اللہ کی اہل بیت سے عقیدت کے مذہبی جذبات کو سیاسی رنگ دے کر ہارون الرشید کی نگاہ میں اسے خطرناک بنا کر پیش کیا جائے۔

والیٔ یمن کافی عرصے سے اس منصوبے کے ایک ایک پہلو پر غور کرتا رہا۔ وہ رات رات بھر جاگ کر اپنے منصوبے کے مختلف خاکوں میں اپنی عیاریوں سے رنگ بھرتا رہا۔ حیرت انگیز بات تھی کہ اس نے اپنے منصوبے میں کسی وفادار مشیر کو بھی شریک نہیں کیا تھا۔ اس کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے سائے سے بھی دور رہتا تھا اور رات کے سناٹے میں ایک بند کمرے میں کاغذات پر اپنی سازشوں کو منتقل کرتا رہتا تھا۔ اور جب ان میں کوئی کمی پاتا تھا تو سازش کا سارا دفتر نذرِ آتش کر دیتا۔ بالآخر منصوبے کی تمام جزئیات کے بارے جب وہ یکسو ہو گیا تو اس نے نصف شب کی تاریکی میں اپنے خاص دربان کو اپنے خلوت کدے میں طلب کیا اور کہا:

''تم اسی وقت کاتب [سیکرٹری] کے گھر پہنچو۔ اگر وہ سو رہا ہو تو اسے نیند کی وادیوں میں سے کھینچ کر میرے رُوبرو حاضر کرو۔''

مسلح دربان لرزتا ہوا والیٔ یمن کے خلوت کدے سے باہر آیا اور فوراً ہی ایک برق رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر سرکاری کاتب کے مکان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور کچھ ہی دیر بعد کاتب اپنے حاکم کے سامنے اس طرح دست بستہ کھڑا تھا کہ جسم کے ساتھ اس کی روح بھی لرز رہی تھی۔ والیٔ یمن کے دفتر کے سربراہ کی حیثیت سے ایک طویل ملازمت کے دوران یہ پہلا موقع تھا کہ والیٔ یمن نے اسے رات کے اندھیرے میں ہنگامی طور پر طلب کیا تھا۔ سرکاری کاتب صورتحال کی سنگینی کو تو سمجھ چکا تھا مگر اسے حاکم کے حضور لب کشائی کی جرأت نہ تھی۔

''سنو! اور پورے ہوش و حواس کے ساتھ سنو۔'' والیٔ یمن کی ہیبت ناک آواز کمرے میں گونجی۔ ''میں امیر المومنین کے نام ایک اہم سرکاری خط ارسال کرنا چاہتا ہوں۔ اس خط کے ایک ایک حرف کی قیمت تمھاری زندگی سے بھی زیادہ ہے۔'' یہ کہہ کر والیٔ یمن نے سرکاری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاتب کے کانپتے ہوئے جسم پر نظر ڈالی۔ خوف و دہشت کی فضا اب اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ کاتب چند لمحوں تک کسی نہ کسی طرح برداشت کرتا رہا لیکن پھر اس کے پاؤں جواب دے گئے اور وہ لڑکھڑا کر پختہ فرش پر گر پڑا۔ خلوت کدے میں والیٔ یمن کا مغرور قہقہہ گونج اُٹھا:

''میں اپنے غلاموں سے اسی وفاداری کو توقع رکھتا ہوں۔ اپنے قدموں پر دوبارہ کھڑے ہونے کی کوشش کرو۔'' والیٔ یمن کی سفاک آواز اُبھری۔ ''تم اس حقیقت سے بھی آگاہ ہو کہ میں نمک خواروں پر کس قدر مہربان رہتا ہوں۔ میرے قہر کا مظاہرہ تو صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو حکومت کے کسی راز کو فاش کر دیتے ہیں۔''

کاتب نے والیٔ یمن کے الفاظ سنے اور پھر اپنی شکستہ اور منتشر قوت ارادی کو سمیٹ کر اُٹھنے لگا۔

''تم شاید میرے حضور کھڑے نہ رہ سکو۔ مجبوراً یہ بے ادبی اور گستاخی بھی گوارا ہے۔ تم سامنے والی نشست پر بیٹھ جاؤ اور غور سے میری باتیں سنو کہ میں نے رات کے پچھلے پہر تمھیں کیوں بلایا ہے۔''

کاتب کانپتا ہوا اس کرسی پر بیٹھ گیا جو خلوت کدے کے ایک گوشے میں رکھی ہوئی تھی۔

''وہ خط جو ابھی کچھ دیر بعد تحریر کرو گے، ایک سربستہ راز ہے۔ کاغذ پر منتقل ہونے کے باوجود تمھارے سینے میں اس وقت تک محفوظ رہے گا جب تک تم زیرِ زمین نہیں چلے جاؤ گے۔'' یہ کہتے ہوئے والیٔ یمن کے چہرے کی سفاکی اور خشونت میں کچھ اور اضافہ ہو گیا تھا۔ آمریت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسان نے اثبات میں گردن ہلائی اور پھر اپنی وفاداری و غلامی کے اظہار کے لیے گردن جھکا دی۔

''اگر یہ راز تمھارے ہونٹوں کی قید سے آزاد ہوا تو اس بددیانتی کی سزا بھی بڑی عجیب ہوگی۔ میں براہِ راست تمھیں قتل نہیں کروں گا۔ تم پر موت اس طرح مسلط ہو جائے گی کہ زندہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتے ہوئے بھی تمھیں ہر روز اپنے عالم نزع کا احساس ہوگا۔ پہلے تمھاری بیوی کی سانس بند کی جائیں گی پھر تمھارے بچوں کو خون میں نہلایا جائے گا......"

کسی بھی حکمران کی گفتگو میں مداخلت کرنا ایک سنگین جرم اور گستاخی تصور کیا جاتا ہے لیکن سرکاری کاتب اپنے جذبات پر قابو نہ پاسکا اور بے اختیار بول اُٹھا:

"میرا ماضی گواہ ہے کہ میں سرکار کے نمک خواروں میں سے ہوں۔ مستقبل میں بھی میرے گلے میں آپ ہی کا طوقِ غلامی نظر آئے گا۔ اگر بے اعتبار ٹھہرا تو آپ کے حلقہ اثر سے نکل کر کہاں جاؤں گا۔" کاتب کی زبان سے ایک ایک لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر ادا ہو رہا تھا۔ والیِ یمن کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ کھیلنے لگی مگر ایسے جیسے کوئی مورتی ہنس رہی ہو۔ پھر اس نے وہ خط لکھنے کا حکم دیا۔

"خاندان بنوعباس کے عظیم خلیفہ ہارون الرشید کے نام ایک خادم کا مکتوب جسے ولایت یمن کے اعزاز سے شرف یاب کیا گیا۔ امیر المومنین پر خدا کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں اور ابن مہدی کے دشمنوں پر ہلاکت وقہر کا آسمان ٹوٹے۔ خدا خلیفہ وقت کے مورث اعلیٰ ابوجعفر منصور کی قبر کو روشن کرے کہ ان کی بے پناہ قوت وذہانت نے علویوں کے ہر دعوے کو باطل ثابت کیا۔ حضور کے جاسوسوں اور مخبروں نے مجھے جو اطلاعات فراہم کی ہیں ان کے مطابق اس زمین پر علویوں کے لیے اب کوئی پناہ گاہ موجود نہیں۔ مگر اس نمک خوار کو باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ابھی یہ تحریک مکمل طور پر دفن نہیں ہوئی ہے۔ خلافت عباسیہ کے یہ بدخواہ زیر زمین رہ کر فتنوں کی آبیاری کر رہے ہیں۔

امیر المومنین کو اپنے اس وفادار خادم کی اس بات پر یقین کر لینا چاہیے کہ یہاں علوی تحریک کے نو سربرآوردہ آدمی موجود ہیں جنھیں شافع مطلبی کا ایک چھوکرا مسلسل گمراہ کر رہا ہے اور اب صورتحال یہ ہے کہ خلاف عباسیہ کے خلاف یہ نفرت بند کمروں سے نکل کر شاہراہوں تک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچنے والی ہے۔“

اتنا کہہ کر والیٔ یمن خاموش ہوگیا۔ اس کا عیار ذہن اپنے منصوبے کے دھندلے خاکوں میں مزید رنگ بھرنے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ محرر کا قلم بھی رک گیا اور خلوت کدے میں گہرا سناٹا چھا گیا۔ کچھ دیر بعد والیٔ یمن کے ہونٹوں کو پھر جنبش ہوئی اور محرر کا قلم روانی کے ساتھ چلنے لگا۔

”مجھے اندیشہ ہی نہیں یقین ہے کہ یہ لوگ ایک دن ضرور آمادۂ پیکار ہوں گے۔ ابھی یہ تمام افراد بڑی رازداری کے ساتھ متحد ہو رہے ہیں اور اس لمحہ خاص کا انتظار کر رہے ہیں جب خلافت عباسیہ کی بنیادوں پر لگائی جانے والی ضرب کارگر ثابت ہو سکے۔ یہ سب ذہین و عیار لوگ ہیں۔“

یہ کہہ کر والیٔ یمن خاموش ہوگیا۔ وہ ٹہلتا ہوا کاتب کے سر پر کھڑا ہو کر تحریر کو پڑھنے لگا اور کچھ دیر کے توقف کے بعد پھر بولنے لگا:

”اب میں اس مطلبی ہاشمی نوجوان کی فتنہ پردازیوں کا تفصیلی ذکر کرتا ہوں جو اس تحریک بغاوت میں پس پردہ رہ کر اس تحریک کے جسم میں دماغ کا کام کر رہا ہے۔ اس کا نام محمد بن ادریس ہے اور عام طور پر شافعی کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ ایک بار جب میں کسی سرکاری کام سے مکہ گیا تو کچھ معززین شہر نے اس نوجوان کی مجھ سے سفارش کی۔ اس وقت یہ فاقہ کشی کی زندگی گزار رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ عامل نجران کا عہدہ اسے احسان شناس بنا دے گا۔ مال و دولت اور اقتدار کی لذتوں میں پڑ کر وہ بغاوت و کش مکش کے خارزار سے کترانے لگے گا۔ اس سوچ کے تحت میں نے عامل نجران کا عہدہ دے کر اسے ہمیشہ کے لیے خاموش کرنا چاہا لیکن میرے تمام اندازے غلط ثابت ہوئے۔

یہ قریش زادہ مالی آسودگی پاتے ہی کچھ اور سرکش ہوگیا۔ اب اس کی کج روی کا یہ عالم ہے کہ انتظامی امور کے سلسلے میں نہ تو میرا حکم مانتا ہے اور نہ ہی میری پابندیوں کو خاطر میں لاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الٹا عوام الناس کا ہمدرد بن کر اُنھیں میرے خلاف اکساتا رہتا ہے۔

امیر المومنین نے مجھ ناتواں کو جو طاقت بخشی ہے، میں اسی طاقت کے ذریعے شافعی کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتا تھا مگر میں اپنے ارادے سے صرف اس لیے باز رہا کہ اس قریش زادے کے قتل کے بعد باغیانہ تحریک کے کئی گوشے بے نقاب ہونے سے رہ جاتے۔ میں نے شافعی کی گستاخیاں صرف خلافت عباسیہ کی خاطر برداشت کی ہیں تاکہ یہ خوفناک ذہن رکھنے والا مجرم مکمل طور پر روشنی میں آ جائے۔"

اتنا کہہ کر والیٔ یمن ایک بار پھر خاموش ہو گیا اور کاتب کی طرف دیکھنے لگا جو سر جھکائے حکم کی تعمیل میں مصروف تھا۔ اسے اتنی تو خبر تھی کہ یہ سب کچھ عامل نجران کے خلاف لکھا جا رہا ہے مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ شافعی کون ہے اور واقعتاً وہ مجرم ہے یا اسے جبراً کھینچ کر سیاست کے مقتل کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ اس لمحاتی وقفے میں والیٔ یمن کی پیشانی پر فکر و تشویش کی کئی علامتیں اُبھر کر ڈوب چکی تھیں۔ اس کا غبار آلود ذہن شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے لباس تقدس کو مزید داغدار کرنے کے لیے کذب و افترا کے نئے جال بن رہا تھا۔ آخر کچھ دیر بعد والیٔ یمن کی آواز گونجی:

"امیر المومنین آپ اس قریش زادے محمد بن ادریس سے واقف نہیں، وہ ایسا فصیح البیان ہے کہ اگر آلام و مصائب کی تعریف کرنے پر آ جائے تو اہل دُنیا کیف و نشاط کو ترک کر کے رنج و الم کو گلے لگا لیں۔ وہ ایسا بلیغ اللسان ہے کہ عرب کے برگزیدہ ادیب و شاعر بھی اس کے سامنے عجمی [گونگے] نظر آتے ہیں۔ وہ ایسا منطقی ہے کہ اگر کسی مجمع کے سامنے دن کو رات کہنے لگے تو ہجوم انسانی اپنی گردنیں جھکا لے اور کسی شخص میں اتنی جرأت نہ ہو کہ وہ اس کی بات جھٹلانے کے لیے لب ہلا سکے۔ اس کی تقریروں نے بے شمار انسانوں کو مسحور کر دیا ہے۔ غرضیکہ وہ لوگوں کے ذہنوں کو اپنی مُٹھی میں لینے کی حیرت انگیز صلاحیت رکھتا ہے۔ حضور والا! اس نکتے پر توجہ فرمائیں کہ شافعی کی زبان میں وہ جراحت ہے جو ایک سپاہی کی تلوار کو بھی میسر نہیں۔ وہ تنہا ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوج کا کردار انجام دے رہا ہے اور اپنے الفاظ سے آپ کی خلافت کے عقیدت مندوں کو بے دریغ قتل کر رہا ہے۔ اگر محمد بن ادریس کو نہ روکا گیا تو اس گناہ گار کے خیال کے مطابق خوفناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ خدا امیر المومنین کے جلال کو حاسدین کی نظر سے محفوظ رکھے اور قصر عباسیہ کے بلند میناروں پر کبھی اندیشۂ زوال سایہ فگن نہ ہو۔''

جب خط مکمل ہو گیا تو والیٔ یمن نے چند لمحے کاتب کی طرف دیکھا اور پھر خود کلامی کے انداز میں کہنے لگا:

''اب والیٔ یمن کے نافرمان کو خونیں موت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔'' جابر حاکم اپنے خفیہ پیغام کو کاغذ پر منتقل کرانے کے بعد سرکاری کاتب سے مخاطب ہوا:

''کیا کوئی بچا سکتا ہے؟''

اگرچہ والیٔ یمن اپنے منصوبے کی کامیابی پر سو فیصد یقین رکھتا تھا لیکن پھر بھی کسی نامعلوم اندیشے کے زیر اثر وہ ایک معمولی ملازم سے سوال کر رہا تھا۔

''ہرگز نہیں'' کاتب دہشت زدہ لہجے میں بولا ''اگر اس زمین پر آپ کسی کو امان نہیں دیتے تو پھر ساری دُنیا میں اس کے لیے کوئی پناہ گاہ موجود نہیں۔'' کاتب والیٔ یمن کے روبرو بالکل بے دست و پا تھا۔ وہ حاکم کی رائے سے اختلاف کر کے اپنے قتل نامے پر دستخط نہیں کر سکتا تھا۔

❖❖❖

قصر عباسی کے در و دیوار نے دیکھا کہ حکومت کا ایک کارندہ اپنے اُمیر کو کچھ کاغذات منتقل کر رہا ہے۔ یہ بڑی سنگین گھڑی تھی۔ ہارون الرشید والیٔ یمن کی بھیجی ہوئی خفیہ دستاویز کا خود مطالعہ کر رہا تھا۔ اپنے آباؤ اجداد کی شان میں تعریفی کلمات پڑھ کر اس کے چہرے پر احساسِ غرور کی ایک روشن علامت اُبھری اور سرخوشی کا ایک تیز رنگ بکھر گیا۔ مگر یہ حالت سکون بہت عارضی تھی۔ یکا یک وہ اپنی نشست پر پہلو بدلنے لگا۔ پھر چہرے پر شدید اضطراب کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھلک نمایاں ہونے لگی۔ آخری سطر پڑھتے پڑھتے عباسی خلیفہ کا اضطراب غضب میں تبدیل ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہارون الرشید نے والیٔ یمن کے ارسال کردہ مسودے کو فرش پر پھینک دیا۔

''کیا عقل کے ان دشمنوں کو اپنے پیشروؤں کا حشر یاد نہیں؟'' حالت غضب میں خلیفہ کی آواز اتنی بلند ہو گئی تھی کہ قاصد کو محل کے در و بام لرزتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

اس سے پہلے بھی خلیفہ ہارون الرشید تک والیٔ یمن نے در پردہ خبر پہنچا دی تھی کہ اہل مکہ نے یمن سے ایک علوی زادے کو بلایا ہے پھر دوسری اطلاع یہ فراہم کی گئی کہ وہ علوی زادہ مکہ معظمہ پہنچ گیا ہے۔ اس کے آتے ہی قریش کی ایک جماعت اپنے سیاسی عزائم لے کر شخص مذکورہ کے گرد جمع ہونے لگی ہے اور اب والیٔ یمن کے براہ راست مکتوب نے عباسی خلیفہ کے مزاج کو برہم کر دیا اور وہ انتہائی قہر کے عالم میں اپنے وزیر یحییٰ بن خالد برمکی سے مخاطب ہوا:

''عامل مکہ کو لکھو کہ اس حکم کی فوراً تعمیل کی جائے۔ وہ تین سو قریش جو سلطنت عباسیہ کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں انھیں اس حالت میں بغداد بھیجا جائے کہ ان کے ہاتھ گردنوں سے بندھے ہوئے ہوں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسواں قیدی

رات گئے کوتوال شہر نے چند سپاہیوں کے ہمراہ فاطمہ بنت عبداللہ کے مکان پر دستک دی۔

''کون؟''

تھوڑی دیر کے توقف کے بعد فاطمہ بنت عبداللہ نے دریافت کیا۔

''کوتوال شہر ہوں۔ عامل مکہ نے ضروری کام کے سلسلہ میں محمد بن ادریس سے ملنے کے لیے بھیجا ہے۔''

''میں اسے بھیجتی ہوں۔''

محمد بن ادریس کی ماں نے کہا۔ پھر اس نے اپنے بیٹے کو جگایا۔ جب وہ دروازے پر آیا تو کوتوال نے اسے کہا:

''آپ کو خلیفہ کے حکم کے بموجب گرفتار کیا جاتا ہے۔''

''کس جرم کی پاداش میں؟'' محمد بن ادریس شافعی نے پوچھا۔

''خلیفہ کے خلاف بغاوت کے الزام میں۔'' کوتوال نے مختصر جواب دیا اور دو سپاہیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا جن کے ہاتھوں میں زنجیریں تھیں۔

''لیکن میں نے تو کسی بغاوت میں حصہ نہیں لیا''۔ محمد بن ادریس نے آہنی زنجیریں پہنتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے کہا۔

''بیٹا اگر تم سچے ہو تو تمھیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ کسی سے رحم کی بھیک مانگنے کی۔ یہ لوہے کی زنجیریں تو ہمیشہ اہل حق کا زیور ہی ہیں۔'' پیچھے سے اس کی والدہ کی آواز آئی۔

''ماں آپ کا بیٹا آپ کو خدا کے حضور شرمندہ نہیں کرے گا۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ...''

''بیٹے افسوس کس بات کا......؟'' ماں نے بیٹے کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''یہ کہ میں آپ کی خدمت نہ کر سکا۔'' بیٹے نے ماں کے آگے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

''بیٹے میں نے ایک دن بھی تجھے اپنی خدمت کے لیے نہیں پالا۔ میرے بڑھاپے کا خیال نہ کرو۔ میری کمر تو اُس دن جھکے گی جس دن تم نے دُنیا کے سامنے گردن جھکائی۔''

''اچھا ماں مجھے معاف کر دینا۔''

''بیٹے بے گناہی کی قید سنت یوسفی ہے، اس پر استقامت دکھانا۔ تمھاری ماں کی دُعائیں تمھارے ساتھ رہیں گی۔'' ماں نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا دیے۔

❖❖❖

خلیفہ ہارون الرشید کا حکم ملتے ہی عامل مکہ حماد بربری نے تین سو سادات قریش کو گرفتار کر کے انھیں زنجیریں پہنا دیں۔ ان تین سو اشخاص میں وہ نو افراد بھی شامل تھے جنھیں والی یمن نے اپنے خط میں تحریک کا بانی قرار دیا تھا۔ دسویں امام شافعی تھے۔ اور باقی وہ لوگ تھے جو اپنے رہنماؤں کی آواز پر لبیک کہنے والے تھے۔

آخر سیاسی قیدیوں کا یہ قافلہ مکہ سے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ ایک عجیب اور المناک منظر تھا۔ معزز سادات قریش اس طرح وطن سے نکل رہے تھے کہ ان کے ہاتھ گردنوں سے بندھے ہوئے تھے۔ حجاز کے باشندوں نے خاموش قیدیوں کو ایک ہی لمحے میں پہچان لیا کہ یہ سب کے سب معتوب خلافت ہیں اور آہستہ آہستہ اپنے ہولناک انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دن مکہ کی فضا بڑی سوگوار تھی۔کوئی بھی شخص ان نفوس قدسیہ کے حق میں ایک لفظ زبان سے نکالنے کی جرأت نہ رکھتا تھا۔اور ظاہر بین اہل تقویٰ سیاست سے کنارہ کش ہو کر اوراد و اذکار میں مصروف رہے۔

❖❖❖

یہ ۱۸۴ھ کا ایک دن تھا۔خلیفہ ہارون الرشید جاہ حشم اور جبر و استبداد کا پیکر دکھائی دے رہا تھا۔اس کے سامنے دس افراد پیش کیے گئے جن میں سے نو پر علوی تحریک کی سربراہی کا الزام تھا اور دسواں محمد بن ادریس شافعی تھا جسے والیٔ یمن نے ایک مسلح فوج سے زیادہ طاقتور اور خوفناک قرار دیا تھا۔تمام اسیروں کے ہاتھ اسی طرح گردنوں سے بندھے ہوئے تھے جس طرح ہارون الرشید نے یحییٰ بن خالد برمکی کو حکم دیا تھا۔

بغداد کی شمشیر اختیار اپنے حریفوں کا لہو چاٹنے کے لیے مضطرب و بے قرار تھی۔ہارون الرشید کے تخت سے کچھ فاصلے پر اس کے سامنے چمڑے کا فرش بچھا دیا گیا اور ہارون الرشید نے پہلے ایک ملزم سے کچھ استفسارات کیے اور پھر اسے سب کے سامنے قتل کروا دیا۔پھر دوسرے سے سوال جواب ہوئے اور اسے قتل کر دیا۔اسیران سیاست نے جان بچانے کے لیے منطق کا سہارا لیا،عقلی دلائل پیش کیے مگر ہارون الرشید نے ان کے کسی عذر کو تسلیم نہ کیا۔اس طرح وہ دوسرے باغیوں کو خوفزدہ کر کے لطف اندوز ہوتا رہا۔یہ ہیبت ناک کھیل بہت دیر تک جاری رہا۔حتیٰ کہ نو سادات قریش ایک ایک کر کے موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔

جب دربار شہنشاہی نو محترم انسانوں کے خون سے سرخ ہو گیا تو ہارون الرشید کے سامنے دسویں قیدی چونتیس سالہ محمد بن ادریس شافعی کو لایا گیا۔جب خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے اس کو لا کھڑا کیا گیا تو وہ اس سے مخاطب ہوا:

''تم بھی علوی زادے ہو''؟ہارون الرشید کے لہجے میں اقتدار کی رعونت اور انتقام کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرمی بول رہی تھی۔

''نہیں!'' محمد بن ادریس شافعی نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔'' یہ میرے بارے میں غلط بیانی ہے۔'' شافعی کے لہجے سے ایک فقیہہ ومحدث کا وقار نمایاں ہو رہا تھا۔

ہارون الرشید اس جرأت گفتار پر حیران رہ گیا۔ اسے یقین تھا کہ اپنے ساتھیوں کی خون میں نہائی ہوئی لاشیں دیکھ کر یہ نوجوان بدحواس ہو جائے گا۔ لیکن جب اس نے فرزندِ قریش کے پائے استقامت میں معمولی سی لرزش بھی نہ پائی تو مڑ کر اس نے اپنی بائیں طرف بیٹھے ہوئے ایک وزیر کی طرف تیز نظروں سے دیکھا۔ اُسی وقت وزیر کھڑا ہوا، خلیفہ کے حضور آداب بجا لانے کے بعد وہ سرِ دربار والیٔ یمن کا خط پڑھنے لگا۔ شافعی حیرت سے وزیر کا منہ تکنے لگا۔ یہ شافعی کے خلاف طویل فردِ جرم تھی۔ شافعی والیٔ یمن کے اس منافقانہ طرزِ عمل کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ایک طرف وہ عامل نجران کی حیثیت سے شافعی کی خدمات کا معترف تھا اور دوسری طرف وہ اسے خلافت عباسیہ کا سب سے بڑا دشمن قرار دے رہا تھا۔

آخر تہمتوں کا یہ دفتر ختم ہوا تو ہارون الرشید غضب ناک لہجے میں بولا:

''نوجوان اگر علویوں سے تیرا نسبی تعلق نہیں ہے تو پھر یہ سب کچھ کیا ہے؟''

''امیر المومنین اہل نجران گواہ ہیں کہ میں چار سال تک جاگتا رہا ہوں اور وہ چین کی نیند سوتے تھے۔ میں نے اُنھیں انصاف فراہم کیا جس سے وہ محروم ہو چکے تھے۔ میں نے والیٔ یمن کے دست ظلم کو روکا جو سلطنت عباسیہ کی عظمت کو داغ دار کر رہا تھا۔ میں اپنے دل میں ہوس زر رکھتا ہوں نہ شوق اقتدار، مکے کی گلیاں چھوڑ کر نجران اس لیے گیا تھا کہ بندگان خدا کے کام آسکوں۔ خدا کی قسم میرے نام کے ساتھ جو کچھ منسوب کیا گیا ہے وہ بہتان ہے، کذب وافتراء ہے۔ آپ اہل نجران کو بلائیں اور ان سے میرے اعمال کی گواہی لیں۔''

''بے شک تو بڑا فصیح وبلیغ ہے لیکن تیری شدت گفتار تجھے معصوم ثابت کرنے سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاصر ہے۔'' یہ کہہ کر ہارون الرشید نے جلاد کی طرف دیکھا جس کی تلوار ابھی ابھی نو معززین قریش کا لہو چاٹ چکی تھی اور اب بھی اس سے خون ٹپک رہا تھا۔

شافعی کی تقریر کا آہنگ عجیب تھا لیکن عباسی خلیفہ نے کوئی تاثر قبول نہ کیا۔ فرزندِ قریش کا ایک ایک لفظ رائیگاں گیا۔ علوی تحریک کی دہشت نے ہارون الرشید کو اس قدر محتاط بنادیا تھا کہ اس نے ہر قسم کی دلیل سے کان بند کر لیے اور سچائی کی طرف سے منہ موڑ لیا۔

''اس کا سر کندھوں پر گراں ہے'' یہ شافعی کی طرف اشارہ تھا۔'' اسے بھی ان علوی زادوں کی آرام گاہ تک پہنچا دو جو خلافت کا انتظار کرتے کرتے ابدی نیند سو گئے ہیں۔''

فیصلہ سنایا جا چکا تھا۔ جلاّد نے آگے بڑھ کر شافعی کے ہاتھ کھول دیئے۔ پھر اسے قتل کرنے کے لیے مروجہ قانون کے مطابق چمڑے کے فرش پر بٹھا دیا گیا۔ دربار کبر و نخوت میں علم و آگہی کو ذبح کرنے کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں کہ یکا یک ہارون الرشید نے جلاد کو دوسرا اشارہ کیا۔

خلیفہ کا حکم پاتے ہی جلاّد نے ایک خاص انداز سے کچھ دیر تک شمشیر کو ہوا میں لہرایا۔ یہ شافعی کو خوفزدہ کرنے کا ایک حربہ تھا۔ فرزندِ قریش نے نہایت اطمینان سے خون میں ڈوبی ہوئی تلوار کو دیکھا۔ نہ آنکھوں کی پتلیاں کانپیں، نہ سانسیں منتشر ہوئیں نہ چہرے پر پریشانی کی کوئی علامت اُبھری۔ اہلِ دربار اس نوجوان کی حالت سکون پر حیران تھے کہ جسے چند ساعتوں کے بعد موت سے گلے ملنا تھا۔

ابھی حاضرین کا یہ استعجاب برقرار تھا کہ اسی دوران امام ابوحنیفہ کے شاگرد خاص اور بغداد کے قاضی امام محمد بن حسن شیبانی دربار میں داخل ہوئے۔ شافعی نے جیسے ہی اپنے استاد کو آتے دیکھا تو بے اختیار بول اُٹھا:

''امیر المومنین اب میری زبان سمجھنے والا آ گیا''۔ شافعی کا ہاتھ بلند تھا اور وہ اس فقیہ جلیل کی طرف اشارہ کر رہا تھا جس کے علم و فضل کے سامنے اہل عراق دست بستہ کھڑے رہتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''امام محمد میرے کردار پر شہادت دینگے۔ یہ آپ کو بتائیں گے کہ میں سازشی ہوں یا حدیث وفقہ کا طالب علم۔ اگر امام محمد نے بھی خاموشی اختیار کرلی تو پھر میں کسی کو آواز نہیں دوں گا۔ اپنی نجات کے لیے کوئی دلیل نہیں لاؤں گا۔ بس میرے مقدمے کی یہ پہلی اور آخری گواہی ہوگی۔''

امام محمد نے وہ ہولناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ ایک وجیہہ نوجوان کے سر پر شمشیرِ خلافت اپنی تمام خون آشامیوں کے ساتھ لہرا رہی تھی مگر نوجوان کے چہرے پر خوف وہراس کا ہلکا سا اثر بھی نمایاں نہیں ہوا تھا۔ اُنھوں نے شافعی کی آواز بھی سن لی تھی اور یہ آواز ان کے کانوں کو کچھ مانوس مانوس سے معلوم ہوتی تھی جس نے اُنھیں مزید حیران کردیا تھا۔ وہ حیرت زدہ سے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دربار میں اپنی نشست تک پہنچے۔ اس دوران دربار پر گہرا سکوت طاری رہا۔ جب امام محمد اپنی نشست پر بیٹھ گئے تو ہارون الرشید دوبارہ شافعی سے مخاطب ہوا:

''نوجوان کیا تجھے یقین ہے کہ امام محمد تمھارے حق میں گواہی دیں گے؟'' ہارون الرشید نے درپردہ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنیکی کوشش کی تھی۔

خلیفہ قریشی نوجوان کو بتانا چاہتا تھا کہ مملکت عباسیہ کا نظام اس کی جنبش ابرو سے رواں ہے۔ اگرچہ امام محمد قاضی بغداد تھے اور ہارون الرشید بھی ان کے منصفانہ مزاج سے واقف تھا لیکن پھر بھی بوئے خلافت کا خناس اس کے دماغ میں سمایا ہوا تھا اور اب وہ نہایت بے باکی سے ہر شخص کے بارے میں سوچنے لگا تھا کہ کوئی بھی اس کے حلقہ اثر سے باہر نہیں۔

''مجھے یقین ہے کہ ایک صاحب علم ہی دوسرے صاحب علم کے حق میں گواہی دے سکتا ہے۔'' محمد بن ادریس شافعی مقتل کی خونیں فضا سے متاثر ہوئے بغیر نہایت بے باکی سے بول رہا تھا۔ ''مجھے اپنے انجام کی فکر نہیں مگر اتنا ضرور پسند کروں گا کہ امام ابوحنیفہ کا شاگرد جلیل میرے مقدمے میں شہادت دے اور اگر امام محمد کی گواہی بھی میرے خلاف جاتی ہے تو مجھے قرار آجائے گا۔ میں سکون سے شمشیر شہنشاہی کے نیچے گردن رکھ دوں گا کہ میرے خدا کی مرضی یہی تھی۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عباسی خلیفہ کسی حد تک فرزند قریش کو بے گناہ سمجھنے لگا تھا لیکن علوی تحریک کے حوالے سے اب بھی اس کے دل میں کچھ شکوک وشبہات باقی تھے۔ چند لمحے دربار پر گہرا سکوت طاری رہا اور پھر ہارون الرشید نے اپنے تخت کے دائیں جانب مڑ کر امام محمد کی طرف دیکھا:

''کیا آپ اس قریشی نوجوان محمد بن ادریس شافعی سے واقف ہیں؟'' ہارون الرشید نے بارعب آواز میں سوال کیا۔ اب بھی اس کے لہجے سے تلخی جھلک رہی تھی۔

اس دوران امام محمد بہت غور سے امام شافعی کے چہرے کی طرف دیکھتے رہے تھے۔ پھر اچانک جیسے انھیں سب کچھ یاد آ گیا ہو۔ امام محمد کے ذہن میں وہ رات اُبھر رہی تھی جب قریش کا ایک لڑکا ان کے یہاں مہمان کی حیثیت سے ٹھہرا تھا اور اس نے امام ابوحنیفہ کی ضخیم کتاب ''الاوسط'' ایک ہی رات میں حفظ کر لی تھی۔ اب وہی نوعمر لڑکا جوان ہو چکا تھا اور وقت کی گردش اسے کسی علمی درسگاہ کی بجائے جبر واقتدار کے مقتل میں کھینچ لائی تھی۔ شافعی پر شمشیر ظلم کو سایہ فگن دیکھ کر امام محمد کا چہرہ اداس ہو گیا۔ ان کے قلب نازک نے اس واقعے کا گہرا اثر قبول کیا اور وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

''کیا قاضی بغداد اس نوجوان سے ناواقف ہیں؟'' ہارون الرشید نے امام محمد کو خاموش دیکھ کر دوبارہ مخاطب کیا: ''کیا علوی تحریک سے وابستہ یہ نوجوان آپ کی جلالت علمی کا سہارا لے کر اپنی جان بچانا چاہتا ہے؟ کیا یہ جھوٹ بول کر نئے جرم کا ارتکاب نہیں کر رہا ہے؟''

''امیر المومنین ہرگز نہیں!'' امام محمد بے قرار ہو کر گویا ہوئے: ''محمد بن ادریس حرف بحرف سچ بولنے والا ہے۔ خدا نے اسے علم وفضل کے سرمائے کے ساتھ ساتھ تقویٰ واخلاق کی دولت سے بھی مالا مال کیا ہے۔ میرے خیال میں علوی تحریک سے وابستگی شافعی پر ایک تہمت ہے۔ میں اپنی معلومات کی حد تک پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ محمد بن ادریس ایسا نہیں جیسا اسے کہا جا رہا ہے۔ اگر وہ الزام سے برأت کا اظہار کر رہا ہے تو درست تسلیم کیا جانا چاہیے کیونکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر وہ اس میں شریک ہوتا تو وہ اس کا اعتراف علی الاعلان کرتا۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں جو لالچ، خوف اور دباؤ کے نتیجے میں اپنی بات کو بدل لیں۔''

جیسے ہی امام محمد کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے سازش کرنے والوں کے چہرے مسخ ہو گئے۔ دربارِ خلافت میں موجود والیٔ یمن کے آدمی اپنی نشستوں پر پہلو بدلنے لگے جیسے وہ کسی ناقابل برداشت کرب اور درد میں مبتلا ہوں۔ امام محمد کی گواہی کے باعث والیٔ یمن کی طویل منصوبہ بندی اس طرح منتشر ہو رہی تھی کہ اب اس کا ایک لفظ بھی قابل اعتبار نظر نہیں آ رہا تھا۔

قاضی بغداد کی شہادت پر خلیفہ ہارون الرشید کچھ دیر سوچتا رہا اور امام شافعی کے مخالفین شدید اذیت کے عالم میں پیچ و تاب کھاتے رہے۔ انھیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا اس کھیل کو بگڑنے سے کیسے بچایا جائے جس کے مہرے اُنھوں نے بڑی مہارت سے آگے بڑھائے تھے۔ بالآخر عباسی خلیفہ کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ وہ امام محمد سے مخاطب تھا:

''اگر محمد بن ادریس شافعی کے بارے میں آپ کی یہ رائے ہے تو آپ اس شخص کو اپنی نگرانی میں رکھیں، ہم بعد میں کوئی حتمی فیصلہ کریں گے۔''

جب فرزندِ قریش کے جسم کو زنجیروں سے آزاد کیا جا رہا تھا اس وقت سازش کرنے والوں کی حالت دیدنی تھی۔ ان کے چہرے احساسِ شکست سے دھواں ہو رہے تھے اور جسموں پر لرزہ طاری تھا۔

شافعی کو عارضی طور پر امان مل گئی تھی۔ شمشیرِ اختیار نیام میں چلی گئی۔ جب ہارون الرشید کا دربار ختم ہوا اور شافعی مقتل سے نکل کر امام محمد کے ساتھ ان کے گھر جانے لگے تو والیٔ یمن کے حامی قاضی بغداد اور دیگر مخالفین پر اپنا غصہ اُتار رہے تھے۔

''منصوبہ تو اپنی جگہ مکمل تھا مگر امام محمد نے بیچ میں آ کر کھنڈت ڈال دی۔'' والیٔ یمن کے ایک خاص آدمی نے دوسرے ساتھی سے سرگوشی کی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''گھبرانے کی کوئی بات نہیں ابھی عبوری فیصلہ ہوا ہے'' دوسرے نے پہلے کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''اب یہ ممکن نہیں کہ فرزندِ قریش کو دوبارہ زنجیریں پہنا کر مقتل میں لایا جائے۔ امام محمد تنہائی میں اپنی پرجوش منطق سے خلیفہ کو قائل کر لینگے اور اس طرح فرزندِ قریش بے گناہ ٹھہرے گا۔'' پہلے آدمی نے بے یقینی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

شافعی کے حاسدین اس بات پر کف افسوس مل رہے تھے کہ شمشیرِ جہالت پیاسی رہ گئی اور علم و عرفان کے خون سے فرش شہنشاہی کو رنگین نہ کیا جا سکا۔

❖❖❖

شافعی قاضی بغداد امام محمد کی زیر نگرانی نظر بند تھے۔ امام محمد کے علم و فضل کے باعث خلیفہ ہارون الرشید ان کی رائے کا بہت احترام کرتا تھا۔ شافعی نے اس خیال کے زیر اثر کہ وہ عالم بھی ہیں اور دربار خلافت میں بھی ان کو کافی اثر و رسوخ حاصل ہے، یہ مناسب سمجھا کہ ان کو اپنے معاملے میں متوجہ کیا جائے۔ چنانچہ اس نے امام محمد کو یہ دو شعر لکھ کر بھیجے:

لست ادری ، حیلتی غیر اننی ارتجی من جمیل جاهک صنعا

والمفتی ان اراد نفع صدیق فهو یدری مافی امره کیف یسعی

''میں نے غور کیا تو سوائے اس کے اور کوئی صورت نظر نہ آئی کہ میں آپ کی ذات گرامی سے ہی توقع رکھوں۔ اگر انسان کسی دوست کی بھلائی چاہے تو وہ خود سمجھتا ہے کہ اس کے لیے کیا تدبیر کارگر ہو سکتی ہے''۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب یہ تحریر پہنچی تو انھوں نے اسے بغور پڑھا اور ان کے مدعا کو سمجھ گئے۔ انھیں شافعی جیسے اہل علم نوجوان سے ہمدردی بھی بہت تھی لیکن ان کے پیش نظر دربار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلافت کی مصلحتیں، عباسیوں کے خلاف اس سے پہلے سادات کا خروج، نفس زکیہ کی شہادت اور علوی سادات پر عباسی خلفا کا عتاب تھا۔ ان حالات میں علوی تحریک کے نام پر متہم ایک معتوب نظر بند نوجوان کی رہائی کے لیے بارگاہ شاہی میں سفارش کرنا ایک بڑا ہی پریشان کن مسئلہ تھا۔ امام محمد اس پر غور کرتے رہے۔ وہ کسی مناسب موقع کے منتظر تھے، اس وجہ سے وہ شافعی کو کوئی جواب نہ دے سکے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم کی شان

محمد بن ادریس شافعی نے اپنی چٹھی کے ردِعمل کا کافی دن انتظار کیا۔ بالآخر اِس نے اس سلسلے میں امام محمد سے ملنے کا عزم کیا۔ وہ جب اپنے مقدمہ کے بارے میں بات کرنے کے لیے امام محمد کی مجلس میں پہنچا تو اس وقت وہ اہل مدینہ [مالکی] کے اصول فقہ اور طریقہ فقہ پر اعتراض کر رہے تھے۔ شافعی ان کی تنقید سنتا رہا۔ وہ خود امام مالک بن انس کا شاگرد تھا اگرچہ وہ بھی بعض اصولوں میں اپنے اُستاد امام مدینہ سے اختلاف رکھتا تھا لیکن جس موضوع پر اب گفتگو ہو رہی تھی، اس مسئلے میں اس کی رائے امام محمد سے مختلف تھی اور وہ اہل مدینہ کا ہمنوا تھا۔ ایک سچے اہل علم کے لیے یہ ایک مشکل مقام ہوتا ہے کہ وہ اپنے پاس علم واستدلال کے ہوتے ہوئے محض اپنی ذاتی مصلحت کی خاطر خاموش رہے۔ فرزندِ حجاز سوچتا رہا کہ یہ عجیب کش مکش ہے، میں کس لیے آیا تھا اور یہاں کیا ہو رہا ہے۔ علم کے باوجود وہ خاموش رہوں تو یہ کتمان حق وعلم اور مداہنت ہوگی جو کہ اہل علم کے لیے مناسب نہیں اور مخالفت کروں تو پھر ان کی مخالفت کا اثر میری رہائی پر پڑتا ہے۔ کچھ دیر اس نے خاموشی اختیار کی۔ آخر کب تک؟ جب نہ رہا گیا تو امام محمد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''سنئے! اگر آپ کا اعتراض مدینہ پر ہے تو یہ شہر حضور ﷺ کی ہجرت کی جگہ ہے اور اِسی شہر میں وحی واحکام کا نزول ہوا۔ اور اگر اہل شہر پر اعتراض ہے تو اس میں مہاجرین وانصار کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاد اور ان کے پیروکار رہتے ہیں۔'' امام شافعی نے نہایت مودب لہجے میں نرمی کے ساتھ کہا۔

''میں اہل مدینہ نہیں، ان کے اخذ کردہ فقہی احکام پر اعتراض کر رہا ہوں۔'' امام محمد نے فرزندِ قریش کی طرف رخ کر کے بات کرنا شروع کی۔'' اہل مدینہ نے ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے میں قرآن کی مخالفت کی ہے اور میں نے شاہد و یمین کے مسئلہ پر ان کے رد میں بڑی مدلّل کتاب لکھی ہے......۔''

''میں نے آپ کی کتاب پڑھی ہے میں اس کتاب کے پڑھنے کے باوجود یہ رائے رکھتا ہوں کہ اہل مدینہ کی فقہی رائے زیادہ معتبر ہے۔'' محمد بن ادریس نے کہا۔

اب اس مسئلہ پر بحث شروع ہوگئی۔ شافعی نے امام محمد کے نقطہ نظر پر متعدد اعتراضات وارد کیے جن کی معقولیت کے باعث امام محمد خاموش ہوگئے۔ ماحول کی شدت کے باعث شافعی اپنے جس کام کے سلسلہ میں امام محمد سے ملنے آئے تھے اس پر انھوں نے کوئی بات نہ کی۔

❖❖❖

خلیفہ ہارون الرشید اپنی خلوت گاہ میں تکیے پر سر رکھے لیٹا ہوا تھا۔ اس کے قریب کی نشستوں پر چند اہل علم مقربین بیٹھے ہوئے تھے۔ علمی موضوعات پر باتیں ہو رہی تھیں کہ خلیفہ کے ایک مقرب خاص نے کہا:

''امیر المومنین کل شاہد و یمین کے مسئلہ پر امام محمد کے ہاں بہت دلچسپ علمی معرکہ ہوا''۔

''کس کس کے درمیان ہوا یہ معرکہ؟'' ہارون الرشید نے سرسری طور پر پوچھا۔

''امام محمد اور اس قریشی نوجوان کے درمیان جس کی بے گناہی کی گواہی امام محمد نے آپ کے حضور پیش کی تھی۔''

''اچھا وہ علوی زادہ ... ہارون الرشید نے گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا'' تو کیا دلائل دیے گئے کچھ یاد ہیں آپ کو؟''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضور میں اس مجلس میں خود شریک تھا۔'' ہارون کا مقرب خاص کہنے لگا۔ ''امام محمد نے اہل مدینہ کے موقف پر جب اعتراضات کئے تو اس قریشی نوجوان نے ان سے اختلاف کیا اور اہل مدینہ کے موقف کے حق میں اس طرح عقلی و نقلی دلائل دینا شروع کئے کہ اہل مجلس دنگ رہ گئے۔ خوش قسمتی سے میرے پاس اس وقت قلم کاغذ تھا۔ میں نے اس مباحثے کے تمام دلائل تحریر کرنا شروع کر دیئے۔ قریشی نوجوان کے دلائل کی معقولیت کو اہل مجلس ہی نے نہیں، خود امام محمد نے بھی تسلیم کیا۔''

''اس مباحثے کے چند قابل ذکر دلائل ہمیں بتا سکتے ہو؟'' ہارون الرشید نے پوچھا۔ خلیفہ کے مقرب خاص نے شافعی کے دلائل بیان کرنا شروع کر دیئے۔ ابھی چند دلائل ہی بیان کئے تھے کہ خلیفہ، جو تکیے پر سر رکھے لیٹا ہوا تھا، اُٹھ بیٹھا۔ حیرت و استعجاب کی کیفیت اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

''اس کو شروع سے پھر سناؤ؟''

مقرب خاص نے مباحثے کی مکمل روداد مع دلائل بیان کرنا شروع کر دی۔ ہارون الرشید نہایت توجہ سے یہ علمی گفتگو سنتا رہا۔ مباحثے کی مکمل روداد سننے کے بعد ہارون الرشید نے ایک نظر اہل مجلس پر ڈالی اور پھر گویا ہوا:

''واقعی محمد بن ادریس شافعی محمد بن حسن سے زیادہ عالم ہیں۔'' اور پھر خلیفہ نے اپنے ایک مقرب عالم ہرثمہ بن اعین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''ہرثمہ! پانچ سو دینار شافعی کی نذر کرو اور ان کو حراست سے چھوڑ دو۔''

''جی امیر المومنین آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی'' ہرثمہ بن اعین نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

❖❖❖

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ دورِ ابتلا فرزندِ قریش کے لیے پیامِ رحمت ثابت ہوا۔ ہارون الرشید کی تلوار سے نجات پانے کے بعد محمد بن ادریس امام محمد کے زیرِ سایہ آ گئے۔ اب وہ زیادہ جوش و خروش کے ساتھ حصولِ فقہ میں منہمک ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد اُنھوں نے پھر پڑھنے اور پڑھانے اور مذاکرے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فقہ و تخریج میں اُنھوں نے وہ بلند مقام حاصل کیا کہ مکہ یا یمن کے قیام کی صورت میں اسکا حصول کسی طرح ممکن نہ تھا۔ اب اُنھوں نے ایسی وسعتِ نظر، گہرائی، فراست اور تفقہ کی دولت حاصل کر لی کہ بہت جلد وقت کے اعاظمِ رجال میں ان کا شمار ہونے لگا۔

شافعی کو امام محمد سے بڑی محبت ہو گئی وہ امام کا انتہائی احترام کرتے اور ان کے علم و فضل کی تحسین و ستائش برملا کرتے تھے۔ ایک دن فرمانے لگے:

''جب بھی کوئی پیچیدہ یا نازک مسئلہ میں نے کسی فقیہہ سے دریافت کیا تو اس کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھے۔ البتہ امام محمد کی ذاتِ گرامی ایسی نہ تھی۔''

خود امام محمد کا بھی یہ حال تھا کہ وہ اپنے اس شاگرد کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھتے تھے یہاں تک کہ خلیفہ وقت کی مجلس پر شافعی کو ترجیح دیتے تھے۔

❖❖❖

شافعی امام محمد کو ملنے کے لیے جب امام محمد کی رہائش گاہ کے باہر پہنچے تو وہ خراسانی خچر پر سوار ہو چکے تھے۔ آگے خادم خچر کی لگام تھامے چل پڑا۔ شافعی یہ دیکھ کر کہ امام محمد کہیں روانہ ہو رہے ہیں مڑنے ہی لگے تھے کہ امام محمد کی ان پر نظر پڑ گئی۔ شافعی کو دیکھتے ہی وہ سواری سے نیچے اُتر پڑے اور خادم سے کہا:

''جا! دارالامراء جا کر میری طرف سے معذرت کر آ''

''آپ تو کہیں جا رہے تھے؟'' محمد بن ادریس نے کہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"امیر المومنین سے میری مجلس کا وقت تھا لیکن اب آپ آ گئے ہیں تو اور کہیں نہیں جاؤں گا۔" امام محمد نے شافعی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"میں کسی اور وقت حاضر ہو جاؤنگا"۔

"واہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟" پھر دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے گھر میں داخل ہو گئے اور دیر تک علمی نشست جاری رہی۔

❖❖❖

امام محمد کے شاگرد کی حیثیت سے محمد بن ادریس شافعی دو سال بغداد میں مقیم رہے۔ یہ ۱۸۶ھ کے اواخر کی بات ہے جب وہ بغداد سے پھر مکہ کی طرف عازم سفر ہوئے تو فقہائے عراق کی ایک بار شتر کتابیں ان کے ساتھ تھیں۔

امام نے مکہ میں آمد کے بعد حرم پاک میں اپنی مجلس درس قائم کی اور علم کے پیاسوں کو سیراب کرنے لگے۔ اس وقت امام کی عمر چھتیس سال کے قریب تھی۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو ہر وقت انھیں گھیرے رکھتا۔ مخلوق خدا اس مرکز علم کی طرف کشاں کشاں چلی آ رہی تھی۔

❖❖❖

"تم ابھی احمد بن حنبل کی قیام گاہ پر جاؤ!" امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے خادم کو بلا کر کہنے لگے۔ "وہ آج حلقہ درس میں شریک نہیں ہوئے، ان کی خیریت دریافت کر کے آؤ۔"

امام سفیان بن عیینہ مکہ میں علم حدیث وفقہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ بائیس سالہ احمد بن حنبل انھیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بدل سمجھتا تھا۔ اسے ان سے تحصیل علم کا بہت شوق تھا لیکن اپنی مالی تنگدستی کے باعث وہ کافی دنوں تک بغداد سے مکہ کے طویل سفر پر روانہ نہ ہوسکا۔ بالآخر ۱۸۷ھ کے حج کی ادائیگی کے لیے وہ گھر سے پیدل ہی نکل کھڑا ہوا۔ سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے بالآخر اس نے حج کیا۔ حج سے فراغت کے بعد وہ امام سفیان بن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہو گیا۔

احمد بن حنبل کا بیشتر وقت امام سفیان کی صحبت میں ہی گزرتا۔ آج اس کی غیر حاضری کو محسوس کرتے ہوئے امام سفیان نے اپنے خادم کو اس کی طرف روانہ کیا۔ جب خادم احمد بن حنبل کی قیام گاہ پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ابن حنبل کے بدن پر ایک مختصر سا کپڑا تھا جس نے ان کے ستر کو ڈھانپا ہوا تھا۔ اور باقی جسم برہنہ تھا۔ خادم نے امام سفیان کا پیغام گوش گزار کیا تو ابن حنبل نے کہا:

''بھائی میرے پاس کپڑوں کا ایک ہی جوڑا ہے جسے میں نے زیادہ میلا ہونے کے سبب آج ہی دھونے کے لیے دھوبی کو دیا ہے۔ میں امام کے درس میں شرکت کے لیے خود بے چین ہوں لیکن کیا کروں اتنی استطاعت نہیں کہ کپڑا خرید سکوں۔ اس حالت میں بازار بھی نہیں جا سکتا۔ بس کسی کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اب تم آ گئے تو خدا نے مشکل آسان کر دی۔''

احمد بن حنبل کی یہ حالت دیکھ کر خادم پر کچھ دیر سکتہ سا طاری رہا۔ پھر وہ بڑے ادب سے کہنے لگا:

''اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو مجھ سے کچھ رقم لے کر اپنے لباس کا انتظام فرما لیجیے۔''

''شکریہ؟'' یہ کہہ کر احمد بن حنبل نے ایک کتاب خادم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

''یہ میرے ہاتھ کی تحریر کردہ کتاب ہے اسے بازار جا کر فروخت کر دو اور جتنی رقم ملے اس سے میرے لیے موٹے کھدر کا کپڑا خرید لانا۔''

خادم نے کتاب ہاتھ میں لی اور جاتے جاتے کہنے لگا: ''اگر اجازت ہو تو کتان خرید لوں وہ کھدر سے ذرا نفیس ہے۔''

''نہیں! کھدر ہی میرے لیے مناسب ہے۔''

کتاب لے کر خادم بازار جانے کی بجائے سیدھا حضرت سفیان کی درسگاہ میں چلا گیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اُنھیں سارا واقعہ سنایا۔ حاضرین مجلس ابن حنبل کے افلاس اور تنگدستی میں اس کی خودداری کا ذکر سن کر حیرت زدہ ہو کر رہ گئے۔

''ابن حنبل کے لباس کی ضروریات میں پوری کر دونگا۔'' ایک آسودہ حال آدمی نے امام سفیان کو پیش کش کرتے ہوئے کہا۔

''جناب اگر اجازت ہو تو احمد بن حنبل کے قیام وطعام کے اخراجات میں ادا کر سکتا ہوں۔'' ایک اور میانہ قامت وجیہہ آدمی نے آہستہ سے کہا۔

''تم لوگوں کی بہ نسبت میرے لیے یہ بات زیادہ آسان ہے کہ میں احمد بن حنبل کی خبر گیری کروں۔'' امام سفیان کہنے لگے۔ ''اُمید ہے کہ وہ میرا حکم نہیں ٹالیں گے مگر تم نہیں جانتے کہ وہ کتنا خوددار اور غیور ہے۔ شاید تمھیں معلوم نہیں کہ اپنی اس خودداری کے باعث وہ کتنی دور سے پیدل چل کر یہاں تک آیا ہے لیکن سواری کے لیے اس نے کسی کا احسان مند ہونا گوارا نہ کیا۔ میں اس معاملے میں اس کی عزت نفس کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا۔''

امام سفیان کی بات سن کر بھی ان لوگوں نے اپنا اصرار جاری رکھا تو امام نے کہا:

''اچھا! جاؤ کوشش کر دیکھو!''

مکہ معظمہ کے یہ آسودہ حال علم دوست لوگ احمد بن حنبل کی قیام گاہ پر پہنچے اور ان میں سے ایک بزرگ آدمی نے کہا:

''ہم بہت شرمندہ ہیں کہ ایک معزز مہمان کی خبر گیری نہ کر سکے۔''

''ہمیں تھوڑی بہت خدمت کا موقع دیجیے!'' دوسرے صاحب گویا ہوئے۔

احمد بن حنبل نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے خادم کی طرف دیکھا جوان لوگوں کے ساتھ آیا ہوا تھا اور کہا:

''میں تمھیں صرف اس وجہ سے معاف کرتا ہوں کہ تم نے کسی بری نیت سے میرا راز فاش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیا۔'' پھر دوسرے معززین سے مخاطب ہو کر کہا: ''ویسے تو ساری زمین اللہ کی ہے اور تمام مخلوق اسی کی مہمان ہے مگر یہ مقام خاص ہے جہاں اللہ کا گھر موجود ہے، اس طرح میں بھی اس کا مہمان خصوصی ہوں۔ وہی میرا دستگیر اور وہی میرا کفیل ہے۔ آپ حضرات نے میری خاطر اتنی زحمت گوارا کی۔ خدا آپ پر اپنی رحمت کا نزول فرمائے۔''

یہ کہہ کر احمد بن حنبل دوبارہ خادم سے مخاطب ہوا: ''بھائی تم وہی کرو جو میں نے تم سے کہا ہے۔ اللہ کے قانون کے مطابق ہر شخص کو اپنا بوجھ خود اُٹھانا ہے۔ اگر میں باہر جانے کے قابل ہوتا تو تمھیں ہرگز یہ تکلیف نہ دیتا۔ میرے لیے تمھارا یہی احسان کافی ہے کہ میں نے تمھیں جو کام کہا ہے، وہ کر دو۔''

خادم نے ابن حنبل سے معافی مانگی اور باہر چلا گیا۔ اس کے بعد دوسرے لوگ بھی چلے گئے۔ لیکن اس طرح کہ ان کے چہروں پر ایک صاحب علم کی مدد نہ کر سکنے کے باعث رنج وافسوس کے اثرات نمایاں تھے۔ دوسرے دن اسی موٹے جھوٹے کھدر کے لباس کو پہن کر وہ امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ جس نے اس طالب علم کو دیکھا لرز کر رہ گیا۔ جس کی نظر پڑی اداس ہو گیا۔ یہاں تک کے امام سفیان کی آنکھوں میں بھی آنسوؤں کے موتی چمکنے لگے۔

ایک سخت جان مزدور روزی کمانے میں جس قدر محنت کر سکتا ہے، احمد بن حنبل نے تحصیل علم کے راستے میں اس سے زیادہ مشقت اُٹھائی اور آزمائشوں کا وقت آیا تو ایسی استقامت کا مظاہرہ کیا کہ تشنگان علم عش عش کر اُٹھے اور مادہ پرستوں کی عقل ٹھوکریں کھانے لگی۔ اس نے اپنے علم کو امیروں کے عطیات اور خلیفہ وقت کی نوازشات سے آلودہ نہیں ہونے دیا۔ اس کی تحریر و تقریر کے ایک ایک حرف میں اس کا اپنا خون جگر شامل تھا۔

❖❖❖

''اے عراق والو! اے شام والو! اے حجاز والو! اگر تم کسی حدیث کے بارے میں مجھ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوچھنا چاہتے ہو تو پوچھ لو۔" صحن حرم میں تشریف فرما فرزندِ قریش تشنگان علم کے ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے بلند آواز سے کہہ رہے تھے۔ یہ دعویٰ بہت بڑا تھا اور وہ اجتماع، جس میں یہ بات کہی جا رہی تھی، ایام حج کے باعث کافی اہمیت کا حامل تھا۔ عالم اسلام کے اطراف و اکناف سے آئے ہوئے بڑے بڑے اہل علم و فضل بھی یہاں موجود تھے۔ مجمع کے ایک سرے پر تیئس سالہ نوجوان احمد بن حنبل اور بزرگ محدثین امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ اور یحییٰ بن معین رحمہ اللہ بیٹھے ہوئے تھے۔ چھتیس سالہ شافعی کی زبان سے یہ دعویٰ سن کر نوجوان احمد بن حنبل نے شریک مجلس بزرگ اسحاق بن راہویہ کی طرف دیکھا:

"یہ نوجوان عجیب دعویٰ کر رہا ہے"۔ احمد بن حنبل کے لہجے سے شدید حیرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

احمد بن حنبل خود بائیس تیئس سالہ نوجوان تھا جبکہ شافعی کی عمر چھتیس سال ہو چکی تھی۔ اگر چہ تیرہ سال کا فرق کوئی نمایاں فرق نہیں لیکن کبھی کبھی جسمانی ساخت اس فرق کو بھی مٹا دیتی ہے۔ شافعی کے ساتھ بھی یہی صورتحال تھی کہ محنت اور مشقت کی زندگی اور سادہ غذا نے آپ کو موٹاپے سے دور رکھا تھا۔ اور آپ کا بدن سڈول اور سجیلا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بالکل ایک جوان رعنا نظر آتے تھے۔ اسی وجہ سے احمد بن حنبل نے امام اسحاق کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ یہ نوجوان عجیب دعویٰ کر رہا ہے۔

امام اسحاق نے ایک لمحے کے لیے فرزندِ قریش کی طرف دیکھا اور پھر احمد بن حنبل سے کہا:

"ہم نکلے تو اس ارادے سے تھے کہ محدث امام عبدالرزاق کے درس میں شریک ہوں۔ لیکن اگر آپ چاہتے ہیں تو اس نوجوان کے دعوے کو بھی پرکھ لیتے ہیں۔" امام اسحاق نے کچھ دیر توقف کیا۔ پھر کھڑے ہوتے ہوئے کہنے لگے:

"چلو اس نوجوان سے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث معلوم کرتے ہیں، پھر اندازہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے گا کہ علم و آگہی کا یہ دعویٰ حقیقت کے قریب ہے یا محض جوشِ تقریر۔" یہ کہہ وہ دونوں ہجوم کی پچھلی صفوں سے نکل کر آگے بڑھے اور شافعی کے نزدیک پہنچ گئے۔ فرزندِ قریش کی تقریر جاری تھی۔ فصاحت و بلاغت کا سمندر موجزن تھا۔ معارف و معانی کے گوہر شعور و ادراک کی دُنیا میں ستاروں کی طرح نورافشاں تھے۔

کچھ دیر بعد امام کی تقریر ختم ہوئی تو مجمع منتشر ہونے لگا۔ نوجوان احمد بن حنبل نہایت ادب سے آگے بڑھا اور شافعی کی خدمت میں سلام عقیدت پیش کیا:

"نوجوان کیا تم کوئی مسئلہ دریافت کرنا چاہتے ہو"؟ شافعی کے لہجے میں محبت و انکساری کی واضح جھلک نمایاں تھی۔ اور احمد بن حنبل بھی شافعی کے اس طرزِ کلام سے متاثر نظر آ رہا تھا۔ اس نے بہت آہستہ سے کہا:

"میں آپ سے ایک حدیث کی تشریح چاہتا ہوں"۔

"معلوم کرو فرزند!" شافعی کا لہجہ کچھ اور شیریں ہو گیا تھا اُنھوں نے حدیث کے اس طالبِ علم کی طرف دیکھا جس کے لباس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ نوجوان معاشی وسائل سے یکسر محروم ہے مگر اس کا چہرہ اس بات کا غماز تھا کہ آنے والا غیرت مند بھی ہے اور اہلِ نظر اور صاحبِ بصیرت بھی ہے۔ شافعی نے اپنی فراست مومنانہ سے احمد بن حنبل کی شخصیت کی گہرائی کو سمجھ لیا تھا، اس لیے وہ پوری توجہ کے ساتھ اس طالبِ علم سے مخاطب ہوئے:

"معلوم کرو! محمد بن ادریس کے ذہن کی جہاں تک رسائی ہے وہ تمھاری رہبری کرے گا۔ آگے اللہ اپنے بندوں کا کفیل اور مددگار ہے۔"

"حضور کی اس حدیث کا کیا مفہوم ہے کہ رات کے وقت پرندوں کو اِن کے گھونسلوں سے نہ اُڑاؤ"' احمد بن حنبل کا سوال سن کر شافعی نے ایک لمحے کے لیے بھی تامل نہ کیا اور پُرسوز لہجے میں کہنے لگے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میرے آقا کے ایک ایک کلمے میں ہزاروں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔اس حدیث میں رسالت مآب ﷺ نے دورِ جاہلیت کی توہم پرستی کا ازالہ فرمایا ہے۔قبول اسلام سے پہلے اہل عرب جب رات کو سفر پر جاتے تھے تو پرندوں سے شگون لیتے تھے۔انکا طریق کار یہ تھا کہ روانگی سے پہلے آشیانوں میں سوئے ہوئے پرندوں کو اُڑا دیتے تھے۔اگر پرندہ اُڑ کر دائیں طرف جاتا تو وہ لوگ خیال کرتے کہ سفر کامیاب رہے گا۔اور اگر پرندے کا رخ بائیں جانب ہوتا تو وہ برا شگون لیتے ،سفر کا اِرادہ ترک کر دیتے اور گھروں کو واپس چلے جاتے۔اس توہم پرستی کے خاتمے کے لیے حضور رسالت مآب نے یہ بات ارشاد فرمائی۔''

کچھ دیر توقف کے بعد وہ پھر گویا ہوئے:

''میرے آقا کے فرمان کا واضح مفہوم یہی ہے کہ انسان کو اپنے کاموں کی بنیاد پرندوں کی پرواز پر نہیں رکھنا چاہیے۔دُنیا کی ہر کامیابی وناکامی صرف خدا کی مرضی پر موقوف ہے۔زمانہ کفر کے یہ شگون ابن آدم کے مقدرات پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔اور ضمناً اس ارشاد کا مطلب یہ بھی ہے کہ اس طرح حضور ﷺ نے پرندوں کو خوامخواہ بے آرام کرنے سے منع فرما دیا۔''

''ماشاء اللہ!'' امام شافعی کی اس وضاحت پر امام اسحاق کی زبان سے بے اختیار نکلا۔

''صرف اس حدیث کی شرح و وضاحت کی خاطر ہی اگر ہمارا سفر عراق سے حجاز تک ہوتا تو بیشک کامیاب رہتا۔اس نوجوان کا دعویٰ سچ ہے۔''

''ہر آنکھ اس نوجوان کی شخصیت کا جائزہ نہیں لے سکتی اور نہ ہر دماغ اس کا اہل ہے کہ وہ شافعی کے علم کا احاطہ کر سکے۔'' احمد بن حنبل نے مختصر تبصرہ کیا۔

❖❖❖

سورج کے طلوع وغروب کے ساتھ امام شافعی کے درس میں احمد بن حنبل کی حاضری کا سلسلہ جاری رہا۔اس کے ذہن پر امام شافعی کے علمی اثرات روز بروز گہرے ہوتے جا رہے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احباب اور عقیدت مند کچھ دن تک ابن حنبل کے شوق و انہماک کو دیکھتے رہے۔ آخر ایک دن دوستوں نے سمجھانے کی کوشش کی:

''تم خود علم حدیث میں بڑے مرتبے کے مالک ہو پھر بھی اپنے ہی جیسے ایک نوجوان کی مجلس درس میں مسلسل شرکت کرتے ہو۔'' نصیحت کرنے والوں کے انداز میں بڑی بیباکی تھی۔

''احمد تم جیسے حدیث کے عالم کے لیے شافعی کی مجلس میں کیا کشش ہے۔''

احمد بن حنبل کو حدیث رسول سے اس قدر لگاؤ تھا کہ تحصیل علم کے دوران فقہ کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔ امام شافعی پہلے شخص تھے جن کے علم کی وسعتوں سے متاثر ہو کر ابن حنبل فقہ کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ ابن حنبل کے دوستوں کا مجلس شافعی میں شرکت پر اعتراض کرنا اس وجہ سے تھا کہ اس دور میں محدثین کو فقہاء پر یہ اعتراض تھا کہ وہ عقل و قیاس کو حدیث کے مقابلے میں زیادہ ترجیح دیتے ہیں جبکہ فقہاء علمائے حدیث کے بارے میں رائے رکھتے تھے کہ وہ حدیث کے مضمون کی پرکھ کرنے میں عقلی تقاضوں کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔

امام شافعی کا امتیاز یہ تھا کہ وہ فقہ حجاز و عراق کے بھی جامع تھے اور حدیث پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ ان کے پاس وہ فقہ بھی تھی جس پر نقل کا غلبہ تھا اور وہ فقہ بھی جس پر عقل کا غلبہ تھا۔ حدیث کے شیدائی ابن حنبل کے امام شافعی سے متاثر ہونے کی شاید یہی وجہ تھی۔

احباب کے اعتراض کی ایک وجہ امام شافعی کی کم سنی بھی تھی جس سے ظاہر بین حضرات مغالطے کا شکار ہو جاتے تھے۔ ابن حنبل اپنے عمل پر دیر تک احباب کی تنقید سنتا رہا، جب وہ لوگ خاموش ہو گئے تو اس نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا:

''ممکن ہے تمھارا یہ حسن ظن درست ہو کہ میں علم حدیث میں بہت بلند مقام رکھتا ہوں لیکن تمھارے اس نظریئے سے شافعی کی عظمت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ کسی کو کیا خبر کہ ہم لوگ صرف احادیث کو حفظ کرتے ہیں اور صرف الفاظ آشنا ہیں لیکن وہ فرزندِ قریش جو صحن حرم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بیٹھ کر اپنے علم کی دولت کو ضرورت مندوں میں تقسیم کر رہا ہے، وہ قول رسول کے معنی اور حقائق سے آگاہ ہے، میں انھی حقائق کو جاننے کے لیے اس در پر حاضری دیتا ہوں۔'' یہ کہتے کہتے فرط عقیدت اور جوش و جذبات میں ابن حنبل کی آواز رُندھ گئی۔ حاضرین دم بخود تھے۔ کس میں اتنی جرات تھی کہ ابن حنبل کی بات جھٹلا سکے۔ آج پہلی بار ان لوگوں کو بھی امام شافعی کی بلندیوں کا اندازہ ہو گیا تھا جو اُن کے حلقہ اثر سے دور تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبت کا قرینہ

فرزندِ قریش کی زبان سے علم و حکمت کی آبشار جاری تھی اور اہل مجلس اپنی سانسیں روکے ہوئے ان کا درس سن رہے تھے۔ درس دیتے دیتے اچانک وہ خاموش ہو گئے اور ہر طرف گہرا سکوت چھا گیا۔ پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ امام شافعی اپنی نشست سے کھڑے ہو گئے تھے اور آپ کی ظاہری حالت نہایت مودبانہ نظر آ رہی تھی۔ چند ساعتیں گزرنے کے بعد امام دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گئے۔ حاضرین امام شافعی کے اس تغیّر کا سبب سمجھنے سے قاصر رہے۔ درس ایک بار پھر جاری ہو گیا۔ امام کی فصاحت و بلاغت سے دل و دماغ مسحور ہونے لگے تھے۔ مجلس میں عام طالب علموں کے علاوہ کئی نامور محدثین اور فقہاء بھی موجود تھے لیکن کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ امام سے اس اضطراری عمل کی وجہ دریافت کر سکے۔ کوئی شخص بھی آداب درس کے خلاف درمیان میں بول نہیں سکتا تھا۔

شرکائے مجلس نے اپنی تعلیمی زندگی میں پہلی بار یہ انقلاب دیکھا تھا۔ ورنہ امام شافعی کی تو یہ عادت تھی کہ جب آپ تقریر شروع کرتے تو مسلسل کئی گھنٹے بولتے رہتے۔ پھر یہ کیسی تبدیلی تھی؟ یہ سوال ہر ذہن کی سطح پر اُبھر رہا تھا۔ مگر تاب سوال ندارد۔

حاضرین زیادہ سے زیادہ بس اتنا سمجھ سکے تھے کہ امام کسی اندرونی کرب یا تکلیف کے شکار تھے جسے اہل مجلس کے سامنے ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے۔ درس کے اختتام تک حاضرین کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ بالآخر ایک شاگرد نے برسرِ مجلس اُٹھ کر کہا:

''امام محترم آپ کی طبیعت تو ناساز نہیں۔'' شاگرد کے لہجے سے دلی اضطراب نمایاں تھا۔

''خدا کا شکر ہے کہ میں پوری طرح صحت مند ہوں۔'' امام شافعی نے اس طرح جواب دیا کہ ان کے جملے سے شگفتگی کا اظہار ہو رہا تھا۔

''حضرت! پھر یہ تغیّر کیسا؟ درس کے دوران آپ کے چہرے کا رنگ کیوں بدل جاتا تھا؟'' شاگرد امام کے جواب سے مطمئن نہیں ہوا تھا۔ وہ روز و شب کی خدمت گزاری کے باعث امام کے مزاج سے آشنا ہو گیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ جسم و دل پر قیامت بھی گزر جائے تو امام کی غیرت اظہارِ حال کو گوارا نہیں کرتی۔ ''ہم نے آپ کو کبھی اس حالت میں نہیں پایا۔ یہ اضطراب بے سبب نہیں تھا۔'' حدِ ادب کے باعث شاگرد اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکا۔

امام شافعی نے مجلس پر نظر ڈالی۔ امام کے جلال نے لوگوں کے ہونٹوں پر مہرِ سکوت ثبت کر دی تھی لیکن آنکھوں میں وہی ایک سوال تھا کہ آخر یہ سب کچھ ہوا کیوں؟ امام شافعی نے حاضرینِ مجلس کو جب بہت زیادہ متجسس پایا تو کہنے لگے:

''لوگو! غلام پر فرض ہے کہ وہ اپنے آقا کا احترام کرے اگر کسی نفس کی سرکشی ان قوانین کو پامال کرتی ہے تو پھر غلام حلقۂ ادب سے خارج ہو جاتا ہے۔ غلام تو اسی وقت تک غلام رہتا ہے جب تک وہ آقا کے احترام کی زنجیر میں بندھا رہے۔ محمد بن ادریس شافعی بھی سرورِ کونین کا ازلی غلام ہے۔'' امام ایک عجیب عالمِ جذب میں بول رہے تھے یہاں تک کہ شدتِ جذبات سے آپ کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ ''تم نے نہیں دیکھا کہ درس کے دوران ایک علوی زادہ میرے سامنے سے گزر رہا تھا۔ پھر شافعی کی کیا مجال کہ وہ اہلِ بیت کے احترام میں کھڑا نہ ہو۔'' امام شافعی نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔

واقعہ یہ تھا کہ حضرت علی کے خاندان کا ایک لڑکا امام شافعی کی مجلسِ درس کے سامنے اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھیل میں مصروف تھا۔ جب وہ کھیلتا ہوا عین امام کے سامنے آیا تو وہ فرطِ ادب سے کھڑے ہو جاتے۔ پھر جب وہ بچہ امام کی نظروں سے اوجھل ہوا تو وہ بیٹھ گئے اور دوبارہ درس دینے لگے۔ یہ حُبِّ رسول ﷺ ہی تھی کہ جس نے امام شافعی کو رسالت کے ہر تعلق اور ہر حوالے سے محبت کرنا سکھا دی تھی۔ اپنی اسی جذباتی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے کہا:

''شافعی کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ خاندان علی کا ایک فرزند اس کے رُوبرو ہو اور وہ اپنی نشست پر بیٹھا رہے۔ مجھے اپنے آقا رسالت مآب ﷺ سے شرم آتی ہے۔''

امام شافعی کی بے پناہ شہرت اور علمی مرتبے سے حسد کرنے والے متعصب اور تنگ نظر لوگوں نے اہل بیت کے احترام کو بنیاد بنا کر بڑی خوفناک جارحیت کا ارتکاب کیا۔ بڑی دل آزار باتیں بنائی گئیں۔ بڑی بے رحمی کے ساتھ کہا گیا کہ آپ رافضی ہیں۔ یہ ایک خوفناک بہتان تھا۔ یہ ایک ہولناک تہمت تھی۔ مخالفین اپنے ہوش میں نہیں رہے تھے اور امام شافعی جیسے مردِ جلیل کے خلاف ایسا طوفان کھڑا کر دیا گیا تھا جس کی بنیادیں حسد و تعصب کے خمیر سے اُٹھائی گئی تھیں۔

❖❖❖

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کرنے کے باعث مسلمان سیاسی لحاظ سے دو گروہوں شیعان علی رضی اللہ عنہ اور شیعان معاویہ رضی اللہ عنہ میں تقسیم ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو ہاشم سے تھا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بنواُمیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ دورِ جاہلیت میں جاری ان دونوں خاندانوں کی چپقلش جو فروغ اسلام کے باعث دب گئی تھی، اب پھر اُبھر آئی۔ واقعہ کربلا نے اس خلیج کو اور گہرا کر دیا لیکن یہ مسئلہ اب تک سیاسی تھا۔ بعدازاں سیاسی گروہوں نے اسے مذہبی رنگ یوں دینا شروع کیا کہ بنواُمیہ کے حکمرانوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ پر سب وشتم (برا بھلا کہنا) کو منبر رسول پہ خطبہ میں شامل کر لیا جسے عام مسلمانوں نے کبھی اچھا نہیں سمجھا۔ اس کے ردعمل میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں نے اہل بیت کی عقیدت ومحبت میں صحابہ پر سب وشتم کرنا اور انھیں غاصب قرار دینا ضروری سمجھا۔

اُمت کی کثیر تعداد اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعظیم واحترام کی روش پر قائم تھی۔ جب بنو اُمیہ کے خلاف عباسی تحریک اُٹھی تو اس کا ساتھ دینے والوں میں علوی نسل کے علاوہ عام مسلمانوں کی اکثریت بھی شامل تھی لیکن جب عباسی خلفاء نے اپنی خاندانی حکومت کے لیے علوی خاندان کو پیچھے دھکیلنا چاہا تو اُنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی نسل سے محبت کرنے والے ہر فرد کو مطعون کرنا شروع کر دیا تھا کہ وہ رافضی ہے۔ رافضی دراصل ایک اصطلاح تھی جس سے مراد وہ آدمی ہوتا تھا جو خلفائے راشدین میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا باقی خلفاء کو غاصب سمجھتا اور صحابہ سے بغض رکھتا ہو جبکہ ناصبی اس کے مقابلے میں اسے کہتے ہیں جو صحابہ سے محبت وعقیدت کے غلو میں اہل بیت بالخصوص حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بغض کا اظہار کرے۔ اُمتِ اسلامیہ نے ان دونوں انتہاؤں کو غلط تصور کیا ہے اور یہ خیال کیا ہے کہ اہل بیت رسول سے محبت کا یہ قطعاً مطلب نہیں کہ صحابہ کی عظمت سے انکار کیا جائے۔ اور صحابہ سے محبت کا بھی یہ مطلب نہیں کہ انسان کا دل اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت سے خالی ہو۔ یہ سب اُمت کا مشترکہ سرمایہ ہیں لیکن متعصب اور تنگ نظر لوگوں کا ہمیشہ وطیرہ یہی رہا ہے کہ اُنھوں نے ان دونوں سے محبت کرنے والوں کو کبھی رافضی کی گالی سے نوازا تو کبھی ناصبی کا ہونے طعنہ دیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کو امام مالک رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کی شاگردی میں جو علمی گہرائی اور وسعت نظری حاصل ہوئی تھی اس نے انھیں اس بات پر کاربند کیا تھا کہ حق جہاں بھی ملے اسے قبول کر لو اور اس کے ترک واختیار میں کسی گروہ کی مخالفت یا حمایت کا جذبہ نہیں ہونا چاہیے، نہ کسی کا چھوٹا یا بڑا ہونا قبول حق میں رکاوٹ بنے۔ وہ بارہا اپنے شاگرد احمد بن حنبل سے کہتے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''احمد! حدیث میں تمھاری نظر مجھ سے زیادہ ہے اگر تمھیں میرے قول کے خلاف کوئی حدیث یاد ہو تو بلا تکلف آگاہ کر دینا تا کہ میں اپنی رائے کو فوراً ترک کر دوں اور حدیث رسول ﷺ پر عمل پیرا ہو جاؤں۔''

اُنھوں جس استاد سے تربیت پائی تھی اس کی وسعت قلبی کا یہ عالم تھا کہ خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالک سے عرض کیا کہ کیوں نہ پوری سلطنت میں آپ کی کتاب موطا کی فقہی آراء کو سرکاری قانون کا درجہ دے دیا جائے اور پوری اُمت کو اس کا پابند بنا دیا جائے۔ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فقہی آراء کو سرکاری زور پر دوسروں پر مسلط کرنے کی نفی کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''اے امیر المومنین آپ ایسا نہ کریں۔ صحابہ مختلف علاقوں میں پہنچے تو ان سے لوگوں کو مختلف احادیث معلوم ہوئیں اور اُنھوں نے اپنے معتمد علیہ علماء کی تحقیق کو اختیار کر لیا تو آپ زبردستی ان کو میری رائے کا پابند نہ کریں۔ اس طرح زیادہ خرابی پیدا ہوگی۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم تھا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ اہل مدینہ [مالکی] کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے حالانکہ اہل مدینہ نماز میں سرے سے بسم اللہ پڑھنے کے قائل ہی نہ تھے نہ آہستہ نہ بلند آواز سے۔ جب کہ حنفی بسم اللہ پڑھنے کے قائل تھے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام ابو یوسف نے ایک دن ہارون الرشید کو دیکھا کہ اُنھوں نے وضو کے بعد پاؤں میں پچھنے لگوائے جس سے خون بہا اور پھر وہ تازہ وضو کیے بغیر امامت نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی حالانکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خون بہنے کی صورت میں وضو دوبارہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ اس تربیت کا فیض تھا جس میں دین کی اصل روح کو مدنظر رکھ کر حدیث کا بھرپور مطالعہ کیا جاتا تھا اور فروعی مسائل میں وسعت نظری کا اہتمام تھا۔ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے کے قریب نماز فجر پڑھی تو محض ان کے ادب و لحاظ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دُعائے قنوت کو ترک کر دیا۔لوگوں نے پوچھا:

''حضرت آپ نے آج دُعائے قنوت نہیں پڑھی حالانکہ آپ فجر میں قنوت کے قائل ہیں۔'' آپ نے جواب دیا:

''بعض اوقات ہم اہل عراق کے مسلک پر بھی عمل کر لیتے ہیں۔''

اختلافی مسائل کے بارے میں اُنھوں نے خود بھی تشدد سے کام نہیں لیا۔علمی مسائل کی تحقیق کے باوجود کبھی حق کو اپنے تک محصور ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم مسائل کی تحقیق میں خود کو حق پر سمجھتے ہیں لیکن اپنی غلطی کے امکان کو بھی تسلیم کرتے ہیں دوسروں کو خطا پر تصور کرتے ہیں لیکن ان کے صحیح ہونے کے امکان کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔

دینی مسائل کی تحقیق میں ایک طرف امام شافعی رحمہ اللہ کی یہ وسعت قلبی اور اعتدال پسندی تھی۔دوسری طرف تنگ نظر حاسدین تھے جو آپ کی اہل بیت سے محبت کو صحابہ کی دشمنی قرار دینے پر تلے بیٹھے تھے اور آپ کو رافضی قرار دے کر بدنام کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

❖❖❖

الزام تراشی کرنے والوں کا خیال تھا کہ امام اس تشہیر سے خوفزدہ ہو جائیں گے مگر اُنھیں فرزندِ قریش کی بیباک فطرت کا اندازہ نہیں تھا۔امام شافعی رحمہ اللہ تو وہ تھے کہ جان کا خوف بھی اِنھیں دل کی بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکتا تھا:

ہزار خوف ہوں لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

امام نے کچھ دن تو اتمام حجت کے لیے اِن تہمتوں کو برداشت کیا اور بہتان طرازوں کے حق میں دُعائے خیر و ہدایت کرتے رہے لیکن جب مخالفوں کے دل کثافتوں سے بھر گئے اور زبانیں نفرتوں کے زہر سے نیلگوں ہو گئیں تو امام نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر آل محمد کی محبت رفض ہے تو جن و بشر کو چاہیے کہ میرے رافضی ہونے کی گواہی دیں۔''

بدخواہوں کا خیال تھا کہ مخالفت کے اس سیلاب سے گھبرا کر امام خود کو بچانے کی فکر کریں گے اور اپنے نظریات کی تاویلات کرتے کرتے تھک جائیں گے مگر امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا:

''ہاں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضل کا بھی معترف ہوں۔''

اس اعلان کے بعد دوسرا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا کہ حب اہل بیت کے دعویداروں نے آپ کو ناصبی [اہل بیت کا دشمن] کہہ کر بدنام کرنا شروع کر دیا۔ تنگ نظر اہل مذہب کا یہی طریقہ رہا کہ اُنھوں نے علی رضی اللہ عنہ و ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں سے محبت کرنے والوں کو کبھی رافضی ہونے کا طعنہ دیا تو کبھی ناصبی ہونے کا دشنام۔

اہل دُنیا کی عجیب روش تھی کہ یہ الزام لگاتے وقت کوئی زبان خوف خدا سے نہیں لڑکھڑائی اور کسی دل پر خشیت الٰہی سے لرزہ طاری نہیں ہوا۔ لوگ مذہب اور انسانیت کے تمام آداب سے بے نیاز ہو کر بولتے رہے۔ اِنھیں گمان تھا کہ امام اس طنز و اعتراض کی پاداش سے بچنے کے لیے کوئی سائبان تلاش کریں گے لیکن یہ مخالفین کی خام خیالی تھی۔ امام اِسی پُرسوز اور پُرجلال لہجے میں علی الاعلان کہتے رہے:

''میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی محبت کرتا ہوں اور علی رضی اللہ عنہ سے بھی۔''

اور سچ تو یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ہر اس شخص سے محبت کی جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم محبت فرماتے تھے۔ اور سچی محبت بھی یہی ہوتی ہے کہ محبوب کی ہر نسبت اور ہر تعلق اور ہر حوالے سے محبت کی جائے۔

❖❖❖

امام کی مجلس درس آراستہ تھی۔ شائقین علم عقیدت اور توجہ سے بیٹھے آپ کا بیان سن رہے تھے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور امام سے ایک مسئلہ دریافت کرنے لگا۔ آپ نے اسے مسئلہ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق حدیث سنائی اور پھر حدیث کے نکات ورموز سمجھانے لگے۔اچانک اس آدمی نے آپ کی گفتگو کاٹتے ہوئے تیز آواز میں کہا:

''امام یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔رسول کریم ﷺ سے تو یہ بات اس طرح روایت ہے......''

''اچھا......اچھا'' یہ کہتے ہوئے امام کے ہونٹ کانپ رہے تھے اور پھر جسم کی لرزش اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔اور حالت اس قدر متغیر ہو چکی تھی کہ امام برسوں کے بیمار نظر آنے لگے۔مجلس کا نظم درہم برہم ہوگیا۔ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے امام اس شخص کی بات کے جواب میں کچھ کہنا چاہتے ہیں لیکن زبان ان کا ساتھ نہیں دے رہی۔انتہائی کوشش کے باوجود امام کے ہونٹ کانپ کر رہ جاتے۔بہت دیر تک یہی حال رہا۔پھر امام نے بہت مشکل سے اپنے شکستہ اعصاب پر قابو پایا اور اہل مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے نہایت رقت آمیز لہجے میں یہ اشعار پڑھے:

کون سی زمین مجھے پناہ دیگی
اور کون سا آسمان رکھے گا
مجھے زیرِ سایہ اپنے
اگر یہاں ہو میرے سامنے حدیث رسول
اور میں یہ نہ کہوں کہ ہاں بیشک!
میرے سر آنکھوں پہ ہے حکم ان کا

❖❖❖

''امام یہ ایک رئیس شخص کی طرف سے نذر ہے،اسے قبول فرما لیجئے آنے والے شخص نے دیناروں سے بھری بوجھل تھیلی امام شافعی کی طرف بڑھاتے ہوئے نہایت ادب واحترام کے ساتھ کہا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہ کس کی رقم ہے اور کس غرض سے بھیجی گئی ہے؟'' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آنے والے شخص سے پوچھا:

''یہ ایک ایسے شخص کی طرف سے ہے جو اہل تقویٰ کی مدد کرنا چاہتا ہے۔'' آنیوالوں میں سے دوسرے شخص نے وضاحت کرتے ہوئے کہا: ''یہ رقم ان لوگوں کے لیے مخصوص ہے جو متقی ہونے کے ساتھ ساتھ درویش بھی ہیں۔''

''پھر تو تم غلط مقام پر آ گئے'' امام نے نہایت بے نیازی سے فرمایا ''حدودِ حرم میں ایسے کئی افراد ہیں جنھیں اللہ نے زہد و تقویٰ بھی بخشا ہے اور درویشی کی نعمت سے بھی سرفراز کیا ہے۔ ان لوگوں کے حضور جاؤ اور درخواست کرو شاید وہ اس رقم کو قبول کر لیں اور امیر کو اس کے حسن نیت کا اجر مل جائے۔''

''ہمارے نزدیک آپ متقی بھی ہیں اور درویش بھی۔'' کہنے والوں نے کہا ''براہ کرم اس میں سے آپ کچھ قبول کر لیں۔''

''ہرگز نہیں!......'' امام نے اس طرح انکار کیا کہ وہ لوگ ان کا منہ دیکھتے رہ گئے۔ ''میں اس رقم کو کیسے قبول کر سکتا ہوں جبکہ میرا شمار اہل تقویٰ میں نہیں ہوتا اور نہ درویشی میرا شعار ہے۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ اصل مستحق لوگوں کا حق کھانے کے لیے میں تمھاری بات مان لوں۔''

''خدا کی قسم اگر آپ متقی نہیں ہیں تو پھر ہم تقویٰ کی مثال ڈھونڈنے کہاں جائیں۔ اور اگر آپ بھی درویش نہیں تو پھر ہم کسے درویش کہہ کر پکاریں؟'' آنے والے بہت دیر تک التجائیں کرتے رہے لیکن آپ نے ان کی درخواست پر ایک لمحے کے بھی توجہ نہ دی یہاں تک کہ وہ لوگ مایوس ہو کر امام کی مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

''سنو! اگر میں تمھاری بات مان لوں......'' جب وہ واپس جانے لگے تو امام نے اُنھیں مخاطب کر کے کہا ''تو پھر خدا کے وہ برگزیدہ بندے اپنے حقوق سے محروم رہ جائیں گے جو واقعتاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل تقویٰ میں سے ہیں اور اُنھیں فقر و درویشی کا شرف بھی حاصل ہے۔ مجھے یہ گوارا ہے کہ تم محمد بن ادریس سے خفا ہو جاؤ مگر میرے لیے یہ صورتحال ناقابل برداشت ہے کہ روز محشر خدا تمھیں تمھاری اس خوش گمانی پر اجرِ عظیم عطا کرے کہ تم نے مجھے متقی سمجھا لیکن شافعی خدا کی گرفت میں آجائے۔ کیونکہ سچ یہی ہے کہ شافعی نہ متقی ہے نہ درویش۔"

جانے والے چلے گئے اور اہل مجلس سوچتے رہ گئے کہ عجز و انکسار کی یہ کونسی بلند بام منزل ہے۔

❖❖❖

امام شافعی کو مکہ میں حلقۂ درس و تدریس قائم کیے ہوئے نو سال ہو گئے تھے۔ فقہ حجاز اور فقہ عراق کے مذاکروں اور مجادلوں میں شرکت کے نتیجے میں اُنھوں نے محسوس کیا کہ باطل سے حق کو اور غلط سے صحیح کو ممتاز کرنے کے لیے کچھ پیمانے ہونے چاہئیں جن سے حق کی معرفت بڑی حد تک آسان ہو جائے۔ چنانچہ مکہ کے طویل قیام کے دوران اُنھوں نے قرآن و سنت سے احکام کے اخذ کرنے اور نصوص سے استنباط واجتہاد کرنے کے اصول دریافت کرنے پر غور و فکر شروع کیا۔ اس سلسلہ میں اُنھوں نے اپنی تمام تر توجہ کتاب اللہ پر مرکوز کردی کہ اس کے طریق استدلال کی معرفت حاصل کریں، تاکہ اس کے احکام کو سمجھیں۔ کتاب اللہ کے بعد ان کی فکر و توجہ کا مرکز سنت رسول تھی کہ معلوم کریں علم شریعت کے سلسلہ میں اس کا کیا مقام ہے۔ سنت رسول سے استدلال کے طریقے کیا ہونے چاہیں۔

پھر اُنھوں نے اپنی توجہ اس طرف مبذول کی کہ اگر کوئی حکم نہ قرآن میں ہو نہ سنت رسول میں تو کیا کیا جائے۔ ایسے مواقع پر اجتہاد کے ضوابط کیا ہونے چاہئیں اور ایک اجتہاد کرنے والے کے لیے کیا پابندیاں لازمی ہیں کہ اس کا اجتہاد غلط روی سے محفوظ رہے۔

یہی وہ مسائل تھے جنھوں نے امام شافعی کو اتنی طویل مدت تک مکہ میں روکے رکھا۔ حالانکہ تلاش علم میں سفر اختیار کرنا ان کی مرغوب عادت تھی۔ بہرحال قیام مکہ کے اس عرصہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وہ ایک نتیجہ پر پہنچ گئے۔ اجتہاد و استنباط کرنے کے قواعد اُنھوں نے متعین کر لیے۔ مکہ سے باہر نکلے تو یہ ضابطہ اجتہاد و استنباط ان کی کتاب ''الرسالہ'' کی صورت میں ان کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن اُنھوں نے جو اصول و ضوابط تیار کیے تھے، ضروری تھا کہ انھیں جمہور فقہاء کے سامنے رکھا جائے تاکہ مختلف آراء سے مقابلہ و موازنہ کے ذریعے اِنھیں زیادہ سے زیادہ چھان پھٹک کے بعد ایک معیار کا درجہ دیا جا سکے۔

امام مالک کی وفات کے بعد مدینہ میں اب فقہ اور فقہاء کی وہ گرم بازاری نہ رہی تھی۔ عراق ہی اب ذہنی و علمی مرکز تھا۔ یہاں ہر مکتب فکر کے فقہاء موجود تھے۔ یہاں اہل الرائے حنفی بھی تھے اور علم حدیث کے شناور بھی۔ چنانچہ ۱۹۵ھ میں اُنھوں نے بغداد کے لیے عزم سفر کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغداد کا درویش

امام نو سال بعد دوبارہ بغداد میں داخل ہو رہے تھے۔ اب وہ علم و آگہی کے عظیم سرمایہ کے ساتھ آئے تھے۔ یہ ہارون الرشید کی حکومت کا آخری زمانہ تھا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ چھے سال قبل ۱۸۹ھ میں فوت ہو چکے تھے۔ سرزمین بغداد میں قدم رکھتے ہوئے انھیں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی پرخلوص رفاقتیں، شفقت آمیز رویہ اور بے پناہ نوازشات یاد آئیں اور گزری ہوئی صحبتیں آنکھوں میں گھوم گئیں۔ پھر علم کی روشن اور تابناک مجلسیں ذہن میں اس شدت کے ساتھ اُبھر آئیں کہ دل سے ایک ہوک سی اُٹھی: ''اب وہ شخص یہاں نہیں ملے گا۔''

ان کا دل بھر آیا اور اِن کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ بے ساختہ ان کے ہاتھ آسمان کی طرف بلند ہو گئے: ''بارالٰہا! میرے استاد محمد بن حسن شیبانی کی قبر کو کشادہ کر دے اور اپنے اس نور سے منور کر دے جس سے ارض و سماء روشن ہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرما۔ وہ دُنیا میں تیرے بندے محمد بن ادریس کے بڑے محسن تھے۔ تو آخرت میں ان پر احسان فرما۔''

❖❖❖

رات ہو چکی تھی۔ امام نے اپنے شاگردوں کے ہمراہ جامع مسجد ہی میں رات بسر کرنے کا ارادہ کیا۔ جہاں کئی دوسرے مسافر اور نادار افراد مسجد میں سوئے ہوئے تھے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں میں ربیع بن سلمان اور اسمٰعیل بن یحییٰ مزنی کے ساتھ علمی مذاکرے میں مصروف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ باتیں کرتے کرتے انھوں نے دیکھا کہ باہر سے ایک آدمی آیا اور اس نے سونے والوں کے چہروں کو اس طرح ایک ایک کر کے تکنا شروع کیا جیسے کسی کو تلاش کر رہا ہو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ربیع بن سلمان سے کہا:

''ربیع جاؤ اور اس تلاش کرنے والے سے پوچھو کہ تمھارا حبشی غلام جس کی ایک آنکھ میں نقص ہے، گم تو نہیں ہو گیا؟''

ربیع اس شخص کے پاس گیا اور اس کے آگے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سوال دہرایا تو وہ شخص ربیع کے ساتھ امام کے پاس آیا اور کہنے لگا:

''میرا غلام بتایئے کہاں ہے؟''

''وہ تو کسی حوالات میں پڑا ہوگا۔'' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعتماد کے ساتھ کہا کہ ان کے ہم نشین حیران ہو رہے تھے۔ وہ شخص اسی وقت مسجد سے نکل گیا۔ ابھی وہ سوئے نہیں تھے کہ وہ شخص دوبارہ آ گیا اور بڑے نیازمندانہ انداز میں کہنے لگا:

''حضرت آپ کا بہت بہت شکریہ! آپ کی رہنمائی کے باعث مجھے میرا غلام آسانی سے مل گیا۔''

امام کے مجلس نشیں حیران ہو رہے تھے کہ امام کو کیا کوئی غیب کی خبر تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ آدمی چلا گیا۔

''حضرت یہ کیا ماجرا ہے؟'' اسمٰعیل مزنی نے بڑی بیتابی سے پوچھا۔ ''آپ کو اس شخص کے غلام سے کیا تعلق؟''

''بھئی یہ ڈھونڈنے والا جب مسجد میں آیا تو میں نے اس کی چال اور چہرے کے تیوروں سے اندازہ لگا لیا کہ یہ کسی گمشدہ آدمی کو تلاش کرنے یہاں پہنچا ہے۔''

''یہ تو ٹھیک ہے لیکن آپ نے یہ کیسے سمجھا کہ وہ غلام کو ہی تلاش کر رہا ہے اور وہ بھی ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنکھ کے نقص والے غلام کو......'' ربیع نے سوال کیا۔

''وہ اس طرح کہ وہ ڈھونڈتے ہوئے زیادہ تر اس حصے میں رہا جہاں سیاہ فام حبشی سو رہے تھے اور میں نے بغور دیکھا کہ یہ بائیں آنکھ والوں پر گہری نظر ڈال رہا ہے۔ اس لیے میں نے سمجھ لیا کہ اس کا کوئی آنکھ کے عیب والا سیاہ فام غلام بھاگا ہے۔''

''لیکن آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ وہ غلام حوالات میں بند ہوگا۔'' مزنی نے حیرت واستعجاب کے ملے جلے لہجے میں سوال کیا۔

''بس یہ میرا تجربہ ہے کہ غلام جب بھوکا ہوتا ہے تو چوری کرتا ہے اور اگر پیٹ بھرا ہوتا ہے تو بدکاری کرتا ہے۔ اس لیے میں نے سمجھ لیا کہ ان دونوں حالتوں میں سے ایک ضرور ہے اور اس کا نتیجہ حوالات ہی ہے۔''

دونوں شاگرد امام کی فراست پر حیران ہو رہے تھے۔

❖❖❖

امام شافعی رحمہ اللہ جب بغداد میں دوسری مرتبہ داخل ہوئے تو ان کے ہمراہ صرف چھے اصحاب تھے لیکن جب امام نے جامع مسجد میں مجلس درس آراستہ کی تو پھر باقی تمام حلقے ویران ہو گئے۔ کیا علما کیا اور کیا طالبان فقہ، کیا علمائے حدیث اور کیا اہلِ الرائے، سب نے امام شافعی رحمہ اللہ کو اپنے حصار میں لے لیا۔ بغداد کا کوچہ کوچہ امام کی تحسین کے کلمات سے گونج رہا تھا:

''شافعی دیارِ حرم سے عظیم نعمت لے کر آئے ہیں، لوگو! علم کے ذخیرے سے جلدی جلدی اپنا حصہ وصول کر لو۔ ورنہ کسے خبر کہ یہ مردِ جلیل یہاں سے کب چلا جائے اور تم دریا کے قریب پہنچ کر بھی پیاسے رہ جاؤ۔''

اب امام شافعی رحمہ اللہ کے اعجازِ نطق کے آگے سب زبانیں گنگ تھیں۔ آپ کی مدلل اور شیریں گفتار نے لوگوں کو عاجز کر دیا تھا۔ اگرچہ امام شافعی رحمہ اللہ ذاتی طور پر مناظرے کو پسند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتے تھے لیکن جب مجبور ہو جاتے تو مقابل کو اپنی منطق واستدلال کی زنجیروں میں جکڑ لیتے تھے۔

❖❖❖

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے فقر ودرویشی نے انھیں ایک طرف اصحابِ سیم وزر سے بے نیاز کردیا تھا اور دوسری طرف ان کے قلب نازک کو اس قدر حساس بنادیا تھا کہ کسی شخص کی معمولی سی تکلیف کو وہ برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ اوروں کو راحت پہنچانے کے لیے خود کو تکلیف میں ڈالنا گوارا کرلیتے۔ یہی وجہ ہے کہ امام کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے والا کبھی ناکام ونامراد نہ پلٹتا۔ اگر کبھی ان کے پاس کسی کی مدد کرنے کے لیے کچھ نہ ہوتا تو پھر کسی دوست یا شناسا سے قرض لے کر ضرورت مند کی ضرورت پوری کردیتے۔

اہل جاہ وحشم اور اربابِ دولت واقتدار سے کبھی کسی چیز کی تمنا وطلب سے گریز کرتے۔ اکثر مشاہدے میں آیا ہے کہ ایسے بے نیاز افراد کا طرزِ عمل خشک اور لب ولہجہ تلخ ہوتا ہے لیکن امام نہایت بامروت اور خلیق انسان تھے۔ اگر کبھی کوئی شخص محبت وعقیدت سے کوئی ہدیہ پیش کرتا تو قبول کرلیتے مگر اسے ایک بارِ گراں سمجھتے ہوئے فوراً ہی ضرورت مندوں میں تقسیم کردیتے۔ بارہا ایسا ہوا کہ وہ ہارون الرشید کی دعوت پر دربارِ خلافت میں گئے۔ عباسی حکمران نے اشرفیوں سے بھری تھیلیاں نذر کیں مگر امام واپسی پر ضرورت مندوں میں ان کی ضرورت کے مطابق تقسیم کرتے آتے اور گھر پہنچنے تک ان طلائی سکوں میں سے ایک پائی بھی باقی نہ ہوتی۔

❖❖❖

نمازِ عشاء سے فارغ ہوکر امام اپنے شاگرد مزنی کے ساتھ مسجد سے نکلے۔ مزنی نے کسی شرعی مسئلہ میں اپنی اُلجھن دور کرنے کے لیے ان سے سوال کیا۔ امام گھر کی طرف چلتے جارہے تھے اور ساتھ سوال کی وضاحت بھی کرتے جارہے تھے۔ اتنے میں ایک غلام امام کے سامنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمودار ہوا اور نہایت عاجزی سے کہنے لگا:

''میرے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ تھیلی بطور ہدیہ پیش کی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے غلام نے نہایت ادب سے تھیلی امام کو پیش کی۔ امام نے وہ تھیلی ہاتھ میں پکڑ لی اور دوبارہ اس مسئلے کی تشریح کرنے لگے۔ امام نے نہیں دیکھا کہ اس تھیلی میں کتنی رقم موجود ہے۔ ابھی تھوڑی ہی دور وہ چلے ہوں گے کہ ایک شخص امام کے سامنے نمودار ہوا اور انتہائی شکستہ آواز میں کہنے لگا:

''امام میں مفلس و نادار آدمی ہوں میری بیوی کے بچہ ہونے والا ہے اور اس وقت میرے پاس ایک درہم بھی موجود نہیں ہے۔''

ابھی اس شخص کے الفاظ کی صدا بھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ امام کا دستِ کرم بلند ہوا اور اُنھوں نے وہ تھیلی اس ضرورت مند آدمی کو دیدی اور پھر کہا:

''غربت وافلاس سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے خدا ہر حال میں اپنے بندوں کا کفیل ہے۔''

❖❖❖

بغداد کی گلیوں میں زرق برق لباس پہنے بچے اور بڑے سب عید کی خوشیوں سے سرشار آ جا رہے تھے۔ ادھر امام شافعی کے گھر میں کھانے پینے کے سامان کا بھی مناسب انتظام نہیں ہے۔

''آپ تو اپنی قوم کے ساتھ بڑی صلہ رحمی کرتے رہتے ہیں۔ آج عید ہے اور گھر میں کوئی سامان نہیں ہے۔ کسی سے کچھ قرض ہی مانگ لیجئے۔'' بیوی نے امام شافعی رحمہ اللہ کو نہایت آزردہ لہجے میں کہا۔

''اچھا! کوئی انتظام کرتا ہوں'' امام نے اُٹھتے ہوئے نہایت آہستگی سے کہا۔

گھر سے نکل کر وہ اپنے ایک دوست کے پاس گئے اور اس سے ستر دینار بطور اُدھار لیے۔ یہ رقم لے کر جب گھر کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں فقراء و مساکین نے اِنھیں گھیرے میں لے لیا۔ پچاس دینار اِنھی کو عطا کر دیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر میں بیوی نہایت بے چینی سے آپ کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ آپ جب گھر میں داخل ہوئے تو آپ کے پاس صرف بیس دینار موجود تھے۔

''ہوا کوئی انتظام!'' بیوی نے انھیں دیکھتے ہی پوچھا۔

''ہاں یہ بیس دینار ہیں تمھارے لیے۔'' یہ کہتے ہوئے اُنھوں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا کہ اچانک باہر گلی میں بڑی دردانگیز آواز میں کوئی چلایا۔ آپ فوراً دروازے پر پہنچے اور اسے پوچھا:

''خیر تو ہے؟''

''خیر ہی تو نہیں ہے، قریشی ہوں لیکن گردشِ دوراں نے اس حالت میں پہنچایا ہے کہ آج عید کے دن بچوں کو کھلانے کے لیے بھی کچھ موجود نہیں۔'' اس نے رو رو کر اپنا حالِ زار بیان کرنا شروع کیا۔

''بھائی میرے پاس تو یہ کچھ ہے۔'' یہ کہتے ہوئے امام نے وہ بیس دینار اس کے سامنے رکھ دیے اور کہا ''بھائی اس میں سے جس قدر لینا چاہو، لے لو؟''

''ابھی تو مجھے اور ضرورت ہے۔'' قریشی سائل نے تمام دینار سنبھالتے ہوئے کہا۔

امام شافعی رحمہ اللہ دروازے سے واپس بیوی کے پاس آئے اور اسے سارا قصہ سنایا۔

''آپ تو ہمیشہ یونہی کرتے رہتے ہیں۔'' بیوی نے صبر و تحمل کے ساتھ کہا اور خاموش ہوگئی۔ اسی حالت میں رات ہوئی اور وہ خاموشی سے سو گئے۔

علی الصبح دروازے پر دستک ہوئی۔ امام شافعی رحمہ اللہ اُٹھے اور باہر جا کر دروازہ کھولا تو سامنے ایک سرکاری ہرکارہ کھڑا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر عرض کیا:

''حضور مجھے وزیرِ اعلیٰ جناب جعفر بن یحییٰ برمکی نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ وہ آپ سے ابھی ملنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ آپ وہاں تشریف لے جانا پسند کریں گے یا وہ خود

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں حاضر ہوں۔'' خلیفہ ہارون الرشید کے وزیر جعفر بن یحییٰ برمکی کا قاصد یہ کہہ کر نہایت ادب سے کھڑا ہو گیا۔

'ٹھیک ہے میں تمھارے ساتھ ہی چلتا ہوں'۔ یہ کہہ کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ساتھ چل پڑے۔ جب وہ قصر برامکہ میں پہنچے تو جعفر بن یحییٰ ان کے استقبال کے لیے صدر دروازے تک آیا اور نہایت تعظیم کے ساتھ اپنے دیوانِ خاص میں بٹھایا اور پھر گویا ہوا:

''مجھے آج رات آپ سے متعلق ایک خواب نظر آیا ہے۔'' یہ کہہ کر جعفر نے آپ سے متعلق جو خواب بتانا شروع کیا تو وہ عین کل کا واقعہ ہی تھا۔ یہ سنانے کے بعد اس نے آپ سے پوچھا۔

''آپ اس خواب کے بارے میں کچھ فرمائیں گے۔''

''یہ خواب نہیں یہ حقیقی واقعہ ہی ہے۔'' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔

یہ سن کر جعفر نے ایک ہزار دینار آپ کی خدمت میں پیش کیے اور اصرار کیا کہ آپ اسے قبول کر لیجیے۔ چنانچہ آپ نے وہ دینار قبول کر لیے۔

❖❖❖

امام گھوڑے پر سوار تھے۔ گھوڑا خراماں خراماں منزل کی طرف گامزن تھا کہ امام کے ہاتھ سے چابک چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔ قریب ہی ایک اور شخص بھی موجود تھا۔ اس نے دوڑ کر چابک اُٹھایا اور نہایت احترام کے ساتھ اِمام کو پیش کیا۔ اِمام کی غیرت اس بار احسان کو بھی گوارا نہ کر سکتی تھی۔ وہ اپنے خادم کی طرف متوجہ ہوئے:

''جو کچھ اس وقت تمھارے پاس موجود ہے وہ اس شخص کو دے دیا جائے۔'' اُنھوں نے خادم کو حکم دیا۔

''حضور تھیلی میں ساٹھ اشرفیاں ہیں، کیا ساری ہی دیدوں؟'' خادم نے استفسار کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے کہا ہے جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ اسے دیدو۔'' امام نے بے نیازی کے ساتھ حکم دیا۔ یہی فقر غیور اور یہی بے مثال سخاوت اور عوام کی خدمت امام کے کردار کا روشن عنوان تھی۔ فقر نے امام کو خدا کے سوا ہر چیز سے بے نیاز کیا اور سخاوت نے اُنھیں اس قدر رقیق القلب بنا دیا تھا کہ آپ ہر وقت خوفِ خدا سے لرزتے رہتے تھے۔ ایک دن کوئی شخص امام کے سامنے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کر رہا تھا:

''یہ [آخرت کا] دن ہے کہ لوگ بات نہ کر سکیں گے اور اُنھیں کوئی عذر پیش کرنے کی اجازت نہ ملے گی۔''

جب امام نے یہ آیت سنی تو آپ کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا، جسم کانپنے لگا اور آپ بے ہوش ہوگئے۔ اہلِ مجلس نے آج تک امام کو اس کیفیت سے دوچار ہوتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ قیامت کا ذکر تو سب سنتے تھے مگر امام کے قلبِ مضطرب نے یومِ حساب کا کچھ اور ہی تاثر قبول کیا تھا۔ بہت دیر تک آپ پر غشی کی کیفیت طاری رہی۔ جب ہوش آیا تو پورا بدن خوف سے لرز رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور زبان پر یہ کلمات جاری تھے:

''یا الٰہی! میں تیری پناہ مانگتا ہوں جھوٹوں کے مقام سے، جاہلوں کی قربت سے، اے اللہ تو میری پردہ پوشی فرما اور مجھے غیر کے حوالے نہ کر۔''

امام بہت دیر تک اپنے رب کی پناہ مانگتے رہے اور اہلِ مجلس کو یہ محسوس ہونے لگا جیسے آفاتِ قیامت کا نزول شروع ہو چکا ہے اور مخلوق اپنے خالق کے حضور جمع ہو رہی ہے۔ یہ امام کے زہد و تقویٰ اور پُرسوز لحن کا اثر تھا کہ حاضرین کے دل دُنیا کے پُرفریب طلسم سے آزاد ہو کر فکرِ آخرت سے سرشار ہوگئے۔

❖❖❖

دربارِ خلافت پر ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کے دائیں طرف کی نشستوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر بڑے بڑے جید علما جلوہ افروز تھے اور بائیں طرف کی نشستوں پر چند رومی راہب بیٹھے ہوئے تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید بڑی بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔

''کیا شافعی کو اطلاع دے دی گئی ہے؟'' ہارون الرشید کی قدرے مضطرب آواز دربار میں گونجی۔

''جی ہاں! امیر المومنین کے حکم سے امام شافعی رحمہ اللہ باخبر ہو چکے ہیں''۔ ایک مقرب درباری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ دربار پر پھر سکوت طاری ہو گیا۔ ہر شخص امام شافعی رحمہ اللہ کی آمد کا منتظر تھا۔

روم کے راہبوں نے چند دن قبل دربار خلافت میں حاضر ہو کر مسلمان علماء کو اسلام اور عیسائی مذہب میں تقابل کے موضوع پر مناظرے کا چیلنج دیا تھا۔ آج خلیفہ نے انھیں امام شافعی رحمہ اللہ سے مناظرہ کرنے کے لیے بلایا تھا۔

وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا اور لحہ بہ لحہ مسلمانوں کے دل میں اضطراب بڑھتا جا رہا تھا کہ اہل دربار نے امام شافعی رحمہ اللہ کو دربار میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ''! امام کی پر سوز اور پراعتماد آواز دربار میں گونجی۔ یہ سلام خلیفہ ہارون الرشید کے لیے مخصوص نہیں تھا بلکہ تمام حاضرین کے لیے اللہ کی سلامتی کی دعا کی گئی تھی۔

امام کا ہمیشہ سے یہی وطیرہ تھا کہ وہ کبھی کسی امیر یا خلیفہ کو مخاطب کر کے سلام نہیں کرتے تھے۔ ان کا سلام تمام حاضرین کے لیے عام ہوتا تھا۔ یہی امام کی قلندرانہ شان تھی۔

''یقیناً یہ ان کا بڑا امام ہے۔'' راہب آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ ''اس کے چہرے پر وہی جلال ہے جس کے بارے میں ماضی کی شہادتیں موجود ہیں۔ اب ہمیں غیر معمولی احتیاط اور فراست سے کام لینا ہوگا۔'' رومی راہب پراعتماد نظر آنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ابھی راہبوں کی سرگوشیاں جاری تھیں کہ امام کی پُر جلال آواز گونجی:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"امیر المومنین میرے مناظرے کا طریق کار جدا ہے۔ اگر ہمارے محترم مہمان پسند کریں تو دریائے دجلہ کے کنارے تشریف لے چلیں۔ وہاں پہنچ کر ان شاء اللہ ثابت ہو جائے گا کہ کون حق پر ہے اور کس نے باطل کو اپنا شعار بنالیا ہے۔"

امام کی تجویز عجیب تھی جو کسی کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ خود ہارون الرشید بھی شدید حیرت کے عالم میں امام شافعی رحمہ اللہ کے تابناک چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ راہب کیسے انکار کرتے۔ انھیں تو ہر حال میں مناظرے کے لیے تیار ہونا تھا اس لیے وہ فوراً آمادہ ہو گئے لیکن امام کے اس طریق کار کو سمجھنے سے قاصر تھے۔

کچھ دیر بعد اہل دربار کا یہ قافلہ دریائے دجلہ کی طرف روانہ ہوا۔ اگرچہ ہارون الرشید بھی اس قافلے کا ایک مسافر تھا لیکن آج اس نے شاہی رسوم و تکلفات کو ترک کر دیا تھا۔ امرائے دربار بھی موجود تھے اور فوج کے سپہ سالار بھی لیکن اس طرح کہ خواص و عوام میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا تھا۔ دجلہ کے کنارے پہنچ کر لوگوں کا جوش و خروش بہت بڑھ چکا تھا۔ مسلسل کئی دن سے ذہنی کش مکش کا شکار رہنے کے بعد تمام لوگ شدت سے اس بات کے منتظر تھے کہ کوئی شخص آئے اور ان عیسائی کٹ حجتوں کے ذہنوں کو درست کرے۔

اپنی ذہنی برتری ثابت کرنے کے لیے راہبوں نے پرزور لہجے میں ہارون الرشید سے مناظرے کے آغاز کی درخواست کی۔ راہبوں کی طرف سے یہ درخواست پا کر ہارون الرشید نے امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف دیکھا۔ فرزندِ قریش راہبوں سے بھی زیادہ مطمئن نظر آرہے تھے۔ امام نے ایک اچٹتی سی نظر راہبوں پر ڈالی اور پھر عباسی حکمران سے مخاطب ہوئے:

"امیر المومنین جب انسانی ذہن توہمات اور گمراہی کے اندھیروں میں غرق ہو جاتا ہے تو پھر عقل کی کوئی روشن دلیل کارگر نہیں ہوتی۔ میں پہلی ہی نظر میں اندازہ کر چکا ہوں کہ ہمارے مہمان ایک خاص منصوبے کے ساتھ بغداد آئے ہیں۔ یقیناً علمائے عراق نے بہترین دلائل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کیے ہونگے لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ کج بحث لوگ کسی روشنی، کسی منطق اور کسی دلیل کو تسلیم نہیں کریں گے۔" یہ کہہ کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ راہبوں کی طرف بڑھے جو بے نیازی کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھے تھے اور ان کے چہروں پر اس قدر اطمینان ظاہر ہو رہا تھا کہ جیسے روئے زمین پر انھیں کوئی جھٹلانے والا نہیں ہے۔

"اے عیسائی راہبو!" امام کی پُر تیقن آمیز آواز بلند ہوئی۔ "حق تو ظاہر ہو چکا لیکن یہ تمھارے دلوں کی ٹیڑھ ہے کہ تم نے روشنی کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں اور جنگل جنگل چیختے پھر رہے ہو کہ دُنیا میں اندھیرا ہے۔ تمھیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے واضح الفاظ میں خبردار کیا کہ سچائی کی روح 'فارقلیط' آنے والا ہے، تم اس کی پیروی کرنا لیکن تمھارے حسد اور تعصب نے تمھارے اپنے پیغمبر کی خبر کو غبار ہوس میں گم کر دیا۔ تم نے اپنی کتاب مقدس سے وہ صفحے ہی نکال دیئے جن میں فارقلیط [حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم] کا ذکر جمیل ہے۔ اس بدترین خیانت کے بعد تمھارے کثیف دل و دماغ اس امانت کا بار گراں کس طرح اُٹھا سکیں گے جسے قبول کرنے سے پہاڑ بھی عاجز رہے"۔ امام کی پُر سوز اور بارعب آواز فضا میں گونج رہی تھی اور حاضرین کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دجلہ کا پانی اچانک بہتے بہتے رک گیا ہو۔

"میں تم سے منطق و استدلال کے پیرائے میں بات نہیں کروں گا کیونکہ تم الفاظ و معانی کی حدود سے گزر چکے ہو۔ جو اپنے رب سے بدعہدی کے مرتکب ہوئے ہوں ان پر کوئی کلام اثر انداز نہیں ہو سکتا۔" میں تمھیں مباہلے کی دعوت دیتا ہوں جیسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے پادریوں کو دی تھی" یہ کہہ کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے اور آنکھیں بند کر لیں پھر کچھ دیر بعد وہ عالم جذب میں بولنے لگے:

"اے عزیز و جلیل ذات! اپنے بندے شافعی کو معاف فرما۔ تیری کبریائی کی قسم یہ محمد بن ادریس کا اظہار ذات نہیں یہ نمائش عمل نہیں، یہ نمود علم نہیں، بس تیرے دین کی برتری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت کرنے کے لیے ایک حقیری کوشش ہے۔ مجھ ناتواں کو استقامت دے کہ تیری تائید کے بغیر ہر دعویٰ باطل ہے۔"

پھر امام رومی راہبوں پر پُر ہیبت نظر ڈالتے ہوئے مخاطب ہوئے: "آیئے! میں آپ کو دریائے دجلہ کے بہتے پانی میں مناظرہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے امام نے اپنے کاندھے پر پڑا ہوا رومال اتارا اور اسے دجلہ کے رواں پانی پر پھینک دیا۔

خلیفہ ہارون الرشید اور دوسرے حاضرین دم بخود تھے۔ عیسائی راہبوں کی آنکھیں فرطِ حیرت سے پتھرائی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

"اے اہل روم! آؤ میری طرف آؤ۔" فرزندِ قریش دجلہ کے کنارے کھڑے رومی راہبوں کو ہاتھ پھیلائے ہوئے اپنے ساتھ بڑھنے کے لیے پکار رہے تھے۔ "اہل ایمان و یقین کے لیے زمین ہو یا ہوا، آگ ہو یا پانی، سب برابر ہیں۔"

رومی راہبوں کو سکتہ سا ہو گیا تھا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نہایت پر جلال لہجے میں انھیں مسلسل دعوت مناظرہ دے رہے تھے۔

"تم میری طرح آگے کیوں نہیں بڑھتے؟" امام شافعی رحمہ اللہ نے دوبارہ اِنھیں پکارا۔

"وہ کیا چیز ہے جو تمھیں آگے بڑھنے سے روک رہی ہے؟"

"ہماری عبادت و ریاضت ابھی اس درجے تک نہیں پہنچی کہ دریائے دجلہ ہمارے لیے گزرگاہ بن جائے۔" ساتوں راہبوں نے بیک زبان جواب دیا۔

"عبادت و ریاضت کا اس سے کیا تعلق؟" امام پر ایک خاص کیفیت طاری تھی۔

"...... یہ تو محض یقین و ایمان کی آزمایش ہے۔ میں جس خدا کی بندگی کا اقرار کرتا ہوں وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اگر تمھارے ذہن کے دروازے بند نہ ہوئے ہوں تو یاد کرو کہ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بحر قلزم کو پایاب کر دیا تھا اور پھر اسی دریا نے فرعون اور آل فرعون

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو نگل لیا تھا۔ آج بھی اُسی خدا کا حکم ساری کائنات میں جاری و ساری ہے۔ اگر محمد بن ادریس دریائے دجلہ میں کھڑے ہو کر مناظرہ کرنے کا خطرہ مول لے سکتا ہے تو پھر تم کیوں خوفزدہ ہو؟''

''امام ہم اس قابل نہیں۔'' رومی راہب چیخنے لگے۔'' بیشک ہم شدید گمراہی میں مبتلا تھے۔ خدا کے لیے ہمیں ان اندھیروں سے نجات دلاؤ۔ آج ہمارا علم ہماری کفالت نہیں کرتا۔ ہمارے مجاہدات اور ریاضتوں نے ہمیں خوار و زبوں ہونے کے لیے جہل کے صحرا میں تنہا چھوڑ دیا۔ ہمیں اس منزل عشق کا پتا دو جس کے تم جانباز مسافر ہو۔'' یہ کہتے کہتے تمام راہب گریہ وزاری کرنے لگے۔

حاکم روم کے شکست خوردہ سفیروں کا یہ حال دیکھ کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دریا کے کنارے سے ہٹ گئے۔ عیسائی راہبوں کی ہر منطق بے زور ہو چکی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد حاضرین کی نگاہوں کے سامنے ایک جانفزا منظر اُبھر رہا تھا کہ عیسائیت کے فروغ کے لیے اپنے جسموں کو آزار پہنچانے والے راہب خدا کی واحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے رہے تھے۔

یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا اور آخری مباہلہ تھا جس میں اہل دُنیا نے ان کی روحانی عظمت و شوکت اور علمی سطوت و جلال کی ایک جھلک دیکھی تھی۔

❖❖❖

قیصر روم نے رومی عیسائیوں کے بڑے بشپ اور بطریق کو طلب کیا تھا۔ وہ دیوان خاص میں بیٹھے شہنشاہ کی آمد کے منتظر تھے۔ وہ مضطرب تھے کہ نجانے بادشاہ نے ہمیں کیوں طلب کیا ہے۔ کچھ ہی لمحات گزرے تھے کہ قیصر روم اندر داخل ہوا۔ چند لمحے وہ خاموشی سے ٹہلتا رہا اور پھر گویا ہوا:

''اگر سات راہبوں کی قربانی دے کر عیسائیت کو بچا لیا جائے تو یہ یقیناً بڑی کامیابی ہے۔''

یہ کہتے ہوئے ایک زہر خند مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ عیسائیت کے مذہبی رہنما اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاکم کی گفتگو کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھے۔

''ہماری ناقص عقل آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکی؟''بشپ نے جرأت کرتے ہوئے سوال کیا۔

''تمھیں معلوم ہے کہ کچھ عرصہ پہلے ہمیں مسلسل یہ خبریں مل رہی تھیں کہ مسلمانوں کے ہاں ایک امام بڑا قوی الحجت ہے۔ اس کے رُوبرُو اہل علم کی زبانیں گنگ اور ذہن مفلوج ہو جاتے ہیں۔ ہم نے اپنے راہبوں کو بھیج کر اسے آزمانے کی کوشش کی تھی۔

''تو ہمارے ان راہبوں نے مسلمانوں پر عیسائیت کی برتری قائم کر دی؟''

''عیسائیت کی برتری؟''قیصر روم نے ٹہلتے ٹہلتے اپنا رخ مذہبی پیشواؤں کی طرف کیا اور ان کے چہروں پر نظریں گاڑ دیں۔

''تم عیسائیت کی برتری کے خواب دیکھ رہے ہو جبکہ تمھارے یہ راہب تو خود بھی مسلمانوں کے اس امام کا شکار ہو چکے ہیں۔''

''کیا مطلب حضور؟''سب نے بیک زبان سوال کیا۔ حیرت سے پھٹے ہوئے چہروں پر لکھا ہوا تھا کہ ان کو اصل بات معلوم ہو گئی ہے لیکن وہ ابھی تنکوں کا سہارا لینا چاہتے تھے۔

''تمھارے وہ ساتوں راہب جو مسلمانوں میں عیسائیت کی برتری کا بیج کاشت کرنے گئے تھے وہ خود اب اسلام قبول کر چکے ہیں۔''

''ہم نے تو خود کہا تھا کہ یہ مناظرہ بازی راہبوں کے بس کا کام نہیں آپ اس مسلمان عالم کو یہاں بلا کر ہم سے مناظرہ کرواتے، پھر دیکھتے وہ کس طرح ہمیں شکست دیتا۔''بشپ نے پشیمانی سے مغلوب جذباتی لہجے میں کہا۔ قیصر روم نے بشپ کی یہ بات بڑے غور سے سنی اور کہنے لگا:

''تم اس حقیقت کو کیوں فراموش کر رہے ہو کہ جن مذہبی رہنماؤں کو مناظرہ کے لیے بھیجا گیا تھا وہ تمھارے بہترین عالم تھے۔ جب وہی معتبر عیسائی اس شخص سے مل کر اپنے آبائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب کو چھوڑ بیٹھے ہیں تو پھر تمھارا حشر کیا ان سے مختلف ہوتا۔"

"لیکن شہنشاہ معظم ہم......"

"میں جانتا ہوں کہ تم اس وقت کس ذہنی کیفیت سے دوچار ہو۔" قیصر روم نے بشپ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "مسیح کی قسم! اگر مسلمانوں کا وہ امام یہاں آجاتا تو روم کے درودیوار بھی محمد ﷺ کا کلمہ پڑھنے لگتے۔ بس اگر ہم سات راہبوں کی قربانی دے کر عیسائیت کو بچالیں تو یہ بھی بڑی کامیابی ہے۔"

❖❖❖

"احمد! تمھارے نزدیک قصداً نماز ترک کردینے والا کافر ہوجاتا ہے، پھر اس کے مسلمان ہونے کی کیا صورت ہے؟" امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے شاگرد اور حدیث کے بڑے عالم احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال کیا۔ دراصل احمد بن حنبل رحمہ اللہ حدیث رسول "جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔" سے مراد حقیقتاً اور قانوناً کافر ہونا ہی مراد لیتے تھے۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ اس بات کو محض ایک کفریہ حرکت کہتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے سوال پر احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا:

"وہ نماز ادا کرے کیونکہ نماز ہی مومن کی پہچان ہے۔"

"بے شک نماز ہی مومن کی نشانی ہے۔" امام شافعی رحمہ اللہ کہنے لگے "لیکن وہ شخص تو تمھارے بقول کافر ہوگیا پھر کافر کی نماز کس طرح درست ہوسکتی ہے؟"

یہ سن کر ابن حنبل رحمہ اللہ پر ایک سکوت طاری ہوگیا کچھ دیر بعد اس نے نہایت عقیدت و احترام سے کہا:

"آخر آپ امام ہیں۔ ہم لوگ آپ کی نظر کی گہرائیوں تک کیسے پہنچ سکتے ہیں۔"

❖❖❖

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغداد کی جامع مسجد میں ظہر کی نماز ہو چکی تھی۔ اکثر نمازی نماز پڑھ کر جا چکے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور احمد بن حنبل رحمہ اللہ مسجد میں بیٹھے علمی مذاکرہ کر رہے تھے کہ اس دوران ان سے تھوڑے سے فاصلے پر ایک شخص آیا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی نظر اس آدمی پر پڑی تو اس شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''یہ آدمی اپنے پیشے کے اعتبار سے لوہار معلوم ہوتا ہے۔'' احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی بات سن کر امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اس آدمی کی طرف توجہ کی اور پھر ساتھ ہی کہا:

''احمد تمھاری بات بھی درست ہے لیکن یہ شخص لکڑی کا کام کرتا ہے۔''

''امام! یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی وقت میں دونوں باتیں درست ہوں۔'' ابن حنبل نے آہستگی کے ساتھ کہا۔

''کبھی کبھی وہ مقام بھی آ جاتا ہے جہاں بیک وقت دونوں قیاس آرائیاں صحیح ثابت ہوتی ہیں۔ ذرا اس شخص کو نماز سے فارغ ہو لینے دو پھر ہی یہ عقدہ حل ہو گا۔''

کچھ دیر بعد جب وہ شخص نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر جانے کے لیے اُٹھا تو امام شافعی رحمہ اللہ نے اسے پیار سے آواز دیتے ہوئے کہا:

''یا اخی! کیا تم چند لمحے کے لیے ہمارے پاس ٹھہر سکتے ہو؟''

''جی فرمایئے!'' نمازی نے نہایت ادب سے امام شافعی رحمہ اللہ کے قریب ہوتے ہوئے کہا۔

''بھائی پوچھنا یہ تھا کہ تم کیا کام کرتے ہو؟''

''میں پیشے کے اعتبار سے بڑھئی ہوں۔'' اس شخص نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس سے پہلے کیا کام کرتے تھے؟'' امام شافعی رحمہ اللہ نے اجنبی سے دوسرا سوال کیا۔

''ایک سال قبل لوہے کا کام کرتا تھا لیکن بعض مجبوریوں کے سبب مجھے وہ پیشہ ترک کرنا پڑا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سن کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اسے جانے کی اجازت دے دی اور وہ آدمی مسجد سے نکل کر چلا گیا۔

''امام! آپ کی فراست اور نظر کی گہرائی تک رسائی محال ہے۔ ہم سب تو راستے ہی میں رہ جانے والے ہیں۔ اللہ آپ کو یونہی ہمارے درمیان رکھے۔ آپ کی موجودگی میں ہم اکثر دقیق مسائل کا ادراک کر لیتے ہیں۔'' یہ کہتے کہتے فرط عقیدت سے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

❖❖❖

بغداد کے ایک محلے کے ایک معمولی لیکن کھلے صحن والے مکان میں احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ چراغ کی روشنی میں انتہائی انہماک سے مطالعہ میں مصروف تھے کہ ان کی جواں سال بیٹی بڑی آہستگی سے ان کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد ابن حنبل نے نظر اُٹھائی اور صاحبزادی سے پوچھا:

''بیٹا کوئی بات کرنی ہے؟''

''جی ابا جان ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں۔'' صاحبزادی نے نہایت آہستگی سے کہا۔

''پوچھو بیٹے!'' احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبزادی کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔

''بغداد کے لوگوں کی ایک کثیر تعداد روزانہ ہمارے گھر پر آپ سے کسب فیض کے لیے آتی ہے جبکہ آپ اکثر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جاتے رہتے ہیں۔ کیا آپ کے نزدیک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ اتنا ہی اونچا ہے؟'' یہ کہہ کر لڑکی باپ کی طرف توجہ کر کے خاموش بیٹھ گئی۔

جواب دینے سے پہلے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور وہ عالم بے قراری میں فرمانے لگے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”میں کیا بتاؤں کہ امام کون ہیں؟ پہلے وہ نظر تو حاصل کر لوں جوان کے چہرے کی طرف دیکھ سکے۔اور ان کی عظیم شخصیت کا جائزہ لے سکے۔“

صاحبزادی نے اصرار کرتے ہوئے کہا:

”اگر آپ ہی امام کی عظمت بیان نہ کریں گے تو پھر آنے والی نسلیں ان کے درجات کا تعیّن کس طرح کر سکیں گی؟“

”وہ مردِ جلیل دُنیا کے لیے سورج کی مانند ہے اور تمام انسانی ارواح و اجسام کے لیے عافیت کا پیغام۔“ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد کو اس طرح خراجِ تحسین پیش کر رہے تھے کہ بارِ عقیدت سے ان کا سر جھکا جا رہا تھا۔ ”اگر وہ دُنیا سے رخصت ہو گئے تو پھر ان کے پیچھے کیا باقی رہ جائے گا۔“ ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ دیر توقف کیا اور پھر گویا ہوئے:

”دُنیا میں ایسا کوئی محدث نہیں جس نے قلم دوات کو ہاتھ لگایا ہو اور اس کی گردن پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا احسان نہ ہو۔ ہمیں احادیث کا صحیح علم اس وقت تک نہیں ہوا جب تک ہم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں نہ بیٹھے۔“

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ واقعتاً ایسے ہی تھے۔ اگر کوئی ذہن حسد و تعصب کے زنگ سے آلودہ نہ ہوا ہو تو پھر وہ کون ہے جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ علم میں دست بستہ حاضر نہ ہوا ہو۔ امام کی اسی جلالت قدر اور کردار کی اسی بلندی نے خاص و عام کو ان کی ذات کا اسیر بنا دیا تھا۔ وہ جہاں جاتے انسانی محفلیں شدت احترام سے ساکت و صامت ہو جاتیں۔

امام کو بغداد میں مقیم ہوئے دو سال ہو رہے تھے۔ اب بوڑھی ماں کی یادیں انھیں مضطرب و بے قرار کرنے لگی تھیں۔ بالآخر ایک دن محبت و الفت کی ڈوری سے بندھے وہ کشاں کشاں مکے کی طرف روانہ ہو گئے۔

❖❖❖

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اگر آج خلیفہ وقت بھی میرا مہمان ہوتا تو مجھے اتنی خوشی حاصل نہ ہوتی۔" امام شافعی رحمہ اللہ کا دوست انھیں اپنے ہاں پا کر بار بار دلی جذبات کا اظہار پُرمسرت لہجے میں کر رہا تھا۔ پھر وہ امام شافعی رحمہ اللہ کی اجازت لے کر مکان کے اندرونی حصے میں گیا اور اپنی کنیز کو کھانوں کی فہرست دے کر کہنے لگا:

"آج دُنیا کے سب سے بڑے انسان نے مجھے شرف میزبانی بخشا ہے۔ اس لیے تجھ پر بھی لازم ہے کہ ان کی ایسی بہترین تواضع کا اہتمام کر کہ وہ خوش ہو جائیں۔"

یہ کہہ کر وہ دیگر ضروریات فراہم کرنے کے لیے بازار چلا گیا۔ اپنے آقا کے جاتے ہی کنیز امام شافعی رحمہ اللہ کے رُوبرُو حاضر ہوئی۔ اس نے ادب سے سلام کیا اور کہنے لگی:

"ہر میزبان اپنے طور پر مہمان کی تواضع کرتا ہے لیکن اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مہمان کو کیا چیز پسند ہے۔ آپ مہربانی فرما کر اس فہرست میں اپنے پسندیدہ کھانوں کا اضافہ فرما دیں۔" یہ کہتے ہوئے کنیز نے اپنے ہاتھوں میں پکڑا ہوا ایک کاغذ اور قلم آگے بڑھا دیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ بے حد سادہ غذا استعمال کرتے تھے۔ انھیں پرتکلف کھانوں سے فطرتاً کوئی رغبت نہ تھی لیکن کنیز کے اصرار سے مجبور ہو کر اُنھوں نے قلم اُٹھایا اور اس کی دلجوئی کے لیے رسمی طور پر فہرست میں چند کھانوں کا اضافہ کر دیا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو میزبان نے کنیز کو دسترخوان بچھانے کا حکم دیا۔ جب دسترخوان پر تمام کھانے چن دیے گئے تو میزبان کو حیرت ہوئی کہ کھانے اس کی تیار کردہ فہرست سے زائد نظر آ رہے تھے۔ میزبان نے فوراً ہی خلوت میں کنیز کو طلب کیا اور ذرا سخت لہجے میں باز پرس کی:

"تم نے میری ہدایت کے برعکس دعوت کا اہتمام کیوں کیا؟ یہ کھانے اس فہرست سے مختلف کیوں ہیں جو میں نے تیار کی تھی۔" میزبان کی ناراضی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

"آقا! میں نے آپ کی ہدایت پر پورا عمل کیا ہے۔" کنیز نے ادب سے سر جھکائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے کہا۔

''پھر یہ اضافی کھانے کیوں ہیں''؟ میزبان نے دوسرا سوال کیا۔

''میزبان کی خواہش کا احترام بھی ضروری ہے۔'' یہ کہہ کر کنیز نے میزبان کو وہ فہرست پیش کردی جس میں امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے قلم سے کچھ کھانوں کا اضافہ کیا تھا۔ کاغذ دیکھتے ہی میزبان کا چہرہ خوشی ومسرت کے جذبات سے چمکنے لگا۔

''میں خود امام کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی اور عرض کیا تھا کہ آپ ہمیں اپنی پسند سے آگاہ فرمائیں۔''

''بے شک تمھاری ذہانت اور خدمت نے مجھے امام کے سامنے سرخرو کردیا۔ میں تمھارا ممنون احسان ہوں۔'' میزبان کے لہجے سے وارفتگی کا اظہار ہو رہا تھا۔'' آج کے بعد تم پر کوئی پابندی نہیں۔ امام کی اس خدمت کے باعث میں تجھے غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرتا ہوں۔''

❖❖❖

''بیٹا اچھا ہوا کہ تم آگئے۔'' امام شافعی رحمہ اللہ کی ماں نے بیٹے کو آغوش میں لے کر اسکے سارے جسم پر اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔'' میں نے اپنے رب سے مہلت مانگی تھی کہ زندگی کی آخری گھڑیوں میں مجھے میرے بیٹے سے ملادے تو میں اس کے بلاوے کو قبول کرتے ہوئے آسودگی وراحت محسوس کرونگی''۔ یہ کہتے ہوئے ماں چارپائی پر بیٹھنے کے لیے سہارا تلاش کرنے لگی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے ماں کو سہارا دے کر چارپائی پر بٹھایا اور کہا:

''ماں ابھی تو میں آپ کی خدمت بھی نہیں کرسکا۔ آپ جدائی کی باتیں کرنے لگی ہیں''۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے ماں کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

''بیٹے میں نے تیری پیدائش کے ساتھ ہی تجھے اللہ کی نذر کردیا تھا۔ اپنی خدمت گزاری کی خاطر ایک دن بھی تیری تربیت وپرورش کرنے کو میں نے امانت میں خیانت تصور کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے امتحان میں استقامت بخشی۔'' یہ کہتے ہوئے وہ بستر پر دراز ہو گئیں۔

''لیکن ماں مجھے تو ابھی آپ کے سایہ شفقت کی ضرورت ہے نا۔''

''بیٹے جب درخت بوڑھا ہو جائے تو وہ پھل اور سایہ تو کم دیتا ہے جبکہ چھوٹے پودوں کے پھلنے پھولنے میں رکاوٹ زیادہ بنتا ہے۔'' بوڑھی ماں نے بات کرتے ہوئے توقف کیا اور پھر گویا ہوئیں: ''بیٹے میں نہیں چاہتی کہ تمھارے طلب علم کے سفر میں میں تمھارے پاؤں کی زنجیر بنوں اور تم بار بار میری طرف پلٹنے پر مجبور ہو۔''

''ماں یہ تو میرے سعادت و خوش بختی ہے کہ میں اس ہستی کے قدموں میں رہوں جس نے مجھے ایمان اور جنت کا راستہ دکھایا۔'' امام شافعی رحمہ اللہ نے جذبات سے لبریز گلوگیر آواز میں کہا۔

''بیٹے میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ بوجھ دے دیتا ہے، سو میں خود کو بھی اور تجھے بھی خوش قسمت و سعادت مند تصور کرتی ہوں کہ رب کریم نے تجھے اپنے فضل سے دین کی سمجھ عطا کی۔ لیکن میں بخیل ہونگی اگر رب کے اس فضل و عطا کے خزانے پر سانپ بن کر بیٹھ جاؤں۔ یہ علم حدیث اور دین کی فقہ تو پوری اُمت کا سرمایہ ہے۔ تم اسے اس کے مستحقین تک پہنچاؤ۔ بیٹے میں نہیں چاہتی کہ ادریس کا بیٹا محمد اپنی ماں فاطمہ بنت عبداللہ کی خدمت گزاری میں مصروف ہو کر اُمت کی ہزاروں فاطماؤں اور ان کے بیٹوں کو علم دین کی سعادت و خوش بختی سے محروم رکھے۔''

❖❖❖

امام شافعی رحمہ اللہ کو مکہ میں آئے ہوئے چند دن ہوئے تھے کہ ان کی والدہ انتقال کر گئیں۔ آج وہ اس عظیم و شفیق و مہربان ہستی کو سپرد لحد کر کے بوجھل قدموں کے ساتھ قبرستان سے واپس ہو رہا تھا جس نے ان کے خاکی وجود کو علم و روحانیت کی معراج تک پہنچانے کے لیے ساری عمر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بیوگی کو گلے سے لگا لیا تھا۔ جو نہ خود کبھی دُنیا کی حریص بنی اور نہ ہی اپنے بیٹے کا پل بھر کے لیے دُنیا سے کوئی لگاؤ برداشت کیا۔

ماں کی رحلت کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ کی سراپا اضطراب طبیعت کے لیے مکہ ہی کا ہو رہنا ممکن نہ تھا۔ تھوڑی مدت بعد وہ اپنے ننھیالی عزیزوں کو ملنے یمن چلے گئے۔ یہاں کچھ عرصہ اہل علم کی مجلسوں میں شریک ہو کر علم فراست کی تکمیل کی اور پھر زمانہ حج میں اُنھوں نے مکہ المکرمہ کے لیے رخت سفر باندھ لیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مومنانہ فراست

دن بھر کے سفر نے گھوڑے کو تھکا دیا تھا اور اب سوار نے بھی اس کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دی تھیں۔ شاہراہ کے اردگرد ایستادہ درختوں کے سائے لمبے ہو چکے تھے اور اب امام کے چہرے پر بھی فکرمندی کے آثار تھے کہ کہاں ٹھہرا جائے۔ اسی ادھیڑ بن میں گھوڑا ایک قصبے کے مضافات میں داخل ہو چکا تھا۔

اب امام گزرنے والوں کے چہروں کو غور سے دیکھ رہے تھے کہ کسی سے رات کے قیام سے متعلق بات کریں۔ قصبے میں پہنچتے ہی اِنھیں ایک گھر کے سامنے ٹہلتا ہوا ایک شخص نظر آیا جس کی پیشانی اُبھری ہوئی اور آنکھیں نیلی تھیں۔ اِنھوں نے اس سے دریافت کیا:

''میں ایک مسافر ہوں۔ کیا یہاں کسی مکان میں ٹھہرنے کا انتظام ہو سکتا ہے۔''

''حضور کیوں نہیں! خاکسار کو آپ کی خدمت کر کے مسرت ہوگی۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے امام کے گھوڑے کی باگیں تھام لیں۔ امام کی فہم و فراست اور تجربے کی رو سے ایسے شخص کو پست اخلاق اور گھٹیا طبیعت کا ہونا چاہیے تھا لیکن چونکہ اب رات ہو رہی تھی اور دن بھر کی تھکن سے بدن چور چور ہو رہا تھا اس لیے وہ اس کے ساتھ چل پڑے۔ وہ اِنھیں بڑی حویلی کی ڈیوڑھی میں سے نکل کر آگے صحن میں لے آیا۔ جہاں ایک طرف مہمان خانہ نظر آ رہا تھا اور دوسری طرف گھوڑوں کا اصطبل تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمی نے نوکر کو آواز دی۔ وہ دوڑا دوڑا آیا۔ اس نے اسے گھوڑے کی لگام تھماتے ہوئے اصطبل کی طرف لے جانے کا اشارہ کیا اور خود امام کو ساتھ لیے مہمان خانہ میں آگیا۔ مہمان خانے کا یہ کمرہ انتہائی نفیس اور آرام دہ نظر آتا تھا۔

''آپ یہاں آرام کریں گے۔'' اس نے کمرے میں خوشبو سُلگاتے ہوئے کہا۔ ''اور میں آپ کے کھانے کا اہتمام کرتا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ گھر کے اندرونی حصے میں چلا گیا۔

چند ساعتیں گزری ہوں گی کہ وہ اپنے خادم کے ہمراہ کمرے میں آیا۔ خادم خوان اُٹھائے ہوئے تھا۔ دستر خوان بچھا دیا گیا اور کھانا چن دیا گیا۔ کھانا انتہائی پرتکلف تھا۔ امام نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ سونے کے لیے لحاف اور بستر بھی بہت عمدہ تھا۔ میزبان نے گھوڑے کے لیے گھاس اور دانے کا بھی انتظام کر دیا تھا۔ میزبان سے امام کی کوئی شناسائی نہ تھی اس کے باوجود اس نے مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

میزبان کی اس شان دار ضیافت اور شریفانہ اخلاق سے امام بے حد متاثر تھے لیکن انھوں نے انسانوں کی پہچان سے متعلق جو علم فراست کی تحصیل کی تھی، اس کی رُو سے اس شخص کو گھٹیا اخلاق کا حامل ہونا چاہیے تھا۔ وہ سوچنے لگے کہ علم فراست کے اعتبار سے یہ شخص بالکل برعکس ہے یا تو یہ علم ہی غلط ہے اور یا یہ شخص مستقبل قریب میں کوئی گھٹیا حرکت ضرور کرے گا۔ یہ سوچتے سوچتے وہ سو گئے۔

علی الصبح امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے خادم کو سواری کی تیاری کا حکم دیا۔ سواری تیار ہوگئی تو اسی دوران میزبان بھی آگیا۔ امام نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

''آپ کبھی مکہ تشریف لائیں تو ذی طویٰ میں محمد بن ادریس کا مکان دریافت کر لیجیے گا اور آپ میرے ہاں ضرور قیام فرمائیے گا۔''

''یوں تو اخلاقاً میں آپ کا نیاز مند ہوں۔'' میزبان کہنے لگا۔ ''مگر یہ تو فرمائیے کہ آپ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی امانت تو میرے پاس نہ تھی یا آپ نے کبھی مجھ پر احسان تو نہیں فرمایا تھا۔''

''نہیں نہیں! نہ میں نے آپ پر کبھی احسان کیا اور نہ میری کوئی امانت آپ کے پاس تھی۔''

''تو حضرت فرمائیے کہ میں نے آج رات آپ کو جو راحت و آرام پہنچایا، آپ کے خادم کا خیال کیا اور سواری کے گھاس دانے کا بھی انتظام کیا، آخر اس کا آپ کوئی معاوضہ نہیں دیں گے۔'' میزبان نے نہایت ڈھٹائی سے کہا۔

''کتنا معاوضہ بنتا ہے آپ کا؟'' امام نے فوراً پوچھا۔

''جناب کھانے کے تیس دینار، گھوڑے کے چارے اور دانے کے دس دینار۔'' اس نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔ امام نے اپنے خادم کو یہ رقم ادا کرنے کا حکم دیا۔ امام کے خادم نے اس کی مطلوبہ رقم اس کے ہاتھ میں تھمادی تو امام نے میزبان سے پھر سوال کیا:

''کیا اور بھی کچھ باقی ہے؟''

''ہاں صرف مکان اور بستر کا کرایہ باقی ہے۔'' میزبان نے حریصانہ انداز سے کہا۔

''ٹھیک ہے وہ بھی تمھیں دے دیتے ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے امام نے خادم کو دوبارہ اشارہ کیا جس نے مطلوبہ رقم اس آدمی کے حوالے کر دی۔ اپنا قیاس درست ثابت ہونے پر امام مسکراتے ہوئے سفر پر چل پڑے۔

❖❖❖

حج سے فارغ ہونے کے بعد ۱۹۸ھ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں مقیم ہوئے۔ خلیفہ ہارون الرشید کی وفات کے بعد اب اس کا بیٹا مامون الرشید مسند خلافت پر متمکن ہو چکا تھا۔ بغداد کے حالات پہلے سے بہت زیادہ تبدیل ہو چکے تھے۔ ہارون الرشید کی وفات کے بعد مسند خلافت کے حصول کے لیے اس کے دو بیٹوں امین اور مامون میں جنگ ہو چکی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی۔امین کا ساتھ دینے والوں میں زیادہ تر عرب سپاہی اور سپہ دار تھے جبکہ فارسی سپاہ مامون کی حامی تھی۔ اس نسلی عصبیت کے باعث سلطنت بغداد کے مسلمان دو دھڑوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔جنگ میں امین کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔مامون کی فتح گویا کہ عربوں کی شکست اور ایرانیوں کی فتح تھی۔اب بغداد کے دربار میں فارسیوں کا نفوذ اور غلبہ بڑھ چکا تھا اور فرزندِ قریش کے لیے ایسی جگہ بودوباش رکھنا محال تھا جہاں عنان اقتدار اہل فارس کے ہاتھ میں ہو۔مامون الرشید کو جب معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ بغداد میں ٹھہرے ہوئے ہیں تو اس نے آپ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔امام شافعی رحمہ اللہ دربار خلافت پہنچے۔ مامون نے انھیں احترام سے بٹھایا اور کہا:

''امام محترم میں نے آپ کو اس لیے تکلیف دی کہ کاروبار حکومت میں آپ سے استفادہ کروں، میں آپ کو بغداد کا قاضی مقرر کرنا چاہتا ہوں۔''

''امیر المومنین آپ کی عزت افزائی کا شکریہ لیکن میرے لیے اس ذمہ داری کو نبھانا ممکن نہیں۔'' امام شافعی نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا۔

''لیکن کیوں؟'' ہارون الرشید نے حیرانی کے ساتھ ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اس عہدے کے لیے تو لوگ تمنائیں کرتے ہیں۔''

''یہ درست ہے لیکن میں ابھی تعلیم و تعلم اور تدریس وتصنیف کا کام کرنا چاہتا ہوں۔ منصبِ قضا کی ذمہ داری کوئی اور بھی ادا کر لے گا لیکن تحقیق وتصنیف کا جو کام میرے ذہن میں ہے وہ شاید کوئی اور نہ کر سکے۔وہ مجھے ہی کرنا چاہیے۔''

''وہ ایسا کونسا تصنیفی کام ہے جس کے لیے آپ ہماری منصب قضا کی پیش کش کو بھی مسترد کر رہے ہیں۔'' مامون الرشید نے امام شافعی رحمہ اللہ کی بات میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

''امیر المومنین دین کے حوالے سے جو نئے نئے مسائل پیش آ رہے ہیں جن میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن وسنت سے رہنمائی لینے کے لیے جس اجتہاد اور تفقہ فی الدین کی ضرورت ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک فقیہ ومجتہد کے سامنے قرآن وسنت سے نئے احکام اخذ کرنے کے لیے وہ کم ازکم بنیادی اصول ہاتھ آجائیں جن سے وہ انحراف نہ کرسکے، ان اصولوں کو سمجھ کر آسانی سے اجتہاد کرسکے اور اہل علم کسی معاملے میں اعتدال کی راہ سے ہٹ کر افراط وتفریط کا شکار نہ ہوں۔ اس مقصد کے لیے میں ''کتاب الام'' کے نام سے کتاب لکھ رہا ہوں۔ یہ کتاب واقعی تمام مسائل کی کلید ہوگی۔'' یہ کہہ کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہوگئے۔

''ٹھیک ہے اگر آپ کے نزدیک یہ کام اُمت کے حق میں زیادہ مفید ہے تو میں اپنی بات پر اصرار نہیں کروں گا۔'' مامون الرشید نے آہستگی سے کہا۔

❖❖❖

بغداد میں ایک مہینہ کے قیام کے دوران امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مشاہدہ کیا کہ خلیفہ مامون الرشید فرقہ معتزلہ کے افکار ونظریات سے بہت متاثر ہے۔ اس فرقہ کی مجموعی فکر قرآن وسنت کی بجائے محض عقل پرستی پر مبنی تھی۔ اپنی عقل پرستی اور اپنی دانست میں ''روشن خیالی'' کے باعث انھوں نے دین کے بنیادی عقاید واحکامات اور معجزات وغیرہ کی ایسی نئی نئی تعبیریں پیش کیں جو اُمت میں دین کے معروف تصور کے سراسر خلاف تھیں اس لیے اُمت نے انھیں معتزلہ یعنی الگ تھلگ ہوجانے والا گروہ قرار دیا۔

انھوں نے قرآن کے بارے میں اُمت کے عقیدہ کے خلاف یہ تصور پیش کیا کہ قرآن مخلوق ہے جبکہ اُمت اسلامیہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اگر اسے مخلوق قرار دیا جائے گا تو جس طرح دیگر مخلوق کو فنا ہے اسے بھی فانی تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس لیے اُمت نے اس خلق قرآن کے عقیدے کی تردید کی۔

اس وقت کے ان ''روشن خیالی'' معتزلہ نے آہستہ آہستہ مامون کا قرب حاصل کرلیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اب مامون کے کاتب [سیکرٹری] حاجب ودربان اوردرباری مصاحب تقریباً سبھی معتزلی تھی۔خلیفہ کے قرب کے باعث اب وہ اُمت کے اہل علم پر بھی اپنے تفوق اور برتری کا سکہ چلانے کے عادی ہوگئے تھے۔اب انھوں نے سرکاری سرپرستی میں اپنے گمراہ کن نظریات پھیلانے کا کام علی الاعلان کرنا شروع کردیا۔

عہدہ ومنصب اور مالی مفاد کے حریص ابن الوقت لوگوں نے دھڑادھڑ ان کے گمراہانہ نظریات کوقبول کرنا شروع کردیا تاکہ اس ذریعہ سے خلیفہ مامون کی خوشنودی حاصل کرسکیں۔ لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ وہ معتزلہ اوران کے نظریات سے سخت نفرت کرتے تھے۔ ان کے نزدیک ہروہ شخص قابل سزا تھا جومعتزلہ کا انداز فکر رکھتا تھا،عقاید میں ان کی بولی بولتا اوران کے طریقے پرچلتا تھا۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بغداد میں ٹکنا محال تھا۔وہ ایسے خلیفہ کے زیرِسایہ کیسے زندگی بسر کرسکتے تھے جوخود معتزلی ہواور معتزلہ کوجس نے مقرب خاص بھی بنا رکھا ہو۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جوعلمی کام کرنا چاہتے تھے،بغداد کا ماحول ان کے اس کام کے لیے سازگار نہیں رہا تھا۔اس لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کوبغداد کا قیام پسند نہ آیا۔ وہ اسی ادھیڑ بن میں تھے کہ کس شہر میں قیام کریں۔

❖❖❖

بغداد میں فجر کی اذانیں بلند ہورہی تھیں کہ گھر کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہوچکے تھے وہ اُٹھنے کی تیاری کررہے تھے کہ دوسری دستک بھی ہوگئی۔ آپ اُٹھے اوردروازے پر پہنچے۔باہر سے دوآدمیوں کے بولنے کی آواز آرہی تھی۔ایک آواز ان کے لیے مانوس تھی۔اس لیے اُنھوں نے دروازہ کچھ پوچھے بغیر کھول دیا۔

باہر محلے کا چوکیدار کھڑا تھا اوراس کے ساتھ سرکاری وردی میں ملبوس ایک آدمی کھڑا تھا جوکسی والی کا ہرکارہ دکھائی دیتا تھا۔چوکیدار نے آگے بڑھ کرامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت احترام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ کہا:

''یہ آپ کا مہمان ہے۔خود کو مصری بتاتا ہے۔'' یہ کہہ کر چوکیدار خاموش ہو گیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے مصری شخص کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ بولا:

''حضرت مجھے والی مصر عباس بن عبداللہ نے آپ کی طرف ایک خط دے کر بھیجا ہے۔''

یہ کہہ کر مصری ہرکارہ خاموش ہو گیا اور امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف دیکھنے لگا۔

عباس بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن عباس مصر میں مامون کی طرف سے نامزد والی تھا اور قریشی ہاشمی عباسی حسب نسب رکھتا تھا۔امام شافعی رحمہ اللہ کا عزیز اور معتقد تھا۔

''آپ اندر آجایئے'' امام شافعی رحمہ اللہ نے مہمان ہرکارے کو دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔مہمان خاموشی کے ساتھ امام شافعی رحمہ اللہ کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا کمرے میں آ گیا۔

''بیٹھیے!'' امام شافعی رحمہ اللہ نے ایک نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''یہ لیجیے'' ہرکارے نے ایک کپڑے میں ملفوف مکتوب امام شافعی رحمہ اللہ کو پکڑاتے ہوئے کہا اور خود نشست پر بیٹھ گیا۔امام شافعی رحمہ اللہ چراغ کی روشنی میں مکتوب پڑھنے لگے۔

سلام مسنون کے بعد لکھا تھا:

''مجھے اپنے آدمیوں کے ذریعے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ بغداد میں فروکش ہیں۔مجھ ناچیز کی رائے میں بغداد کا ماحول اب نہ تو آپ کی علمی سرگرمیوں کے لیے موزوں ہے اور نہ ہی سیاسی لحاظ سے آپ کے موافق۔اس لیے میری درخواست ہے کہ آپ مصر تشریف لے آئیں۔ یہاں کے متلاشیان علم کو بھی آپ سے کسب فیض کی ضرورت ہے۔ان شاء اللہ یہاں آپ کو علمی و تحقیقی کام کرنے کے لیے طمانیت و یکسوئی بھی حاصل ہوگی اور معاشی آسودگی بھی۔''

امام شافعی رحمہ اللہ کو نہ سیم و زر کی آرزو تھی نہ مال و منال سے دلچسپی۔انھیں قرآن اور سنت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول سے عشق تھا۔ زندگی بھر وہ اس جادہ مستقیم سے منحرف نہ ہوئے۔ ان کی ساری زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت تھی۔ سنت وحدیث کے معاملے وہ کسی مفاہمت اور سمجھوتے کے قائل نہ تھے۔ وہ بغداد کے موجودہ علمی وفکری ماحول سے خوش نہ تھے۔ دوسری کوئی اور جگہ بھی موزوں نظر نہ آتی تھی۔ والیٔ مصر کی طرف سے دعوت قیام نے ان کے لیے بغداد سے ہجرت کی سوچ کو مہمیز دی۔ چنانچہ چند ہی دن بعد علم کا یہ راہی مصر کی طرف کوچ کر رہا تھا۔ بغداد سے مصر روانہ ہوتے وقت امام یہ اشعار گنگنا رہے تھے:

میں مصر جا رہا ہوں
میدانوں اور گھاٹیوں کو طے کرتا ہوا
خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ وہ
فوز و کامرانی ہے یا قبر کی کشش
جو مجھے مصر لے جا رہی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چراغِ آخرِ شب

مصر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد یہاں کے تشنگان علم کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کے علم سے فیضیاب ہونے والوں کی بھیڑ آپ کے گرد جمع ہوگئی۔ آپ کے علم و استدلال نے مصر کی علمی مجالس میں ایک نئی تازگی پیدا کردی۔ اور آپ کی فکر سے عوام اور اہل علم کی بڑی تعداد متاثر ہونے لگی۔

آپ کے علمی اثر و نفوذ میں اضافے کے باعث ایسے بہت سے کم فہم اور تنگ نظر حاسدین بھی پیدا ہوگئے جن کی مجالس آپ کی آمد کے بعد ویران ہونے لگی تھیں۔ ایسے اہل علم جو علم دین کو بھی پیشہ بنالیں اور حق کو صرف اپنی ذات کے دائرے تک محدود کرلیں، وہ دوسروں کی دلیل و برہان کا جواب دلیل کی بجائے رکیک حملوں سے دیتے ہیں۔ دولت کے حریص دو تاجر جس طرح مقابل کے کاروبار کے پھیلاؤ سے حسد کرتے ہیں اسی طرح تنگ نظر علماء ہمیشہ اہل حق کی مقبولیت سے خار کھاتے رہے ہیں۔

مصر میں فتیان بن ابی السمح ایک مالکی عالم تھا۔ اسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ پر عبور حاصل ہونے کا زعم تھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ادب و احترام اور ان سے علمی خوشہ چینی کے اعتراف کے باوجود بعض مسائل میں اپنا ایک نقطہ نظر رکھتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دن کسی علمی مسئلہ پر فتیان کے ساتھ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مباحثہ ہو گیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا موقف دلائل کے ساتھ بیان کیا تو فتیان نے اس پر اعتراضات وارد کیے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اعتراضات کی تردید میں دلائل دیئے تو فتیان نے پہلے تو طنز و تعریض کا سہارا لیا اور جب اس سے بھی اس کی تسکین نہ ہوئی تو اس نے خلاف تہذیب و اخلاق گفتگو شروع کر دی۔ یہ معاملہ اتنا سنگین ہوا کہ نوبت مقدمہ بازی تک پہنچ گئی۔ قاضی شہر نے دونوں طرف کا موقف سن کر فتیان کو قصوروار قرار دیا اور قرار واقعی سزا بھی سنا دی۔ اس بات کا فتیان کو بہت قلق ہوا۔

❖❖❖

''اے اللہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر میں برکت عطا فرما!''

یہ دُعا احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہر نماز کے بعد مانگا کرتے تھے۔ وہ خود کہتے تھے کہ میں نے جب سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا ہے، میں نے کوئی نماز بھی ایسی نہیں پڑھی جس کے بعد میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دُعا نہ کی ہو۔ ابن حنبل کی نوعمر بیٹی عرصے سے اپنے باپ کا یہ عمل دیکھ رہی تھی۔ اس کے لیے یہ بات انتہائی حیرت کا باعث تھی کہ اس کے والد جن کی زندگی غیر معمولی طور پر عبادت اور انابت الی اللہ میں گزرتی ہے اور جن کے دن علم حدیث کی تدریس و ترویج میں اور راتیں رب کے حضور گریہ و زاری میں گزرتی ہیں، ان دو مشاغل کے علاوہ اس کے والد کو کسی اور چیز سے دلچسپی نہیں تو آخر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کس درجے کے عبادت گزار انسان ہوں گے کہ جن کے لیے اس کے والد ہر نماز کے بعد دُعا کرتے رہتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں قاہرہ میں قیام پذیر تھے جب کہ ابن حنبل بغداد میں۔ بغداد سے قاہرہ کا فاصلہ سیکڑوں میل کا تھا کہ ایک لڑکی کے لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ انھی دنوں ابن حنبل کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام آیا کہ میں بغداد آنا چاہتا ہوں۔ اس لیے کہ بغداد میں ایک محدث کے علم میں ایک حدیث ہے اور میں ان سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

براہِ راست حدیث کی سماعت کے لیے بغداد آنا چاہتا ہوں۔ ان بزرگوں کی عمر اتنی ہوگئی ہے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ اس عالم فانی سے کوچ نہ کر جائیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا کہ ان کا قیام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پر ہوگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پیغام کو موصول ہوئے ایک ماہ سے زیادہ مدت گزر چکی تھی۔ اپنے استاد کی آمد کا انتظار جہاں احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے لیے باعث اضطراب تھا وہاں ان کی بیٹی کا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا اشتیاق بھی دیدنی تھا کہ وہ دیکھے کہ آخر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں ایسی کون سی خصوصیات ہیں کہ اس کے والد ہر نماز میں ان کی درازیٔ عمر کی دُعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

ایک طویل مسافت طے کرنے کے بعد بالآخر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بغداد میں نزول ہوا اور وہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں قیام پذیر ہوئے۔ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹی کو خصوصی ہدایات دیں کہ وہ مہمان کا خاص خیال رکھے تاکہ اُنھیں کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہ ہو۔ بیٹی تو خود اس بات کی متمنی تھی کہ قریب سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھے کہ وہ کس پائے کے عبادت گزار اور اللہ والے ہیں۔

شام کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دسترخوان پر بیٹھے تو بچی نے اس بات کا دھیان رکھا کہ وہ کھانا کتنا کھاتے ہیں۔ اس لیے کہ اس نے دیکھا تھا کہ اس کے والد ہمیشہ تھوڑا کھاتے تھے۔ اس نے یہ بھی سنا ہوا تھا کہ اللہ والے بہت تھوڑا کھاتے ہیں۔ لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب ڈٹ کر کھانا کھایا۔ نمازِ عشا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پڑھی۔ واپس آ کر آرام کی غرض سے بستر پر دراز ہوگئے۔ بنت احمد وقفے وقفے سے اپنے والد کے کمرے کا جائزہ لیتی رہی کہ اس کے والد تو مصلّے پر کھڑے رب کے حضور مناجات اور گریہ و زاری میں مصروف ہیں جب کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بستر پر دراز محوِ استراحت ہیں۔ اسے خیال ہوا کہ شاید آج سفر کی تھکن کے باعث سوئے ہیں، تہجد میں اُٹھیں گے۔ لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تہجد میں بھی نہیں اُٹھے۔ فجر کی اذان ہوئی لیکن وہ بیدار نہیں ہوئے۔ جب اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے والد نماز فجر کے لیے مسجد جانے لگے تو اُنھوں نے آواز دی:

''شیخ جماعت تیار ہے، تشریف لے چلیے۔''

''اللہ اکبر'' یہ کہتے ہوئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے چادر اُتار پھینکی اور بغیر وضو کیے ابن حنبل کے ساتھ مسجد کی طرف چل دیے اور وضو کا پانی جو ان کے لیے رکھا گیا تھا، جوں کا توں رکھا رہا۔

بنتِ احمد حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اور سوچ رہی تھی کہ معلوم نہیں کیا معاملہ ہے۔ میرے والد کے یہ استاد کیسے ہیں کہ رات کو کھانا بھی خوب کھایا اور ساری رات سوئے رہے اور صبح بغیر وضو کے مسجد چلے گئے۔ اعمال اور اشغال میں تو یہ کسی عام آدمی کی سطح سے بلند نظر نہیں آتے۔ آخر میرے والد ان کے کس عمل کی وجہ سے ان کے گرویدہ ہیں کہ ہر وقت ان کے لیے دُعا کرتے رہتے ہیں۔ یہ سوال اس کے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔

نماز فجر کے بعد احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں بیٹھے ذکر و اذکار میں مصروف رہے اور سورج نکلنے کے بعد اشراق کے نوافل ادا کر کے گھر لوٹے جب کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نماز فجر کی ادائیگی کی بعد ہی گھر واپس آ گئے تھے اور بستر پر دراز تھے۔ جب انھیں ناشتہ پر بلایا گیا تو وہ ناشتہ کے لیے آ کر بیٹھ گئے۔

بنت احمد سوچ رہی تھی کہ اگر یہ واقعی بزرگ ہیں تو ان کے اندر یہ باتیں کیوں ہیں اور اگر ان کے اندر یہ باتیں ہیں تو پھر یہ بزرگ کس طرح کے ہیں۔

❖❖❖

''شیخ رات کیسی گزری؟ ٹھیک طرح سے نیند آئی؟'' احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نوالہ توڑتے ہوئے اپنے مہمان سے پوچھا۔

''رات تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آرام سے گزری لیکن......'' احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی سوالیہ نظریں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر ٹِک گئیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''لیکن میں سویا ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں۔'' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

''کیا وجہ ہوئی؟'' ابن حنبل نے فکر مند لہجے میں سوال کیا۔

''رات جب آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی تو آپ نے سورۂ بقرہ کی یہ آیت تلاوت کی تھی۔ وَاِن کان ذو عُسرۃ فنظرۃ الیٰ میسرہ [اور اگر مقروض آدمی تنگ حال ہو تو اسے اس کی خوش حالی تک مہلت دے دو] اس آیت مبارکہ کو سن کر میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس آیت سے تو اسلام کا قانونِ افلاس اخذ ہوتا ہے۔ پھر میں نے مزید غور کیا تو میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اس قانونِ افلاس کی بنیاد اخلاقی اصول پر ہے۔ پھر مجھے خیال آیا کہ اس سے تو یہ حکم بھی نکلتا ہے، اس کے بعد خیال آیا کہ اس سے تو یہ فلاں قانونی شق بھی نکلتی ہے''۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے اَخذ ہونے والے سیکڑوں مسائل بتانے شروع کر دیے۔ وہ بیان کرتے گئے اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سنتے چلے گئے۔

''جب میں ایک سو آٹھویں مسئلہ پر پہنچا تو تم نے مجھے نمازِ فجر کے لیے آواز دے دی''۔

بنت احمد جامد و ساکت سنے جا رہی تھی۔ اسے اب معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک رات اس کے والد کی ہزاروں راتوں پر بھاری ہے۔ اس لیے کہ اس کے والد کی عبادت کا تعلق ان کی اپنی ذات سے ہے جب کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشیں پوری اُمت کی رہنمائی اور بھلائی کے لیے ہیں لیکن بنت احمد کے ذہن میں ایک سوال اب بھی سر اٹھائے کھڑا تھا۔ ''یہ اتنا زیادہ کیوں کھاتے ہیں؟'' ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اس کے والد نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:

''آپ کا سفر کیسا رہا؟''

''سفر میں تھوڑی سی پریشانی رہی'' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اُنگلیاں چاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ''اس لیے کہ جب میں قاہرہ سے روانہ ہوا تو میرے پاس درہم و دینار کی جو تھیلی تھی،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ راستے میں گم ہو گئی۔ اب میرے سامنے دو ہی صورتیں تھیں ایک یہ کہ قاہرہ واپس چلا جاؤں اور دوبارہ زادِ سفر کا انتظام کر کے آؤں۔ اس صورت میں قافلہ چھوٹ جاتا اور جس محدث کی خدمت میں پہنچنا مقصود تھا، وہ چراغ سحری ہیں، نہ معلوم کب یہ چراغ گل ہو جائے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤں، جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں نے دوسری صورت پر عمل کرنے کو ترجیح دی'' امام شافعی رحمہ اللہ نے کچھ دیر توقف کیا اور پھر گویا ہوئے:

''میرے قافلے کے ساتھیوں نے میری بہت عزت اور خدمت کی لیکن مجھے ان کی آمدنی کے جائز ہونے پر شرح صدر حاصل نہ تھا۔ اس صورت میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب انسان کی جان پر بن جائے تو مشکوک آمدنی میں سے صرف بقدرِ ضرورت کھایا جا سکتا ہے۔ اس لیے میں نے تیسرے چوتھے دن ان سے بقدر ضرورت کھانا قبول کیا اور پورے سفر میں ایک مرتبہ بھی شکم سیر ہو کر کھانا نہ کھا سکا۔

آج پہلی مرتبہ آپ کے دستر خوان پر مجھے حلال اور جائز آمدنی کا کھانا ملا ہے۔ میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا ہے کہ رزق حلال میں ایک خاص نور ہوتا ہے جس کا اندازہ دستر خوان پر بیٹھتے ہی ہو جاتا ہے۔ آج تمھارے دستر خوان پر مجھے جتنا نور نظر آیا اتنا کسی دستر خوان پر کبھی نظر نہیں آیا۔ اس لیے میں نے آج نور سے پورا پورا استفادہ کیا''۔

یہ سن کر یحییٰ کے دل میں امام شافعی رحمہ اللہ کی قدر و منزلت اور زیادہ بڑھ گئی۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے بغداد میں چند دن کے لیے قیام کیا۔ اس دوران ان سے ملنے کے مشتاق تشنگانِ علم کا تانتا بندھا رہا۔ بالآخر ایک صبح وہ عازم مصر ہوئے۔

❖❖❖

''ربیع یہ خط لے کر بغداد جاؤ اور ابو عبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو دے کر اس کا جواب لاؤ''

امام شافعی رحمہ اللہ نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ایک مکتوب اپنے شاگرد ربیع بن سلیمان کو دیتے ہوئے کہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربیع بن سلیمان منزل پر منزلیں طے کرتا ہوا مصر سے خط لے کر بغداد پہنچا۔ اور نماز فجر اس نے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد ربیع احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب انھیں پکڑاتے ہوئے کہا:

''آپ کے بھائی شافعی نے مصر سے یہ خط بھیجا ہے۔''

''آپ نے یہ خط پڑھا ہے۔'' ابن حنبل سے پوچھا۔

''نہیں! میں نے اسے کھولا نہیں ہے۔'' ربیع بن سلیمان نے کہا۔

اس کے بعد ابن حنبل نے خط کی مہر توڑی اور خط پڑھنا شروع کیا۔ جوں جوں وہ خط پڑھتے گئے ان کی آنکھیں نمناک ہوتی چلی گئیں۔ اور اب ان کے گالوں پر پانی کی دو نالیاں بہنے لگی تھیں۔

''اے ابوعبداللہ! خط میں ایسی کیا باتیں لکھی ہیں کہ آپ آبدیدہ ہو گئے؟'' ربیع بن سلیمان نے پوچھا

''امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔'' احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ رندھے ہوئے لہجے میں بولے۔ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شافعی سے فرمایا کہ تم احمد بن حنبل کو میرا سلام لکھو اور یہ کہ عنقریب ایک آزمائش میں ڈالے جاؤ گے اور خلق قرآن کے قائل ہونے کی تمھیں دعوت دی جائے گی۔ تم اس کے داعیوں کی دعوت قبول نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک تمھارا جھنڈا اونچا رکھے گا۔''

''اے ابوعبداللہ! آپ کو مبارک ہو!''

❖❖❖

عشاء کی نماز پڑھ کر اکثر نمازی مسجد سے جا چکے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عشا کی نماز کے بعد اپنے معمولات سے فراغت پانے کے بعد اپنے ایک شاگرد کے ہمراہ مسجد سے نکلے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑی شاہراہ کو عبور کرنے کے بعد وہ نسبتاً چھوٹی گلی میں داخل ہو چکے تھے۔ وہ باتیں کرتے کرتے جب گلی کے نکڑ سے ایک طرف کو مڑے تو تاریکی میں سے ایک سایہ ان کے پیچھے سے اُبھرا، ایک گرز فضا میں بلند ہوا اور سیدھا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر زور سے لگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ چکرا کر زمین پر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔ شاگرد اس صورتحال کو دیکھ کر چکرا گیا۔ اس نے گرز مارنے والے کا تھوڑی دور تک تاریکی میں اس کے قدموں کی آہٹ پر پیچھا تو کیا لیکن وہ تاریکی میں گم ہو چکا تھا۔ وہ جلدی سے واپس آیا تو دیکھا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سر پھٹ چکا ہے۔ اس سے تیزی سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نے جلدی جلدی اپنا عمامہ کھولا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سر کو اس نے اپنے عمامے کے کپڑے سے مضبوطی سے باندھا لیکن خون مکمل طور پر بند نہ ہوا۔ اتنی دیر میں دو اور آدمی پہنچ گئے۔ ان سے مل کر اس نے امام کو ان کے گھر پہنچایا اور ایک آدمی کو فوراً طبیب کی طرف روانہ کیا۔ طبیب نے آکر آپ کے زخم کو صاف کیا۔ آپ کو کھانے کے لیے ایک سفوف دیا۔ مرہم پٹی کی جس سے آپ کچھ دیر بعد ہوش میں آ گئے۔ آہستہ آہستہ آپ کی طبیعت سنبھلنے لگی۔ لیکن خون بہنے کے باعث آپ بہت کمزور ہو گئے تھے۔

اُمت کا ہر دردمند آدمی اس حادثہ جانکاہ پر پریشان و مضطرب تھا اور آپ کی صحت یابی کے لیے دُعا گو تھا لیکن دوسری طرف فقہ مالکی کا ایک اور عالم اشہب بن عبدالعزیز تھا جسے لوگوں نے دیکھا کہ وہ سجدہ میں پڑا ہوا یہ دُعا کر رہا تھا کہ: اے الٰہی شافعی کو اُٹھا لے ورنہ مالکی فقہ مٹ جائے گی۔" اس تنگ نظر کی بات جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے بیان کی تو انھوں نے برجستہ کہا:

بہت سے لوگ میرے مرنے کے آرزومند ہیں

میں اگر مر بھی گیا تو سوچو

موت سے اور کون بچ جائے گا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گر اسے علم سے کچھ حاصل ہوتا

تو اس کو خوب سمجھ آتی کہ میں

اگر مر بھی گیا تو بدُعا کرنے والا

کب ہمیشہ ہے یہاں رہنے والا

۳۰ رجب ۲۰۴ھ جمعرات کے دن عصر کے وقت امام کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی۔ان کے شاگرد امام مزنی اس وقت ان کے پاس بیٹھے تھے۔انھوں نے عرض کیا:

''اے استادوں کے استاد کیسے مزاج ہیں؟''

اس سوال پر آپ کچھ دیر خاموش رہے اور پھر آہستہ آہستہ کہنے لگے:

اصبحت من الدنیا راحلاً	آج میں دُنیا سے رخصت ہونے والا ہوں
وللاخوان مفارقاً	اور اپنے بھائیوں سے جدا ہونے والا ہوں
وبسوء افعالی ملاقیاً	اپنے بُرے اعمال کی سزا پانے والا ہوں
وعلی اللّٰہ وارداً	بارگاہ خداوندی میں پیش ہونے والا ہوں
ولکاس المنیۃ شارباً	اور موت کا پیالا پینے والا ہوں
ولا واللّٰہ لاادری انّ روحی	خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ میری روح
یصیر الی الجنۃ فاہنیتھا	جنت میں جائے گی کہ میں اسے مبارکباد دوں
اوالی النار فاعزیہا	یا دوزخ میں کہ میں اس سے تعزیت کروں

کچھ دیر بعد مسجد سے مغرب کی اذان بلند ہوئی۔نقاہت و کمزوری کے باوجود اُٹھے اور اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔نماز سے فارغ ہو کر لیٹے تھے کہ بدن پر ایک کپکپی سی طاری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگئی۔ اسی دوران زیرِلب بڑبڑائے:

"سنو! مصر میں جو مشہور عابد ادریس ہیں، ان سے جا کر کہو کہ شافعی کے لیے مغفرت کی دُعا کریں۔"

پھر خود بالحاح وزاری خدا کے حضور عرض کرنا شروع کیا:

اے رحیم وکریم میں بندۂ عصیاں
حاضر ہوں ترے در پہ بھکاری بن کے
دل میرا سخت ہوا ہے اور
راستے بند ہوئے ہیں سارے میرے
میں نے اُمید کو زینہ ہے بنایا یا رب
تیرے آستانہ کرم تک رسائی کے لیے
لغزشوں اور خطاؤں کو معافی ہے جہاں
وہ ترا در ہے میرے رب کریم
گر ترا کرم نہ ہو شامل حال
شیطان کے مقابل نہ ٹھہر سکے کوئی
ہو وہ کیسا ہی عابد وزاہد انسان
خطائیں میری بھی بہت بڑی ہیں لیکن
تری بخشش تو کہیں ان سے زیادہ ہے
انتقام بھی تو لے لے اگرچہ مجھ سے
پھر بھی مایوس میں ہو سکتا نہیں ہوں تجھ سے
میں نے اپنے گناہوں کو بڑا سمجھا لیکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب تری بخشش و رحمت کا تصور باندھا

تیری رحمت ہی کو ہر چیز پہ غالب پایا

عشاء کی اذانیں سنیں تو نماز ادا کرنے کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد رب کریم سے راز و نیاز کرنے لگے۔ دُعا سے فارغ ہو کر لیٹے ہی تھے کہ روح مبارک قفس عنصری سے آزاد ہو کر خلد بریں کی طرف پرواز کرنے لگی؛ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وفات کی خبر پورے قاہرہ شہر میں اور پھر بلاد مصر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ انسانوں کے ہجوم تھے جو آپ کی رہائش گاہ کی طرف اُمڈے چلے آرہے تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد امام مزنی نے میت کو غسل دیا۔ جنازہ شب جمعہ کو ہی تیار کر لیا گیا لیکن اتنے بڑے عظیم المرتبت امام کی وفات کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ کثیر خلقت تھی جو آخری دیدار سے مشرف ہونے کو اپنی دُنیا و آخرت کے لیے سعادت سمجھتی تھی۔ چنانچہ نماز جمعہ تک میت دیدار کے لیے رکھی گئی۔ نماز جمعہ کے بعد امام کی نماز جنازہ سب سے پہلے مصر میں ان کی استاد صالحہ عابدہ اور ممتاز خاتون حضرت سیدہ نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے الگ سے پڑھی۔ بعد ازاں ساری خلقت کا ہجوم قاہرہ سے باہر کوہِ مقطم کے دامن میں جمع ہوا۔ میلوں تک انسانوں کے سر ہی سر تھے جو امام شافعی رحمہ اللہ کی نماز جنازہ میں شریک تھے۔ جنازہ کے بعد آپ کو اِسی میدان میں واقع قبرستان قرافۃ الصغریٰ میں دفن کیا گیا۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر اختر حسین عزمی کی اپنے منفرد انداز میں
منشورات سے شائع کردہ کتب



فرزندِ حرم
امام شافعیؒ کے علمی سفر

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی



عظمتِ کردار

تاریخ اسلام کے ۸ سنہرے اوراق



مسلمانوں کی تاریخ پر بدنما داغ
اندرونی سازشیں، مفاد پرستی، غداری، صلیبی یلغار
ایسے خوفناک منظرنامے میں
سلطان زنگی کی بیوہ کا ایمان افروز اور جرأت آمیز کردار



نیل کا مسافر

اخوان المسلمون کے رہنما
امام حسن البنّا شہید
کی زندگی کی دلچسپ کہانی



فطرتِ انسانی اور دعوت و تربیت

قرآن و سیرت ﷺ کی روشنی میں دعوت و تربیت
کے موضوع پر ایک منفرد تحریر

۵ کتب کا سیٹ، زیادہ تعداد میں لینے پر خصوصی رعایت

منشورات

منشورات کے دیگر کتب و کتابچوں کے لیے رابطہ کریں

منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ 54790
042-35252391-5 - 35252211
042-35252194 - 35252210
SMS ur Address:
0332-003 4909, 0320-543 4909
manshurat@gmail.com / @hotmail.com
www.facebook/manshurat www.pinterest.com/manshurat

9 789696 331049
04145